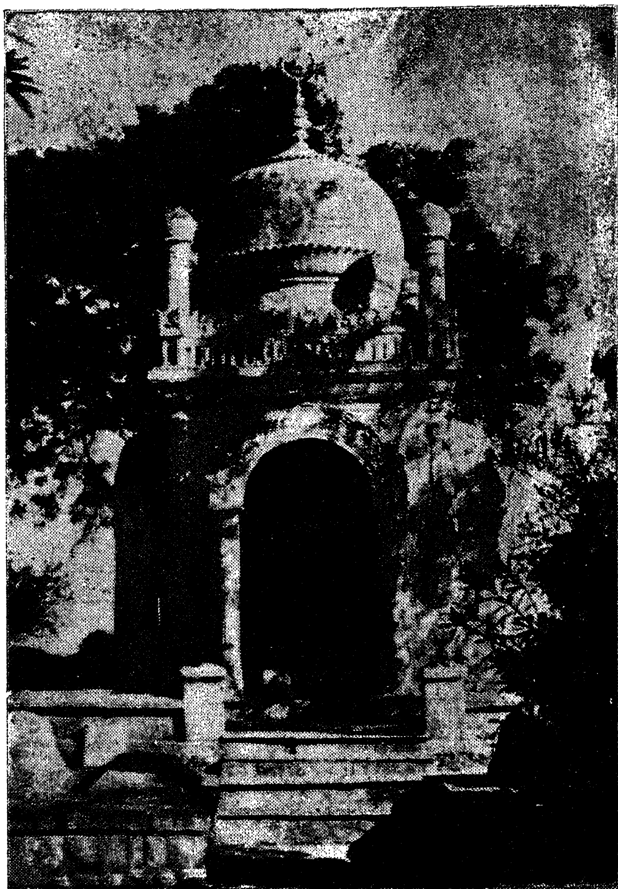
گنبد حضرت پیر شاہ ہدُاللہ قادری قدس سرہٗ



آج سے قریب ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال قبل تعمیر کردہ یہ گنبد زائرین کی مسلسل آمد و رفت کے باوجود اب تک بوسیدگی وغیرہ کے اثر سے محفوظ بالکل اچھی حالت میں موجود ہے اور جس میں فی الوقت کسی مرمّت کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ اس کے چاروں طرف قدیم دروازوں کی جگہ جدید گُل کاری سے آراستہ اعلیٰ چوبی دروازے نصب کر دیے گئے ہیں، جس کے بعد کا منظر کتاب ہٰذا میں دی گئی تصویر ۱۳ میں ملاحظہ کیجئے

هو المعز

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

انھیں (اولیاء اللہ کو) خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں



مقدس ٹیکمالؒ

درگاہ شریف ٹیکمال کے تاریخی واقعات و خاندانی حالات

اور

قرآنؐ و حدیث کی روشنی میں

"عظمت اولیاء کرام" پر ایمانؐ افروز دینی معلومات

تالیف

مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری

زیر اہتمام

ٹیکمالؒ درگاہ ڈیولپمنٹ سوسائٹی

حیدر آباد۔ آندھرا پردیشؒ



نام کتاب : مقدس ٹیکمال

تالیف : مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری

کتابت : محمد عبدالرؤف خوشنویس (سر دفتر سلام خوشنویس)

پروف ریڈنگ : حافظ قاری سید مرتضیٰ علی صوفی قادری

ضخامت : (۲۱۲) صفحات

طباعت : عماد پریس، چھتہ بازار، حیدرآباد

اشاعت : ٹیکمال درگاہ ڈیولپمنٹ سوسائٹی رجسٹرڈ

ایڈیشن : اوّل (ایک ہزار) در سنہ ۱۴۰۵ھ م سنہ ۱۹۸۵ء

ہدیہ : تیس (۳۰) روپے سکہ ہند
(بیرونی ممالک میں دو ۲ ڈالر امریکی)

(کتاب ملنے کے پتے)

① 6-3-1219/33 قادری ولا ۔ اوما نگر بیگم پیٹ حیدرآباد ۱۶

② 21-1-247 تصوف منزل قریب اے۔پی ہائیکورٹ حیدرآباد

③ نور اللہ منزل ملک پیٹھ قدیم حیدرآباد، آندھرا پردیش۔

④ درگاہ شریف ٹیکمال۔ ضلع میدک، آندھرا پردیش۔

ضروری نوٹ :۔ قارئین کی سہولت کی خاطر کتاب ہذا میں حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے بجائے "پیر و مرشدؒ" اور حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے بجائے "حضرت اقدسؒ" کے القاب استعمال کئے گئے ہیں۔

اِنتساب

میں اپنے اس عزیز سرمایہ کا اِنتساب حسبِ ذیل اپنے بزرگان کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ کرتا ہوں ۔

ا۔ میرے نانا حضرت عارف باللہ الحاج سید یٰسین پاشاہ قادری قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مشائخ ٹیکمال (صاحبزادۂ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ) کے نام جن کے روحانی فیوض و برکات سے مجھے روشنی ملی ! نیز

۲۔ اخی المرحوم حضرت سید احمد عبدالقادر حُسینی قادری علیہ الرحمہ سجادۂ پنجم درگاہ شریف ٹیکمال ۔ اور

۳۔ صہری المغفور حضرت حکیم الحاج خواجہ محمد اعظم اللہ صدیقی علیہ الرضوان کے نام جن کی خصوصی عنایتیں اور بزرگانہ شفقتیں مجھے حاصل رہیں ۔

خدائے غفور الرحیم اس کارِ خیر کا ثواب قیامت تک بطور یادگار و صدقۂ جاریہ ان حضرات بزرگ کی روح کو پہنچائے اور ان کے ساتھ ہمارے اور جملہ مومنین کیلئے بھی اس کو غفران و رحمت کا ذریعہ بنائے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔

درویش بے نوا

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری عفی عنہٗ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

الحاج سید احمد صاحب قادری بی ایس سی (انجنیئر)
سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی
و عالمی مشیر اقوام متحدہ (متوظف)

بغداد شریف کے روضۂ منورہ میں سیدنا حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کی عالم رویاء میں مجھے زیارت و بشارت کے بعد اقوام متحدہ کے عہدہ کو خیرباد کہکر جب میں اپنے وطن واپس ہوا، تو درگاہ شریف ٹیکمال کی تاریخ اور اپنے اسلاف کے حالات پر کئی قدیم تصانیف میں سے صرف ایک کتاب "فرہنگ حسینی" بمشکل دستیاب ہوسکی جس کی فارسی عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ، کتاب ہذا کے یہی مولف میرے پھوپھی زاد برادر جناب قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری نے بڑی عمدگی سے کیا تھا اور جس کی اساس پر ہی میری تالیف کردہ متعدد اردو انگریزی کتب ذیل کی اشاعت عمل میں آئی جن میں موقعہ بر موقعہ جو بھی مواد ملتا گیا اُسے شامل طباعت کر دیا گیا۔

۱۔ "شجرۂ غوثیہ ٹیکمال میں" اردو

۲۔ HISTORY OF TEKMAL DARGAH انگریزی

۳۔ A NEW LEASE OF LIFE TO TEKMAL انگریزی

۴۔ کرامات و حالات پیر شاہ اللہ قادریؒ و حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ اردو

۵۔ کرامات وحالات کا تلنگی ترجمہ از جناب اشفاق صاحب

۶۔ ٹیکمال کی درگاہ شریف سوسائٹی رجسٹرڈ کی جملہ سرگرمیوں کی پانچ سالانہ روئیداد معہ آڈٹ رپورٹ انگریزی۔

حیدر آباد کے علاوہ یورپ اور مشرق متوسط میں مقیم درگاہ شریف ٹیکمال سے وابستہ خاندانی ارکان، متوسلین، معتقدین اور مورخین نے ان سب کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ حاصل کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مذکورہ بالا کتب کا اسٹاک ختم ہو گیا جس کے بعد ہند و پاک اور بیرونی ممالک سے شائقین کی جانب سے ان کتابوں کے مزید ایڈیشن شائع کرنے کا پرزور مطالبہ اور مسلسل اصرار کیا جانے لگا لیکن پچھلی شائع کردہ کتب کی علیحدہ علیحدہ دوبارہ اشاعت کا کام بڑا ہی مشکل اور صبر آزما تھا جس کے لیے کثیر مالیہ کے ساتھ ساتھ کافی محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی۔ لہٰذا درگاہ سوسائٹی نے یہ طے کیا کہ ایک ایسی اردو کتاب ترتیب دی جائے جس میں پچھلی تمام اشاعتوں کا لب لباب اور خلاصہ موجود ہو تاکہ قاری کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکے۔ دریا کو کوزے میں سمو دینے کی اس دشوار مہم کو سر کرنے میں مولف موصوف نے نہایت کاوش و جانفشانی سے کام لیا ہے اور تاریخی واقعات کو سلسلہ وار کڑی سے کڑی ملاتے ہوئے عمدگی کے ساتھ نہ صرف پچھلی شائع شدہ کتابوں کا عطر اس میں جمع کر دیا ہے بلکہ مزید اور مفید معلومات کا اضافہ کر کے کتاب کو دلچسپ سے دلچسپ بنا دیا ہے۔

جناب قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری کی وجاہت و شخصیت دینی، علمی اور ادبی حلقوں میں کافی جانی پہچانی ہے۔ موصوف، نبیرۂ غوث پاکؓ حضرت سید شاہ احمد علی صوفی قادری محدث دکنؒ کے فرزند با خلف ہیں تو حضرت سید یٰسین پاشاہ قادریؒ (صاحبزادۂ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ مشائخ ٹیکمال)

کے نواسے بھی ہیں۔ اس طرح موصوف کا پدری اور مادری دونوں جانب سے سلسلۂ نسب جدنا حضرت محبوب سبحانی غوث اعظمؒ تک جا ملتا ہے۔ دکن کے مشہور علمی وصوفی گھرانے میں آنکھ کھولی اور اسی علم وفضل کے ماحول میں پروان چڑھے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے سائنس گریجویٹ ہونے کے علاوہ جامعہ نظامیہ سے سند یافتہ بھی ہیں۔ فیوض باطنی کی تحصیل اور سلوک ومعارف کی تکمیل اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے کی اور جملہ سلاسل میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہیں۔ قاضی شریعت بھی ہیں تو شیخ طریقت بھی۔ عصری علوم سے آراستہ ہیں تو مشرقی علوم میں بھی دست گاہ حاصل ہے۔ اس طرح گویا مشرقیت ومغربیت، قدامت وجدیدیت اور شریعت وطریقت کا ایک حسین امتزاج اپنے میں رکھتے ہیں اور ہمہ پہلو خصوصیات کے سبب خانقاہی نظام کے خوشہ چینوں کے لیے خصوصاً فی زمانہ ایک قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ شعروادب کا ستھرا مذاق رکھتے اور خود کلام موزوں بھی کہتے ہیں۔ اہل قلم ہونے کے علاوہ شیریں بیاں واعظ کی حیثیت سے بھی کافی مقبول ہیں بلدہ اضلاع اور دیگر ریاستوں میں منعقدہ دینی ومذہبی جلسوں میں اپنے مواعظ حسنہ اور بصیرت افروز خطابات کے ذریعہ نیز اخبارات ورسائل میں اپنے پُرمغز مضامین ونگارشات کے ذریعہ علم وادب اور دین وملت کی بے لوث اور خاموش خدمت میں سرگرم عمل ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "مقدس ٹیکھال" میں مولف موصوف نے تاریخی واقعات کو اپنے مخصوص عالمانہ پیرایہ میں بیان کرتے ہوئے بادۂ علم وعرفان کے متوالوں کے لیے اس کو ایک شراب دو آتشہ بنا دیا ہے جو ایک طرف یادوثوق خاندانی حالات کی خوشبو سے معطر اور تاریخی معلومات کی رنگینی سے آراستہ ایک خوبصورت گلدستہ ہے تو دوسری طرف قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد تصوف اور ادب کے جواہر پاروں سے مرصع ایک حسین مرقع بھی ہے۔ عام طور پر مسلم نوجوانوں

میں زیرِ بحث گمراہ کن دینی شکوک و شبہات کے تشفی بخش جوابات عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں اور عقائد اہل سنّت و جماعت کی روشنی میں جا بجا مفید و سبق آموز نکات بھی اخذ کئے گئے ہیں۔ خصوصاً کتاب کے آخر میں عظمتِ اولیاء کرام کے عنوان پر مکمل ایک باب' اُمید کہ ارباب ذوق کے لیے مرکز نظر اور محور دلچسپی ثابت ہوگا جو قرآن و حدیث کے حوالوں اور سلف صالحین کے اقوال کے ذریعہ اولیاء اللہ کے مراتب' اختیارات، تصرفات و کرامات نیز توسل' استمداد' استغاثہ، استعانت اور عرس وغیرہ کے شرعی ثبوت اور زیارت قبور کے مسنون و مستحب آداب و احکام جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ جو لادینی اور گمراہی کے اس نازک دور میں کئی بھٹکے ہوؤں کے لیے انشاء اللہ مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔

سب سے آخر میں تصاویر کے البم کی شمولیت سے کتاب کی افادیت اور دلکشی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگیا ہے جس میں درگاہ شریف ٹیکمال کے مختلف ادوار کی خوب عکاسی کی گئی ہے، جس کے ذریعہ بہ یک نگاہ زوال و عروج کا اجمالی خاکہ اور تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے نیز حیات نو اسکیم کی کامیاب عمل آوری کے دوران پیش آئے مراحل کا صحیح اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔

یہ ہماری قوم کی بدنصیبی ہے کہ آج کل لوگ اپنی تفریح طبع اور دنیوی شوق ذوق کی خاطر گھر میں پالے ہوئے کتوں اور کبوتروں یا پھر گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کی نسل کی تحقیق میں اور ان جانوروں کے شجرۂ نسب سے متعلق معلومات جمع کرنے کی جستجو میں دقیق سے دقیق کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں بلکہ ایسی ناکارہ کتابوں کی گھر میں لائبریری ہی قائم کر لیتے ہیں جس میں کثیر روپیہ اور قیمتی وقت ضائع کیا جاتا ہے لیکن خود اپنے اسلاف کے سلسلۂ نسب اور اعلیٰ کارناموں سے واقفیت حاصل کرنے کو غیر ضروری بلکہ تضیع اوقات تصور کیا جاتا ہے۔

"مقدس ٹیکمال" جیسی مفید کتاب بلاشبہ ہر دیندار مسلمان کے لیے ایک نعمت اور آزاد خیال نوجوانوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے جس کے مطالعہ میں ایمان کے تازہ ہونے اور دینی معلومات میں اضافہ ہونے کی ضمانت موجود ہے۔

مولیٰ تعالیٰ مولف موصوف کو اس علمی کاوش کی جزاء عطا فرمائے بزرگان دین کے فیوض و برکات سے مزید مالا مال کرے۔ علم و عمل اور عمر میں ترقی کے ساتھ مزید خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

سید احمد قادری (المعروف بڑے حضرت)
(درگاہ شریف ٹیکمال)
۳ر شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ م ۲۴ر اپریل ۱۹۸۵ء
روز پنجشنبہ

مُبَسْمِلاً وَّ مُحَمِّدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا

پیش گفت

بے دینی اور بد اعتقادی کے اس پُرآشوب دَور میں مادہ پرستی اور سائنسی ترقی تو بام عروج پر پہنچ چکی ہے مگر روحانی اور اخلاقی اعتبار سے انسان کے انحطاط میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ علم صحیح، عمل صالح اور صحبت صالحین کا فقدان، بے علم عوام کو فاسد اعتقادات کا شکار بنا رہا ہے۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں جو کبھی تطہیر قلوب کے مراکز اور تزکیۂ نفوس کے ورکشاپ تھے جہاں موجود بوریا نشین صاحبان قلب و نظر، اپنی آغوش صحبت میں آنے والے ہر دل میں سوزِ دروں اور وارفتگی شوق پیدا کردیتے اور روح کو گرما کر "مرغ بسمل" بنا دیتے تھے لیکن اس دورِ الحاد میں علمائے ربانیین کا مذاق اُڑایا جارہا ہے، صوفیاء و اصفیاء کی تضحیک و توہین کی جارہی ہے، ائمہ مجتہدین کی شان میں نت نئی گستاخیاں کی جارہی ہیں، حتیٰ کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں تک بے ادبی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جارہی ہے۔ حد یہ ہوگئی ہے کہ انبیاء کرام کے معجزات و اختیارات اور اولیاء عظام کے تصرفات و کرامات جیسی روشن حقیقت سے تک علانیہ انکار کیا جانے لگا ہے اور اللہ کے ان محبوبوں کو اپنے مثل بشر کہا اور سمجھا جارہا ہے اور ان کے وسیلے سے دعا کو نعوذ باللہ شرک و کفر سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ اولیاء اللہ کی بارگاہوں اور بزرگان دین کی

دور گاہوں سے دور کرنے کی مہم پورے زور و شور سے جاری ہے۔ دین کی تبلیغ یا اقامت کے بہانے کلمہ و نماز کے نام پہ بد اعتقادی پھیلانے والے مہلک جراثیم اب گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ پہنچ رہے ہیں جس سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا ہے لیکن ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے راوی کے کنارے اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اجمیر میں انا ساگر کے کنارے ظلمت و کفر کی تند آندھیوں میں نور اسلام کا جو حقانی چراغ روشن فرمایا تھا وہ چند نفاق پرست دشمنانِ رسول کی مذموم کوششوں سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔ اللہ عز و جل نے ان منافقین کا ذکر خود قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ (سورۂ صف آیت ۸) یعنی وہ چاہتے ہیں نہ خدا کا چراغ اپنی پھونک مار کر بجھا دیں۔ لیکن ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تاریخ شاہد ہے کہ خدا تعالیٰ جس شخص یا قوم پر اپنا غضب نازل کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے وسیلوں سے محروم کر دیتا ہے اور جن کو رب العالمین اپنی رحمت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو انھیں اپنے پیاروں اور محبوبوں کا وسیلہ عطا فرماتا ہے اور جن کے تذکرۂ جمیل سے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے، اخلاق حسنہ کی ترغیب اور نیک عمل کی توفیق کی راہیں خود بخود ہموار ہو جاتی ہیں۔

قطب زماں حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادری و چشتی قدس سرہٗ اور آپ کے سر خلیفہ و جانشین یعنی جگر گوشۂ غوث الثقلین غوث دوراں حضرت سید صاحب حسینی قادری و چشتی قدس سرہٗ اللہ تعالیٰ کے ان محبوب و مقبول اور برگزیدہ

نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جنھوں نے ضلع سنگاریڈی میں واقع موضع ٹیکمال کو نہ صرف اپنی حیات مبارکہ میں علم و معرفت کی روشنی سے منور فرمایا بلکہ بعد وصال اپنی دائمی آرام گاہ بنا کر سرزمین ٹیکمال کو مزید مقدس و متبرک بنا دیا۔ سچ ہے کہ محبوبانِ خدا نہ صرف خود مقبول و مقدس ہوتے ہیں بلکہ جس چیز کو بھی ان پاک ہستیوں سے نسبت و وابستگی ہو جائے وہ بھی متبرک و مقدس بن جاتی ہے۔

مقدس ٹیکمال کو حضرت سید صاحب حسینی قادری رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں ہر لحاظ سے بڑی ترقی نصیب ہوئی خصوصاً مدرسۂ حسینیہ ٹیکمال جو بعد میں اس زمانہ کے ایک کالج کا درجہ حاصل کر چکا تھا، ٹیکمال میں اشاعت اسلام و علوم دینی و دنیوی کا ایک ایسا عظیم الشان مرکز بن گیا تھا جہاں ہزاروں تشنگان علم و عرفان سیراب ہو کر ایک طرف معرفت کی دولت سے مالا مال ہوتے تو دوسری طرف اعلیٰ دنیوی عہدوں پر فائز ہوتے۔

کتب خانۂ درگاہ شریف ٹیکمال بھی ایک قیمتی علمی سرمایہ تھا جہاں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی تصنیفات و تالیفات کے علاوہ دیگر نایاب عربی و فارسی کتب قلمی و مطبوعہ موجود تھیں۔ لیکن زمانہ کی گردش، لیل و نہار اور حکومتوں کے عروج و زوال کے ساتھ ساتھ مقدس ٹیکمال نے بھی کئی نشیب و فراز دیکھے جس کی زد سے کتابوں کا یہ بیش بہا سرمایہ بھی بچ نہ سکا۔ سجادگان ٹیکمال نے جب بلدۂ حیدرآباد کو مستقر بنا لیا تو اس کتب خانہ کی خاطر خواہ صیانت و نگہداشت نہ ہو سکی اور اکثر قلمی و مطبوعہ نایاب کتابیں کرم کی نذر ہو گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ایک صدی بعد جب نئی نسل کو اپنے ان خاندانی حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ ہمارے خاندان کا نسبی سلسلہ کہاں جا ملتا ہے۔ ہمارے اسلاف ہندوستان میں کب اور کیسے تشریف لائے اور انھوں نے مقدس ٹیکمال کو وطن کیوں بنایا وغیرہ وغیرہ

تو صحیح معلومات حاصل کرنا بڑا دشوار مسئلہ بن گیا۔

ان قدیم کرم خوردہ کُتب کے بوسیدہ اوراق اور چیدہ چیدہ کاغذات سے مطلوبہ مواد کا اخذ کرنا اس لیے بھی "جوئے شیر" لانے سے کم نہ تھا کہ اس کی تحریر فارسی زبان، اور مخصوص رسم الخط میں تھی۔ لیکنؔ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے" خدا تعالیٰ جس سے چاہے کام لیتا ہے اور ناممکن بات کو ممکن بنا کر دکھا دیتا ہے۔ اور جب اللہ والوں کی نصرت و حمایت اور ان کا تصرف روحانی کسی کام میں شامل حال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ساری مشکلات خود بخود اس طرح آسان ہو جاتی ہیں کہ ہمارے تصوّر و گمان میں تک نہ آسکے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مولف کے ماموں زاد برادر محترم الحاج سید احمد صاحب قادری المعروف "بڑے حضرت" مدظلہٗ العالی نے "حیات لوٹیکال اسکیم" کے تحت تعمیری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ خاندان کے تاریخی حالات کی ترتیب واشاعت کا بھی بیڑہ اٹھایا اور اپنے آپ کو اس عظیم کام کے لیے وقف کر دیا۔ ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ آتے ہی گئے اور کارواں بڑھتا گیا

یہ موصوف کے عزم مصمم اور جہد مسلسل کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگانِ دین کے طفیل، وہ کامیابی عطا فرمائی کہ کل کا خواب آج ایک روشن حقیقت بن کر سامنے آگیا۔

فارسی متن کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت "قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" کے مصداق اس ناچیز کے حصہ میں آئی جس کے بعد درگاہ سوسائٹی کی جانب سے اب تک متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کتاب زیر نظر "مقدس ٹیکمال" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے

قرآن مجید کے علاوہ جن معتبر اور باوثوق کتب سے مضامین کے حوالے اور اقتباسات نقل کئے گئے ہیں ان کے نام درجِ ذیل ہیں:

صحیح بخاری۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر روح البیان۔ تفسیر درمنثور۔ تفسیر خازن۔ اشعۃ اللمعات۔ فتاوی عالمگیریہ۔ شامی۔ فتاوی عزیزیہ۔ فتاوی قاضی خاں۔ درمختار۔ رد مختار۔ شرح عقائد نسفیہ۔ قلائد الجواہر عربی بہجۃ الاسرار خزینۃ الاصفیاء۔ سیر الاولیاء۔ تذکرۃ العاشقین۔ جمع السلاسل صوفیہ۔ اسرار حسینی۔ فرہنگ حسینی۔ رقیمہ تقدس شمامہ۔ حیات تسلیم۔ شجرہ غوثیہ ٹیکمال ہیں۔ کلام عارف۔ آداب زیارت قبور۔ غیاث اللغات۔ منتخب اللغات وغیرہ۔

آخر میں وابستگانِ خانوادۂ درگاہ شریف ٹیکمال کی خدمت میں بطور خاص التماس ہے اللہ تعالیٰ کے اس فضل بیکراں کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ہم سب کو حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی حدنا غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے خانوادۂ مبارک کی نسبت کے شرف و سرفرازی سے نوازا گیا ہے لیکن یہ سوال خصوصی توجہ کا محتاج ہے کہ ہم نے خود کو اس نسبت عظمیٰ کے اہل اور شایان شان بنانے کی کہاں تک کوشش کی ہے؟ نیک عمل و تقویٰ کے بغیر صرف حسب و نسب پر فخر و غرور اسلام میں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ کیوں کہ قرآن کریم نے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (سورۂ حجرات آیت ۱۳) یعنی "بے شک اللہ کے پاس تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" کا اعلان عام کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو ہی بزرگی اور عظمت کی بنیاد اور کسوٹی قرار دے دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نیک عمل اختیار کرنے پر زور دیتے ہوئے خود اپنی چہیتی صاحبزادی یعنی خاتون جنت بی بی فاطمہ زہرہؓ سے یہ ارشاد فرماتے ہیں اِعْمَلِیْ اِعْمَلِیْ لَا تَتَّکِلِیْ اَنَا بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ (یعنی اے بیٹی فاطمہ! عمل کئے جاؤ عمل کئے جاؤ یہ بھروسہ مت کرو

کہ میں اللہ کے رسول کی بیٹی ہوں) جب ایک رسول زادی اور دونوں جہاں کی سرداری کے بارے میں یہ ارشاد نبویؐ ہے تو ہما شما کس شمار اور گردش میں آتے ہیں حضرت جامی قدس سرہٗ السامی نے خوب فرمایا ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ٭ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اپنے اسلاف کے علم و عمل اور تقویٰ سے بھرپور حالات زندگی کو بیان کرنے ترتیب دینے اور ان کا مطالعہ کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان بزرگوں کے نقشِ قدم پہ چل کر اور ان کی پاکیزہ خصوصیات کو اپنا کر ہم خود کو ان کے صحیح وارث اور سچے جانشین ثابت کرسکیں۔ واللہ المستعان و بہ التوفیق و علیہ التکلان۔

الغرض یہ درویش بے نوا، قطب زماں حضرت شاہ اللہ قادری اور غوث دوراں حضرت سید صاحب حسینی قدس اسرارھما کی مقدس بارگاہِ ولایت میں "مقدس ٹیکمال" کے نام سے اپنی پرخلوص عقیدت کا یہ نذرانۂ عاجزانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

ع زچشم آستین بردار و گوہر را تماشا کن

قارئین کرام اگر کتاب ہذا کے متن میں بتقاضائے بشریت کوئی خطا یا کتابت میں کہیں سہو یا طباعت میں کہیں محو پائیں تو از راہ عفو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کا لحاظ رکھا جاسکے۔

خداوند کریم میری اس حقیر قلمی کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور میرے لیے اس کو زادِ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔ فقط

مرقوم ۱۶ رجب ۱۴۰۵ھ م ۲۹ مارچ ۱۹۸۵ء
بروز جمعہ

خاکپائے اولیاء
قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری عفی عنہ
(خلف حضرت سید الصوفیہ محدث دکن قدس سرہٗ)

تصوف منزل قریب ہائیکورٹ
حیدرآباد۔ آندھرا پردیش۔ الہند

حمد

بس تو ہی تو ہے

○

ہوا جب سے دل واقفِ رازِ ھُوْ ہے
جدھر آنکھ اُٹھتی ہے بس تو ہی تو ہے

سوال اب کہاں ہے بھلا غیریت کا
جب آٹھوں پہر تو مرے روبرو ہے

مٹا دل سے رنگ دوئی تو یہ دیکھا
فقط جلوہ گر لَاشَرِیکَ لَہٗ ہے

اٹھے جب حجاباتِ غیب و شہادت
مجاز و حقیقت کا رنگ ہو بہو ہے

جو ہم منزلِ لاتعیّن پہ پہنچے
تو یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے

پتہ جب سے مجھ کو ملا مَنْ عَرَفْ کا
میں خود گم ہوں مجھ کو مری جستجو ہے

پتہ تیرا دیتا ہے ہر پتّہ پتّہ
ہر اک غنچہ و گل میں تیری ہی بو ہے

ترے جذب نے کی عطا وہ طہارت
کہ باقی نہ اب احتیاجِ وضو ہے

نظر سے پیا کرتے ہیں مستِ وحدت
نہ مینا ہے ان کو نہ جام و سبو ہے

محو ذکر ہیں صوفی اعظم ہے ایسا
کہ حق حق صدا آرہی مو بہ مو ہے

○

(از مسولعقدہ)

نعت

ذکرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم



لب پہ ذکر مصطفےٰ دل میں خیال مصطفےٰ — رات دن آنکھوں میں ہے روشن جمالِ مصطفےٰ

جان و دل دونوں مرے سرکار پر ہیں یوں نثار — ایک اُویس مصطفیٰ ہے یک بلالِ مصطفےٰ

خود بخود ہو جائیں گے دونوں جہاں حاصل مجھے — تجھ سے یارب ہے مرا بس ایک سوال مصطفےٰ

جب غلامانِ نبی کی ہی نہیں کوئی نظیر — پھر کہاں ممکن بھلا مثل و مثال مصطفےٰ

فیصلہ اس کا ہے خود قولِ نبی پر منحصر — ہے یہ قالِ حق تعالیٰ یا کہ قال مصطفےٰ

سر سے پا تک جلوہ گر ہے قدرتِ حق کا کمال — ہے سراپا معجزہ ایک ایک بال مصطفےٰ

پائے نازک پُر ورم ہیں پھر بھی مصروفِ دعا — فکر میں ہم عاصیوں کی ہے یہ حال مصطفےٰ

موت اس خوش بخت کی ہے زندگیِ جاوداں — جس کو ہو جائے دمِ آخر وصال مصطفےٰ

صوفی اعظم تیری بخشش کو ہے کافی حشر میں
صرف حُبِّ مصطفےٰ اور حُبِّ آلِ مصطفےٰ



(از مولف)

پہلا باب

ٹیکمال کا محل وقوع ٹیکمال ہندوستان کی موجودہ ریاست آندھرا پردیش کے ضلع سنگاریڈی کا ایک موضع ہے جو ریاست کے مستقر حیدرآباد سے قریب (۱۱۰) کیلومیٹر اور تعلقہ جوگی پیٹھ سے قریب (۲۵) کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سابقہ آصف جاہی ریاست حیدرآباد میں یہ موضع ضلع میدک میں شامل رہا ہے۔

قدیم پس منظر زمانہ قدیم میں موضع ٹیکمال ایک نہایت پسماندہ علاقہ تھا۔ اگرچہ آبادی کا اصل ذریعۂ معاش زراعت تھا لیکن عام طور پر غریبی اور معاشی پستی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھے۔ دیہات کا ماحول بالکل دہقانی تھا اس لیے سماجی اور معاشرتی تقاضوں کا احساس اور تہذیب و تمدن کا شعور پوری طرح مفقود تھا۔

ترقی کا نقطۂ آغاز ٹیکمال کے اس معاشی و تعلیمی فقدان کو دور کرنے کا سعید سہرا، حضرت غوث اعظمؒ کے خانوادہ کی ایک شاخ کے سر ہے جس سے وابستہ نفوس قدسیہ کے ورود مسعود نے ٹیکمال کی دنیا ہی بدل ڈالی اور ایسا انقلاب رونما ہوا کہ یہ چھوٹا سا موضع نہ صرف معاشی ترقی و خوشحالی کی نعمتوں سے مالامال ہو گیا بلکہ تعلیم و تربیت کے ایک گہوارہ اور دینی و دنیوی علوم کے مینارِ نور

میں تبدیل ہوگیا۔ بعدازاں خوش قسمتی سے ان اللہ والوں نے ٹیکمال کی سرزمین کو اپنی آخری آرام گاہ بنا کر روحانی فیوض و برکات جاریہ کا دائمی سرچشمہ بنادیا جس کے سبب ٹیکمال حقیقی معنی میں اور بھی مقدس ہوگیا۔

خانوادۂ حضرت غوث اعظمؓ کی شاخ ٹیکمال میں | تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت غوث اعظمؓ کی اولاد مبارک میں مشہور "سبعہ قادریہ" نے سب سے پہلے ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا جس کے بعد ان برکتوں کا سلسلہ برابر جاری و ساری ہے۔

برادرم محترم مولوی سید احمد صاحب قادری نے اپنی اردو کتاب "شجرِ غوثیہ ٹیکمال میں" اور انگریزی تصنیف "دی نیو لیبز آف لائف" میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی غوث اعظمؓ کے خانوادۂ مبارک میں پانچویں پشت کے صاحبزادے حضرت سید ابراہیم قادریؒ کی اولاد تبلیغ اسلام کی خاطر چودھویں صدی عیسوی میں اس وقت ہندوستان میں تشریف لائی جب کہ یہاں فیروز شاہ تغلق کا دور حکومت تھا اور انھوں نے پہلے پنجاب پھر الٰہ آباد کو اپنا وطن بنایا۔ اسی لیے وہ اپنے نام کے ساتھ الٰہ آبادی لکھنے لگے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت سید عبدالواحد قادریؒ ولد حضرت سید جمال اللہ قادریؒ الٰہ آبادی نے اٹھارویں صدی عیسوی کے شروع میں ۱۱۱۳ھ م ۱۷۰۲ء کے قریب دکن کا رُخ کیا اور ریاست حیدرآباد کے ضلع میدک میں واقع مقام جوگی پیٹھ کو اپنے تبلیغی مشن کا مرکز منتخب فرمایا۔ جو حیدرآباد سے تقریباً (۸۸) کلومیٹر پر واقع ہے اس وقت ہندوستان کی زمام حکومت اورنگ زیب کے ہاتھوں میں تھی چنانچہ حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کا جوگی پیٹھ میں تقریباً ۱۱۲۷ھ م ۱۷۱۵ء میں وصال ہوا جہاں کمان جوگی پیٹھ کے متصل مسجد میں آپ کا مزار مبارک اب تک موجود ہے۔

حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کے فرزند حضرت سید شکر اللہ قادریؒ جن کے حین حیات

۱۱۳۶ھ م ۱۷۲۴ء میں حیدر آباد دکن میں حکومت آصفجاہی کا قیام عمل میں آیا اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد جوگی پیٹھ سے قریب ہی تقریباً ۲۵ کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع قصبہ ٹیکمال کو منتقل ہو گئے اسی کو اپنا وطن قرار دیا اور یہیں آپ کا ۱۱۵۸ھ م ۱۷۴۵ء میں وصال ہوا چنانچہ حضرت سید شکر اللہ قادریؒ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالواحد قادری ثانیؒ (وصال ۱۲۱۴ھ م ۱۸۰۰ء) اور ان کے فرزند حضرت عبدالرزاق قادریؒ (وصال ۱۲۳۸ھ م ۱۸۲۳ء) ان سب بزرگوں کے مزار ہائے مبارک مقدس ٹیکمال میں ہی واقع ہیں، جو "تکیہ درگاہ شریف" کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کے فرزند مسعود حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ مشائخ ٹیکمال بڑے پایہ کے عالم دین، ولی کامل، صاحب خوارق وکرامات اور واقف حقائق ومعارف پیر طریقت گذرے ہیں جنھوں نے اپنے علمی برکات اور روحانی تصرفات سے ٹیکمال کی سرزمین کو لوزِ علیٰ نور بنا دیا۔ آپ اپنے پیر و مُرشد مصدرِ اسرارِ یزدانی و مظہر انوارِ ربانی عارف کامل حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادری چشتی قدس سرہٗ کے سرخلیفہ اور جانشین تھے چنانچہ آپ کا اور آپ کے پیرو مرشد کا گنبد شریف مقدس ٹیکمال میں زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ آپ نے کس طرح ٹیکمال کو مرکز تبلیغ بنا کر ایک عالم کو اسلام کی ضیاء سے روشن فرمایا، کس طرح اپنے پیرو مُرشد کے فیضان سے روحانی سرچشمہ ہدایت بنے اور آپ سے اس دوران کونسی عجیب وغریب کرامات صادر ہوئیں اس کی مکمل تفصیل آگے کے ابواب میں بیان کی جائے گی۔

معتبر ایمان کی نشانی

تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔ ! (حدیث نبوی)

دوسرا باب

خانوادۂ غوث اعظمؓ کی دیگر دو قریبی شاخیں

حضرت غوث اعظمؓ | سرتاج اولیاء قطب الاقطاب غوث اعظم جدنا وسیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی مقدس ہستی محتاج تعارف نہیں جو حسنی خوشبو اور حسینی رنگ کا حسین امتزاج اور ان کے کمال و جمال کا ایک نورانی سنگم ہے۔

دنیا میں آپ کی مقدس حیات ظاہری کا ۹۱ سالہ مبارک دور ۴۷۰ھ (م ۱۰۶۸ء) سے ۵۶۱ھ (م ۱۱۶۶ء) تک ہے جس کے دوران آپ ظلمت و گمراہی کے سبب سسکتے ہوئے دینِ محمدیؐ کو نہ صرف زندہ کر کے "محی الدین" کے مبارک لقب سے ممتاز ہوئے بلکہ عشقِ خدا و رسول خدا میں کمال حاصل کر کے محبوبیت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہوئے۔

کسی عربی شاعر نے خوب تاریخی شعر کہا ہے ؎

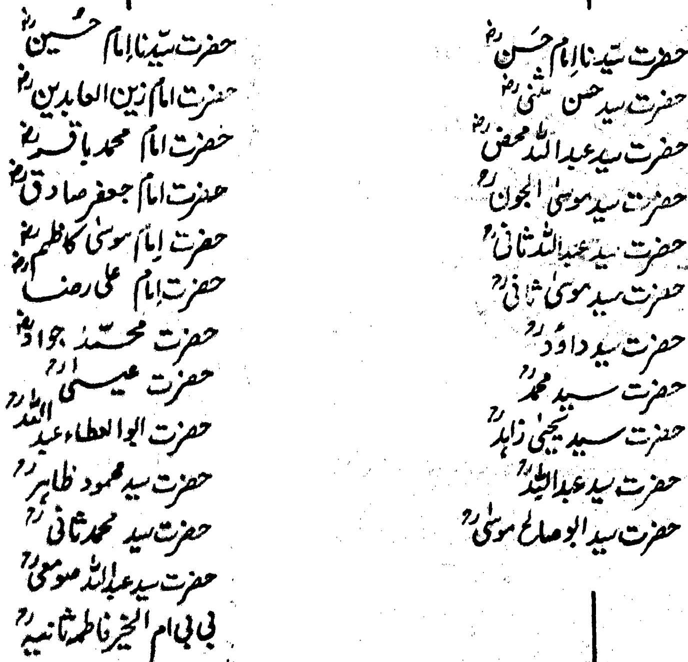
إِنَّ بَازَ اللهِ سُلْطَانَ الرِّجَالِ
جَاءَ فِي عِشْقٍ وَّ مَاتَ فِي كَمَالِ

۴۷۰ھ — ۹۱ھ

علمی ذوق رکھنے والے شائقین ہی اس شعر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو ایک طرف ادبی اور معنوی حیثیت سے بھی نادر ہے تو دوسری طرف بحساب ابجد لفظ "عشق" کے عدد چار سو ستر (۴۷۰) آپ کی ہجری تاریخ ولادت ہے اور لفظ "کمال" کے ۹۱

اکیانوے آپ کی مقدار عمر ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے (۵۶۱) پانچ سو اکسٹھ آپ کا ہجری سنِ وفات حاصل ہوتا ہے۔

شجرۂ نسب سیدنا حضرت غوث اعظمؓ کا شجرۂ نسب آپ کے والد ماجد کی طرف سے حضرت امام حسنؓ تک اور آپ کی والدۂ ماجدہ کی جانب سے حضرت امام حسینؓ تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔



غوث اعظمؒ کی کثیر اولاد! غوث الوریٰ حضرت محبوب سبحانیؒ کو رب العزت نے کثیر اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔ مولفِ قلائد الجواہر (عربی) نے آپ ہی کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "ہمارے والد ماجد کی جملہ اولاد انچاس (۴۹) تھی جن میں سے اولاد ذکور ستائیس (۲۷) اور باقی اولاد اناث تھی۔"

حضرت غوث اعظمؒ کی ذریت نے بغداد شریف کے علاوہ مصر، قاہرہ، حلب اور حماہ (شام) وغیرہ کو تبلیغ اسلام کی خاطر اپنا وطن بنایا پھر اپنے تبلیغی مشن پر بشمول ہندوستان دنیا کے تمام خطوں میں پھیل کر ان نفوس قدسیہ نے اشاعتِ اسلام کے لیے خود کو وقف کر دیا آپ کے ایک صاحبزادے حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قادریؒ (۵۲۸ھ تا ۶۰۳ھ) م (۱۱۳۵ء تا ۱۲۲۷ء) کی اولاد مبارک میں سے جن صاحبزادوں نے حماہ (شام) کو اپنا وطن بنایا وہ اپنے نام کے ساتھ "حموی" لکھنے لگے اور جو بغداد شریف میں ہی مصروف تبلیغ رہے وہ "بغدادی" کہلائے۔

چنانچہ حضرت عبدالرزاق قادریؒ کے ایک صاحبزادے حضرت سید ابو صالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی (۵۲۲ھ تا ۶۳۳ھ) م (۱۱۴۰ء تا ۱۲۳۷ء) تھے جن کے فرزند حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادی (وفات ۶۵۶ھ م ۱۲۵۹ء) کے تینوں صاحبزادوں کی ذریت، ہندوستان تشریف لائی جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱. بڑے صاحبزادے حضرت سید ابو جعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادی قدس سرہٗ
۲. منجھلے صاحبزادے حضرت سید عبداللہ قادری بغدادی قدس سرہٗ۔
۳. چھوٹے صاحبزادے حضرت سید ابی السعود ظہیر الدین احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

ذیل کے شجرۂ نسب سے اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

جدنا غوث اعظم حضرت سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی

|

حضرت سید ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادیؒ

|

حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادیؒ

|

حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادیؒ

حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادیؒ — حضرت سید عبداللہ قادری بغدادیؒ — حضرت سید ابی السعود ظہیر الدین احمد قادری بغدادیؒ

خانوادۂ غوث اعظمؓ کی متذکرہ بالا تینوں شاخوں میں بڑے صاحبزادے حضرت سید ابو جعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادی قدس سرہٗ مولف ہذا کے جد اعلیٰ ہیں۔ دوسرے صاحبزادے حضرت سید عبداللہ قادری بغدادیؒ کی اولاد میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ مشائخ ٹیکمال ہیں جو کتاب ہذا کے اصل موضوع سخن ہیں۔ ان تینوں شاخوں میں پشت در پشت ایک دوسرے کے درمیان ازدواجی روابط قائم ہیں۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک شاخ کا مختصر تذکرہ معہ شجرۂ نسب بھی درج کر دیا جائے۔

شاخ اوّل حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادری البغدادیؒ کی اولاد میں حضرت سید ابوالنصر وجیہ الدین یحییٰ قادری البغدادیؒ اپنے دونوں برادران (حضرت سید وجود قادری بغدادیؒ و حضرت سید موجود قادری بغدادیؒ) اور تین فرزندان (حضرت سید ابوالمحمود عصام الدین زکی قادری بغدادیؒ حضرت سید جہانگیر الدین قادری بغدادیؒ و حضرت سید برہان الدین قادریؒ) اور دیگر اقارب و مریدین و خادمین کے ہمراہ آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں جب کہ ہندوستان تیموری لنگ

کے زیر نگیں تھا، بغداد شریف سے ملک دکن کے پرگنہ نرکھوڑہ میں وارد ہوئے جو بلدہ حیدرآباد سے تقریباً ۲۳ کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور کفر و ضلالت کے خلاف جنگ و جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے صرف آپ کے نبیرہ حضرت سید ابوالحسن فخرالدین امیر علی زاہد قادریؒ بقید حیات رہے جن سے نسل جاری ہے۔ مندرجہ بالا شہداء کرام میں سے حضرت سید جہانگیرالدین قادری بغدادیؒ اور حضرت سید برہان الدین قادریؒ کے مزارات مبارک نرکھوڑہ سے قریب ہی موضع یلمن نروہ میں "حضرت جہانگیر پیرانؒ" کے نام سے مشہور ہیں اور باقی تمام بزرگوں کے مزارات نرکھوڑہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہیں جہاں بلالحاظ مذہب و ملت عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس شاخ کے باقی بزرگوں کے مزارات حیدرآباد میں بمقام کاروان ساہواں و دریچہ بواہیر واقع ہیں۔ اس شاخ کا خاندانی شجرہ نسب حسب ذیل ہے جو کتاب "شجرِ غوثیہ ٹیکمال" مرتبہ حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہٗ سے نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ سیدنا وجدنا حضرت غوث اعظم ابو محمد سید محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

۲۔ حضرت ابوبکر سید تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہٗ

۳۔ حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۴۔ حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۵۔ حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادی قدس سرہٗ

۶۔ حضرت سید ابو محمد جمال الدین موسیٰ قادری بغدادی قدس سرہٗ

۷۔ حضرت سید ابوالمحاسن بدر الدین ہاشم قادری بغدادی قدس سرہٗ

۸۔ حضرت سید ابوتراب امیر الدین حسین صالح قادری بغدادی قدس سرہٗ

حضرت سید وجود قادری بغدادیؒ | ۱۔ حضرت سید ابوالنصر وجیہ الدین یحییٰ قادری بغدادیؒ | حضرت سید موجود قادری بغدادیؒ

(۹ حضرت ابوالنصر وجیہ الدین یحییٰ قادری بغدادیؒ)

حضرت سید جہانگیر الدین قادری بغدادیؒ — ۱۰۔ حضرت سید ابو المحمود عصام الدین زکی قادری بغدادیؒ — حضرت سید برہان الدین قادری بغدادیؒ

۱۱۔ حضرت سید ابوالحسن فخر الدین امیر علی زاہد قادریؒ

۱۲۔ حضرت سید ابو العلاء شمس الدین حسن قادریؒ

۱۳۔ حضرت سید ابوالخیر جلال الدین عارف قادریؒ

۱۴۔ حضرت سید ابو محمد علم الدین نقی ملک عبداللہ قادریؒ

۱۵۔ حضرت سید ابوالنصر محی الدین ملک احمد قادریؒ

۱۶۔ حضرت سید ابو الحسنات نور الدین منصور قادریؒ

۱۷۔ حضرت سید ابو التسلیم رضا صوفی درویش قادریؒ (نبیرۂ حضرت سید شاہ ابو قتال حسینیؒ)

۱۸۔ حضرت سید ابو البرکات اکبر صوفی درویش قادریؒ

۱۹۔ حضرت سید ابو القاسم حیدر شاہ علی صوفی درویش قادریؒ

۲۰۔ حضرت سید ابو الفیض سبحان علی صوفی درویش قادریؒ

۲۱۔ حضرت سید ابو الاعظم سجاد علی صوفی درویش قادریؒ

۲۲۔ حضرت سید ابو العابد اعظم علی صوفی درویش قادریؒ

۲۳۔ حضرت سید ابو الخیر احمد علی صوفی درویش قادریؒ

حضرت سید ابو التسلیم رضا علی صوفی اکبر قادری مدظلہ — ابو الاعظم سید اعظم علی صوفی اعظم قادری (مولف) — سید ابو الاعلیٰ سید سجاد علی صوفی اعلیٰ قادری

نوٹ: اس شاخ کے موجودہ سجادہ نشین صدر خطیب اخی المعظم حضرت سید ابو التسلیم رضا علی صوفی قادری مدظلہ، ہیں جن کے نام شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی جاری کردہ نقدی معاش موروثی طور پر آج بھی حکومت آندھرا پردیش سے جاری ہے۔

شاخ دوم اسی شاخ کے چشم و چراغ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ ہیں جنکے تفصیلی حالات آگے کے صفحات پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں صرف خاندانی شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے۔ جو کتاب شجرۂ "غوثیہ ٹیکمال" سے نقل کیا گیا ہے۔

۱۔ سیدنا و جدنا غوث اعظم حضرت سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ
۲۔ حضرت سید ابو بکر تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہٗ
۳۔ حضرت سید ابو صالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ
۴۔ حضرت سید ابو النصر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہٗ
۵۔ حضرت سید عبداللہ بغدادی قدس سرہٗ
۶۔ حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہٗ
۷۔ حضرت سید جعفر قادری قدس سرہٗ
۸۔ حضرت سید محمد قادری قدس سرہٗ
۹۔ حضرت سید محمد عبدالغفار قادریؒ
۱۰۔ حضرت سید محمد قادریؒ
۱۱۔ حضرت سید عبدالرؤف قادریؒ
۱۲۔ حضرت سید عبدالوہاب قادریؒ
۱۳۔ حضرت سید قریش قادریؒ
۱۴۔ حضرت سید ابو الفتح ہدایت اللہ قادریؒ
۱۵۔ حضرت سید سلطان الموحدین قادریؒ
۱۶۔ حضرت سید حمید قادریؒ
۱۷۔ حضرت سید عبدالملک قادریؒ
۱۸۔ حضرت سید عمر قادریؒ
۱۹۔ حضرت سید احمد قادریؒ
۲۰۔ حضرت سید علی مسعود قادریؒ
۲۱۔ حضرت سید اولیاء قادریؒ
۲۲۔ حضرت سید ابو الحسن قادریؒ
۲۳۔ حضرت سید احمد قادریؒ
۲۴۔ حضرت سید جمال اللہ قادریؒ الہ آبادی
۲۵۔ حضرت سید عبدالواحد قادریؒ
۲۶۔ حضرت سید شکر اللہ قادریؒ
۲۷۔ حضرت سید عبدالواحد قادری ثانیؒ
۲۸۔ حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ
۲۹۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ

نوٹ : اس شاخ کے موجودہ سجادہ نشین برادر زادہ ام مولوی سید احمد نور اللہ صاحب قادری دامت برکاتہ (بی. یس. سی) ہیں جن کے نام حکومت آندھرا پردیش سے موروثی معمولات جاری ہیں۔

شاخِ سوم اس شاخ کی گیارھویں پشت کے بزرگ حضرت سید عبداللطیف قادری حمویؒ سولھویں صدی عیسوی کے آخری زمانے میں کرنول (جو سابق ریاست حیدرآباد میں شامل تھا) میں تشریف لائے جہاں آپ کا مزار شریف ہے اور عرس شریف بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی آئندہ پشتوں نے حیدرآباد کو اپنا وطن بنایا جن میں سے حضرت سید محی الدین ثانی قادریؒ اور حضرت سید موسیٰ قادریؒ کے مزارات حیدرآباد ہی میں اندرون پل قدیم واقع ہیں۔ خاندانی حالات کتاب "کلام عارفؒ" مولفہ مولوی ابوالفضل سید محمود صاحب قادری میں درج ہیں جس سے صرف شجرۂ نسب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ جدنا غوث اعظم حضرت سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

۲۔ حضرت سید ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہٗ

۲۔ حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۳۔ حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۴۔ حضرت سید ابی السعود ظہیر الدین احمد قادری بغدادی قدس سرہٗ

۵۔ حضرت سید سیف الدین یحییٰ قادری حمویؒ

۶۔ حضرت سید شمس الدین محمد ثانی قادری حمویؒ

۷۔ حضرت سید علاؤالدین علی قادری حمویؒ

۸۔ حضرت سید بدرالدین حسن قادری حمویؒ

۹۔ حضرت سید ابی العباس شہاب الدین احمد قادری حمویؒ

۱۰۔ حضرت سید قطب الدین محمد قادری حمویؒ

۱۱۔ حضرت سید ناصر الدین ہاشم قادری حمویؒ

۱۲۔ حضرت سید کمال الدین عارف قادری حمویؒ

۱۳۔ حضرت سید شرف الدین زاہد قادری حمویؒ

۱۴۔ حضرت سید طاہر قادری حمویؒ

۱۵۔ حضرت سید عبد اللطیف قادری حمویؒ

۱۶۔ حضرت سید محی الدین ثانی قادریؒ

۱۷۔ حضرت سید عبد المحی الدین قادریؒ

۱۸۔ حضرت سید درویش محی الدین قادریؒ

۱۹۔ حضرت سید محمد قادریؒ

۲۰۔ حضرت سید موسیٰ قادریؒ

۲۱۔ حضرت سید حسین قادریؒ

۲۲۔ حضرت سید غلام محی الدین قادریؒ

۲۳۔ حضرت سید مرتضیٰ قادریؒ

۲۴۔ حضرت سید محمد علی قادریؒ

۲۵۔ حضرت سید وحید القادریؒ

اس شاخ کی درگاہ شریف واقع کرنول کے صاحب سجادہ مولوی سید شاہ عبد اللطیف صاحب قادری ثانی اور درگاہ شریف واقع اندرون پل قدیم حیدر آباد کے موجودہ متولی و سجادہ مولوی قاری سید شاہ محمد فضل اللہ صاحب قادری الموسوی ہیں جن کے نام حکومت آندھرا پردیش سے نقدی معاش و معمولات جاری ہیں۔

خانوادۂ غوث اعظمؓ کے خاندانی القاب

سیدنا حضرت غوث الثقلینؓ کے خانوادۂ مبارک سے خاندانی ونسبی شرف کے اظہار

کے لیے ناموں کے آخر میں جیلی، جیلانی، گیلانی، بغدادی، حموی اور قادری وغیرہ کے القاب استعمال کیے جاتے ہیں۔

لیکن "قادری" کی نسبت نہ صرف حضرت غوث اعظمؓ سے نسبی تعلق کے لیے مستعمل ہے بلکہ طریقت کے مشہور "سلسلۂ عالیہ قادریہ" سے وابستہ مرید ہیں، طالبین اور متوسلین بھی اپنے نام کے ساتھ "قادری" لکھنا باعثِ شرف و برکت سمجھتے ہیں کیوں کہ "سلسلۂ عالیہ قادریہ" کے صدر نشین اور سرتاج حضور غوث پاکؓ کی ہی ذات والا صفات ہے۔

تاریخی حسن اتفاق حضرت غوث اعظمؒ کے خاندان مبارک کی مذکورہ بالا تینوں شاخوں کے تاریخی حالات کا بغور مطالعہ اور تجزیہ کرنے کے بعد برادرم مولوی سید اصلاح صاحب قادری نے جو دلچسپ نتیجہ اخذ فرمایا ہے اس کو تاریخ میں "حسن اتفاق" کا نام دیا جا سکتا ہے لیکن یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ان تینوں شاخوں میں تقریباً ہر دو سو سال کے وقفہ سے کوئی نہ کوئی ایک بلند پایہ ولی کامل اور قطب گذرا ہے۔ چنانچہ شاخ اول میں حضرت جہانگیر پیراں قادری بغدادی قدس سرہٗ (مزار واقع لمبوں گڑہ قریب نرکوڑہ حیدرآباد)۔ جیسے ولی کامل کا وصال قریب ۸۰۳ھ م ۱۴۰۱ء یعنی پندرھویں صدی عیسوی میں ہوا ہے تو اس کے تقریباً دو سو سال بعد شاخ دوم میں حضرت سید عبداللطیف قادری حموی قدس سرہٗ (مزار واقع کرنول) کا وصال قریب ۱۰۰۰ھ م ۱۵۹۱ء یعنی سترھویں صدی عیسوی میں ہوا اس کے تقریباً دو سو سال بعد شاخ سوم میں حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہٗ (مزار واقع ٹیکمال) کا قریب ۱۲۱۹ھ م ۱۸۰۵ء یعنی انیسویں صدی عیسوی میں وصال ہوا ہے۔

تیسرا باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ

خاندان حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا تعلق ٹیکمال کے مشہور سادات مشائخ گھرانے سے تھا آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ ایک صاحب کرامات بزرگ اور اولیاء اللہ سے تھے جو اپنے والد اور جد امجد کے ساتھ بمقام "تکیہ درگاہ شریف" واقع ٹیکمال مدفون ہیں آپ کے اجداد کب اور کس طرح ہندوستان میں پہلے الہ آباد اور پھر دکن تشریف لائے اس کی تفصیل باب اول میں دی جا چکی ہے۔

لیکن یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ اس خاندان کے بزرگوں نے جیسے ہی شمالی ہند سے کوچ فرمایا تو دہاں موجود شاہان مغلیہ کی حکومت کا زوال شروع ہو گیا اور جب یہی اللہ والے دکن کی سرزمین میں تشریف لائے تو یہاں نظام الملک آصفجاہ کی حکومت کا آغاز ہوا اور ریاست حیدرآباد کو عروج حاصل ہوا۔

نسب آپ کا سلسلۂ نسب اٹھائیسویں پشت میں حضور غوث اعظم میران پیر سے جا ملتا ہے مکمل شجرۂ نسب پچھلے باب میں دیا جا چکا ہے۔

ولادت ۱۲۱۹ھ م ۱۸۰۵ء میں بمقام ٹیکمال ضلع میدک حضرت قدس کی ولادت باسعادت ہوئی ہجری سن میں مادۂ تاریخ "ظہور حق" ہے۔

دورِ طالب علمی

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو بچپن ہی سے علوم دینی اور مذہبی گرمیوں سے خصوصی لگاؤ تھا۔ یہی دلچسپی تھی کہ ۱۲۳۳ھ م ۱۸۱۸ء میں صرف چودہ سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں تن تنہا ٹیکمال سے حیدرآباد تشریف لے گئے تاکہ حیدرآباد میں موجود علمائے عصر سے فیضان حاصل کریں۔ اپنے والد سے دوری کے سبب مالی امداد کا کوئی مستقل ذریعہ بھی نہ تھا۔ ایسے دشوار حالات میں قیام و طعام کی فکر کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک فراغت تعلیم کے مراحل کو طے کرنا ایک کم عمر طالب علم کے لیے ایک مجاہدہ سے کم نہ تھا جو محض آپ کے ذاتی شوقِ علمی کا نتیجہ تھا۔

والد ماجد کا وصال

لیکن آپ جب کہ حصول تعلیم میں حیدرآباد میں قیام فرماتے تو اسی دوران آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کا سایۂ شفقت اٹھ گیا جس کی اطلاع پاکر ۱۲۳۹ھ م ۱۸۲۴ء میں جب آپ اپنے وطن ٹیکمال واپس ہوئے تو اپنے والد مرحوم سے بوقت وصال ظاہر کردہ کرامات کا جابجا تذکرہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ علوم ظاہری میں تو مہارت حاصل کر چکے تھے لیکن اپنے والد ماجد کے اچانک وصال کی وجہ سے سلسلۂ بیعت و خلافت حاصل نہ ہونے کا آپ کو بہت ملال تھا۔ اسی احساس سے ہمیشہ بے قرار و غمگین رہتے اور اپنے والد مرحوم کی روح مبارک سے فیض باطنی کی ہمیشہ التجا فرمایا کرتے۔ بالآخر آپ کے والد ماجد نے بحالتِ خواب ان الفاظ میں آپ کی ہمت بڑھائی "جب تک میں زندہ رہا تم غفلت میں رہے اور اب راہِ سلوک طے کرنا چاہتے ہو تو یہ مرشد کامل کے بغیر مشکل ہے جو دنیا میں زندہ ہوں لہٰذا اس کے لیے جستجو کرو کیوں کہ جو محنت و جستجو کرتا ہے اسی کو کامیابی نصیب ہوتی ہے۔"

پیر کامل کی تلاش

چنانچہ آپ نے اشتیاق سلوک میں ایک پیر کامل کی تلاش شروع کردی۔ ایک رات آپ کیف و مسرت میں مولانا جامیؒ کی مثنوی

"یوسف زلیخا" کا مطالعہ کرتے کرتے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوث پاکؓ کی بارگاہ میں بچشم نم حسرت سے یوں عرض کرنے لگے "آپ کا یہ غلام ابن غلام آپ کی بارگاہ عالی کے کتّوں سے نسبت رکھتا ہے. خدا کے واسطے اس بھٹکے ہوئے پر اپنی ایک نظر کرم فرمایئے اور قطبیت کے فیض سے نوازیئے بھلا غلام اپنے آقا کو اور خادم اپنے مخدوم کو چھوڑ کر جا ہی کہاں سکتا ہے"۔

پیر و مرشد کا دیدار

اسی عالم استغراق میں آپ کو آنکھ لگ گئی تو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بے حد نورانی چہرہ والے بزرگ "یا غوث" کا نعرہ لگاتے ہوئے ظاہر ہوئے جن کو دیکھتے ہی آپ بے خود ہو کر ان کے قدموں پر گر پڑے۔ جب وہ بزرگ شفقت کے ساتھ آپ کو اٹھا کر اپنے گلے لگا لیے تو آپ نے روتے ہوئے فریاد کی "اے میرے دستگیر میری مدد فرمایئے"۔ جواب ملا "تمہارے جد حضرت غوث اعظمؓ تمہارے قریب کھڑے ہوئے اسی کا حکم دے رہے ہیں کل میرے مکان واقع محلہ قاضی پورہ متصل مقبرہ خواجہ خلیل حیدرآباد آؤ تاکہ تمہارے جد حضرت غوث پاکؓ کے حکم کے مطابق میرے پاس جو تمہاری امانت ہے تمہارے حوالے کر دوں" اور خواب میں ہی اپنا اسم گرامی "شاہ معروف قادری" بتا دیئے!

پیر و مرشد سے ملاقات

بعجلت ممکنہ آپ پیر و مرشد کے مکان کی تلاش میں نکلے اور جب بتائے ہوئے پتہ پر پہنچے تو دیکھا کہ دیوان خانہ میں تنہا کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول وہی بزرگ رونق افروز ہیں جن سے خواب میں زیارت کا شرف ہوا تھا۔

بیعت و خلافت

منزل مقصود تک تو پہنچ چکے تھے اب گوہر مقصود حاصل کرنے کے لیے دور کار مجاہدوں اور ریاضتوں سے گزرتے کے بعد پیر و مرشد کی صحبت میں جملہ سلوک کی تکمیل کرلی بالآخر بتاریخ ۲۴ / محرم ۱۲۴۱ھ م ۱۸۲۶ء

پیر و مرشد نے اپنے شیخ یعنی حضرت سید امیاں صاحب قبلہؒ کے عرس شریف کی تقریب میں آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا، ذکر کی تلقین کی اور مراقبہ و مجاہدہ کی تعلیم سے نوازا۔

اس کے بعد بتاریخ ۲۵ رمضان ۱۲۴۱ھ م ۱۸۲۶ء خود پیر و مرشد اپنے ارادت مند حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی قیام گاہ پر علی الصبح اچانک تشریف لائے اور اپنے خواب میں محبوب سبحانی حضرت غوث اعظمؓ کے حسب الحکم خلافت قادریہ اور محبوب الٰہی حضرت شیخ المشائخ نظام الدینؒ کے حسب الحکم خلافت چشتیہ سید صاحب حسینی قادریؒ کو عطا کرنے کی اجازت مل جانے کی خوشخبری سنائی چنانچہ مشائخ و فقراء کے لیے طعام کے اہتمام کے بعد بتاریخ ۲۷ رمضان ۱۲۴۱ھ م ۱۸۲۶ء بلدہ کے مشائخ و فقرا کی موجودگی میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو قادریہ اور چشتیہ دونوں سلسلوں میں خرقہ خلافت سے سرفراز کیا گیا جس کے بعد مزید کچھ دن پیر و مرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد اجازت لے کر آپ اپنے وطن ٹیکمال واپس ہوئے۔

جانشینی دو سال بعد یعنی ۱۲۴۳ھ م ۱۸۲۹ء میں پیر و مرشدؒ پہلی مرتبہ حضرت اقدسؒ کے پہلے فرزند شیر خوار کے عقیقہ کی تقریب میں دعوت پر ٹیکمال تشریف لائے مگر پیر و مرشدؒ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ فرزند مذکور کا انتقال ہو گیا اس لیے پرسہ دینے کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ۱۲۴۵ھ م ۱۸۳۱ء میں احمد بادشاہ صاحب مشائخ میدک کی بیوی کے انتقال پر تعزیت دینے کے لیے پیر و مرشدؒ ٹیکمال دوسری بار رونق افروز ہوئے تو آپ کے لیے حضرت اقدسؒ نے ایک مسند آراستہ کی جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پیر و مرشدؒ نے تمام اہالیان ٹیکمال کے سامنے ارشاد فرمایا "یہ مسند سجادگی اور خلافت تم کو مبارک" یہ دراصل حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کی جانب سے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو ٹیکمال میں اپنا قائم مقام اور روحانی جانشین بنانے کا اعلان عام تھا جس کے ہفتہ عشرہ بعد آپ

بلدہ واپس تشریف لے گئے۔

روحانی ٹیلیویژن آج کل جو بدعقیدہ لوگ اولیاء اللہ کے روحانی تصرف کے خصوصاً بعد وصال قائل نہیں ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے یہ واقعات کیا کافی نہیں ہیں کہ کس طرح اولیاء اللہ اپنی ظاہری زندگی میں اور اپنے وصال کے بعد بھی روحانی طور پر فیضان پہنچاتے اور دستگیری فرماتے ہیں اور اپنے روحانی ٹیلیویژن کے ذریعہ ان تمام مقاصد کی تکمیل فرما دیتے ہیں، جو آج کا مادی ٹیلیویژن تک نہیں کر سکتا۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا خواب میں آپ کے والد ماجد کا بعد وصال تشریف لانا اور تلاش پیر کامل کی ترغیب و ہدایت دینا پھر آپ کے پیر و مرشد کا حیدرآباد میں بیٹھے بیٹھے گجرات میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خواب میں ظاہر ہو کر اپنا تعارف کرانا اور تکمیل سلوک اور خاندانی امانت لینے کے لیے حیدرآباد آنے کی ہدایت دیتے ہوئے اپنے نام و پتہ کی واضح نشاندہی فرمانا یہ سب روحانی فیوض کے کمالات نہیں تو اور کیا ہیں۔ جو عقلی گھوڑے دوڑانے والوں کی فہم و ادراک سے باہر ہے۔

شجرۂ خلافت پچھلے باب میں حضرت اقدسؒ کے نسبی شجرہ کی تفصیل دی گئی تھی لیکن جو حضرات آپ کے دامن طریقت سے قادریہ یا چشتیہ سلسلہ میں وابستہ ہیں ان کی واقفیت کے لیے آپکے دونوں شجرہ جات قادریہ و چشتیہ کا بیان درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ وہی شجرہ جات طریقت ہیں جن کو ہر سال حضرت پیر شاہد اللہ شاہ محمد معروف قادریؒ کے عرس شریف کے موقعہ پر سجادہ صاحب حسب روایت قدیم حاضرین کو سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شجرۂ قادریہ

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲. حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رض
۳. حضرت امام حسن رض و امام حسین رض
۴. حضرت امام زین العابدین رض
۵. حضرت امام محمد باقر رض
۶. حضرت امام جعفر صادق رض
۷. حضرت امام موسیٰ کاظم رض
۸. حضرت امام علی موسیٰ رضا رض
۹. حضرت سیدنا معروف کرخی رض
۱۰. حضرت سیدنا سری سقطی رض
۱۱. حضرت سیدنا جنید بغدادی رض
۱۲. حضرت سیدنا ابوبکر شبلی رض
۱۳. حضرت سیدنا ابوالفضل عبدالواحد رض
۱۴. حضرت سیدنا ابوالفرح یوسف طرطوسی رض
۱۵. حضرت سیدنا ابوالحسن علی رض
۱۶. حضرت سیدنا ابوسعید مبارک مخرمی رض
۱۷. حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
۱۸. حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری رض
۱۹. حضرت سیدنا ابوصالح نصیرالدین قادری رض
۲۰. حضرت سیدنا ابونصر قادری رض
۲۱. حضرت سیدنا سید محمد قادری رض
۲۲. حضرت سیدنا سید حسن قادری رض
۲۳. حضرت سیدنا سید محمد احمد قادری رض
۲۴. حضرت سیدنا سید علی قادری رض
۲۵. حضرت سیدنا سید محمد قادری رض
۲۶. حضرت سیدنا سید حسن قادری رض
۲۷. حضرت سیدنا سید موسیٰ قادری رض
۲۸. حضرت سیدنا بہاء الدین قادری رض
۲۹. حضرت سیدنا سید محمد قادری رض
۳۰. حضرت سیدنا زین الدین قادری رض
۳۱. حضرت سیدنا نظام الدین قادری رض
۳۲. حضرت سیدنا سید عبدالحی قادری رض
۳۳. حضرت سیدنا سید حاجی حسین قادری رض
۳۴. حضرت سیدنا محی الدین قادری رض
۳۵. حضرت سیدنا سید حافظ حسین قادری رض
۳۶. حضرت سیدنا عبدالقادر شاہ قادری رض
۳۷. حضرت سیدنا احمد شاہ قادری رض

۳۸. حضرت سیدنا مخدوم محی الدین عرف سید امیاں قادریؒ
۳۹. حضرت سیدنا شاہد اللہ محمد معروف قادریؒ
۴۰. حضرت سیدنا سید صاحب حُسینی قادریؒ

شجرۂ چشتیہ

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲. حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہؓ
۳. حضرت خواجہ حسن بصریؒ
۴. حضرت خواجہ عبدالواحدؒ
۵. حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ
۶. حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادھمؒ
۷. حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشیؒ
۸. حضرت خواجہ ھبیرۃ البصریؒ
۹. حضرت خواجہ علو شاد دینوریؒ
۱۰. حضرت خواجہ ابو اسحٰق چشتیؒ
۱۱. حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ
۱۲. حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ
۱۳. حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ
۱۴. حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ
۱۵. حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
۱۶. حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
۱۷. حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ
۱۸. حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ
۱۹. حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ
۲۰. حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو درازؒ
۲۱. حضرت خواجہ جمال الدین مغربیؒ
۲۲. حضرت کمال الدین بیابانیؒ
۲۳. حضرت شمس العشاقؒ
۲۴. حضرت خواجہ برہان الدینؒ
۲۵. حضرت خواجہ امین الدین بیابانیؒ
۲۶. حضرت خواجہ علی گنج بخشؒ
۲۷. حضرت خواجہ برہان الدین اولیاءؒ
۲۸. حضرت خواجہ عاشق داؤدؒ
۲۹. حضرت خواجہ سید محمد معروف از دنیاؒ
۳۰. حضرت خواجہ حافظ حُسین شاہؒ
۳۱. حضرت خواجہ احمد شاہ قادریؒ
۳۲. حضرت سید مخدوم محی الدین چشتیؒ
۳۳. حضرت شاہد اللہ محمد معروف چشتیؒ
۳۴. حضرت سید صاحب حسینی چشتیؒ

نوٹ:- کسی بھی شجرۂ طریقت کو پڑھتے وقت ان آداب کا لحاظ رہے کہ ہر اسم شریف کے قبل "الٰہی بحرمت" اور آخر میں "قدس سرہٗ" کہیں ان اسمائے گرامی کے پڑھنے میں بلاشبہ فیض و برکت کی تاثیر ہوتی ہے اس لیے بعض اہل قدر حضرات روزانہ ایک بار اللہ کے ان محبوبوں کے نام کا بطور وظیفہ پابندی سے ورد کرتے اور اس کی برکت اور طفیل سے دارین کی کئی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔

حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ

حضرت سید صاحب حسینی نادری کو چشتیہ سلسلہ میں خرقۂ خلافت عطا کرنے کی اجازت و ہدایت حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے مرحمت فرمائی تھی لہٰذا آپ کا یہاں مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین بداؤنی محبوب الٰہیؒ، حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر اجودھنیؒ کے خلفاء سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد دانیال ابن علی بخاری ہے۔ آپ کے القاب سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہیں خطاب محبوب الٰہی ہے آپ کے دادا اور نانا خواجہ عرب شہر بخارا سے شیخ احمد دانیال کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے۔ وہاں کچھ مدت رہ کر بداؤن تشریف لے گئے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے یہیں پر شیخ نظام الدین اولیاءؒ ۶۳۴ھ م ۱۲۳۶ء میں پیدا ہوئے۔ اسی سال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصال فرمایا اور یہی زمانہ سلطان شمس الدین التمش المتوفی ۶۳۴ھ م ۱۲۳۶ء کا ہے۔ حضرت نظام الدینؒ کا سن مبارک ابھی صرف پانچ سال کا ہی تھا کہ حضرت کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور بداؤن کے قریب ہی مدفون ہوئے اس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخاؒ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ دس سال کی ہی عمر میں آپ نے حدیث تفسیر صرف و نحو اور منطق و معانی وغیرہ علوم ظاہری کی دستار فضیلت کو زیب سر فرمایا اور بیس سال کی عمر

میں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے حقیقی برادر حضرت شیخ نجیب الدین متوکل کی صحبت میں پہنچے۔ ان کے وسیلے سے حضرت شیخ گنج شکرؒ کے حضور میں بمقام اجودھن حاضر ہوئے تو حضرت گنج شکرؒ نے پہلے یہ فرمایا ہے

اے آتش فراقت دل ہا کباب کردہ ٭ سیلاب اشتیاقت جاں ہا خراب کردہ

یعنی تیری جدائی کی آگ نے کئی دلوں کو جلا کر کباب بنا دیا ہے۔ تیرے اشتیاق کے طوفان نے کئی جانوں کو برباد کر دیا ہے۔ حضرت شیخ فریدؒ کی زبان مبارک سے نکلا یہ کلام حضرت نظام الدینؒ کے سینے میں تیر کی مانند ایسا پیوست ہوا کہ آپ بے ساختہ اور والہانہ مرید ہو گئے۔ بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ م ۱۳۲۶ء بعمر ۹۱ سال آپ کا طائر روح قفس عنصری سے آشیانۂ جنت الفردوس کی طرف پرواز کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! تذکرۃ العاشقین اور سیر الاصفیاء میں آپ کی عمر ۹۴ سال لکھی ہے۔

حضرت اقدس سید صاحب حسینیؒ بحیثیت مصلح قوم اپنے پیر و مرشد سے خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد جب حضرت اقدسؒ اپنے وطن لوٹے تو اس وقت ٹیکمال کے اطراف و اکناف میں ظلمت و گمراہی کا دور دورہ تھا اور لوگ جہالت و بے علمی کے شکار تھے۔ ان کی معاشی پستی کا یہ عالم تھا کہ جب تک جنگل سے لکڑی جمع کر کے نہ لائیں گھر کا چولھا نہیں سلگ سکتا تھا۔

حضرت اقدسؒ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کس طرح وطن والوں کو علم کے زیور سے آراستہ کر کے ان کے معاشی حالات کو سدھارا جائے اور ان سے جہالت کو دور کیا جائے۔ چنانچہ جنوری ۱۸۲۷ء م ۱۲۴۱ھ میں آپ نے ایک اسکول قائم کیا جس کا نام "مدرسہ حسینیہ" رکھا جو بعد میں اس زمانہ کے ایک کالج کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ قصبہ کے ہر گھر سے بلا لحاظ مذہب و ذات ایک ایک لڑکے کا انتخاب کر کے صبح و شام ان کی تعلیم و تربیت میں خود شخصی دلچسپی لیا کرتے جس کی وجہ سے غریب طلباء لائق

بن کر اپنا روزگار کمانے کے قابل بن گئے۔ اس طرح آپ کی ہدایت سے تعلیم کی روشنی گھر گھر پہنچ گئی اور ایسا اخلاقی و معاشی انقلاب آگیا کہ سب لوگ خوشحالی میں زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت اقدسؒ کے قائم کردہ مدرسہ حسینیہ کی مزید ترقی کی تفصیل آئندہ صفحات پر ایک علیحدہ سرخی کے تحت بیان کی جائے گی۔

رشد و ہدایت اسلام کی تبلیغ و اشاعت تو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد کا اصلی مشن تھا چنانچہ مدرسہ حسینیہ میں قرآن حدیث تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم دینی کی اعلیٰ تعلیم سے طالبان علم کو آراستہ کیا جاتا تھا جو دور دراز مقامات سے ٹیکمال کے اس علمی مرکز کو آتے اور فیضیاب ہوا کرتے۔ آپ کی ذات بابرکات جامع علوم شریعت و طریقت تھی اس لیے اصول شریعت کی پابندی کے ساتھ سلوک طریقت کی تکمیل کا پورا اہتمام تھا۔

شریعت کی حفاظت اور دینی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ نے ۱۸۲۶ء م ۱۲۴۲ھ میں ٹیکمال میں سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی جو تعمیر کے بعد ضلع میدک کی بڑی مساجد میں شمار ہونے لگی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مساجد اور خانقاہ کی تعمیر بھی کی گئی جس میں طالبان علم اور سالکان طریقت کے لیے قیام و طعام کا عمدہ انتظام موجود تھا جہاں سے عملی تربیت پاکر بے شمار فارغین دینی و دنیوی اعزازات سے نوازے گئے۔ دنیا میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہوئے اور علم باطنی سے مستفیض ہوکر مخدوم دنا موز بھی ہوئے۔ آپ کی تبلیغ اور ذاتی محاسن و اخلاق سے متاثر ہوکر کئی ایک غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے جن میں ہندو، کائستھ، راجپوت اور برہمن وغیرہ سب اقوام شامل تھیں آپ ہی کے رشد و ہدایت سے سیکڑوں گم گشتہ راہ کو ایمان و ایقان کی منزلیں عطا ہوئیں۔

زہد و عبادت حضرت اقدسؒ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں یکتائے

زمانہ تھے۔ حضرت اقدسؒ کا معمول تھا کہ روزانہ دو بجے شب بیدار ہوتے نماز تہجد کے بعد مسلسل ذکر و شغل میں مصروف رہتے مراقبہ فرماتے اور تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی۔ نماز چاشت تک وظیفہ میں مصروف رہتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد عصر تک سورۂ یوسف تین مرتبہ اور سورۂ عم پانچ مرتبہ پڑھا کرتے۔ مغرب کے بعد عشاء تک نوافل میں مصروف رہتے نماز عشاءؑ کے بعد سورۂ تبارک اور سورۂ واقعہ پڑھتے اور رات کا خاصہ تناول فرمانے کے بعد آرام فرماتے۔ وظائف کی جس کتاب کو حضرت اقدسؒ اس قدر قلیل عرصہ میں ختم کر لیتے تھے اگر کوئی دوسرا پڑھنے کی کوشش کرے تو چار دن میں بھی پورا نہ کر سکے۔

یوں تو آپ جذبۂ قرب الٰہی اور آتش عشق حقیقی کی کیفیت میں ہمیشہ ڈوبے رہتے تھے لیکن رمضان کے مہینے میں یہ جذبہ اور بھی بڑھ جاتا تھا چنانچہ روزانہ کے وظائف کے علاوہ ہر دن کئی اور وظیفے پڑھتے جو ایک قرآن ختم کرنے کے برابر ہوتے۔ ہر ایک نماز کے بعد کا ذکر و شغل جدا جدا مقرر تھا جس کی پوری تفصیل کتاب "وظیفہ" میں موجود ہے۔

تصنیف و تالیف

آپ کے علم و فضل اور تجربہ کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو ادب، تصوف، سلوک، تاریخ اور مختلف قرآنی علوم پر مشتمل ہیں جن میں سے بعض منظوم اور بعض نثر میں ہیں ذیل میں چند تصنیفات کے نام معہ مختصر تعارف دیئے جاتے ہیں۔

۱. مثنوی شاہد اذکار جو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی کتاب "خاتمہ" کی منظوم شرح ہے۔

۲. شاہد الوجود جس کو "مجلۂ شاہدی" بھی کہتے ہیں تنزلات، تعریفات، اذکار، اشغال اور مثنوی کے پانچ عنوانات پر مشتمل ہے۔

۳. شواہد حسینی میں عقائد، فقہ، مسائل صوفیہ، خانوادہ ہائے طریقت، عبادات، عملیات، اذکار و اشغال درج ہیں۔

۴. "نکات شاہد" شرح ارشاد حضرت شاہدی جس میں حقیقت احدی و احمدی بیان کی گئی ہے اور مریدین کے وقتاً فوقتاً سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو ایک دفتر سے کم نہیں۔

۵. فرہنگ حسینی جس میں زبان فارسی کے قواعد سے چند اہم قاعدوں کو آسان اور عام فہم انداز میں ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب کی شکل دی گئی ہے تاکہ طالبان علم کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ قابلیت حاصل کر سکیں۔ ۱۲۴۵ھ م ۱۸۳۱ء میں حضرت اقدسؒ نے اس کتاب فرہنگ حسینی کی ترتیب ناصر الدولہ نظام الملک آصفجاہ کے عہد میں مکمل فرمائی۔ تقریباً ستر ۷۰ سال تک طلباء اس کتاب کی نقل کر کے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ۱۳۱۹ھ م ۱۹۰۱ء حضرت سید حسینی بادشاہ قادریؒ نے اپنے والد و مرشد حضرت سید احمد بادشاہ قادریؒ سجادہ دوم درگاہ شریف ٹیکمال کی سرپرستی میں اس کتاب کو طبع فرمایا۔ اس کتاب کی برکت یہ تھی کہ جو طالب علم بھی اس فرہنگ سے سیکھا اللہ تعالیٰ نے اس کو علم اور روزگار سے بے نیاز فرما دیا اور وہ ایسا فارغ البال ہوا کہ کبھی تنگ دست نہ ہوا۔

۶. مکتوب حسینی وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔

آپ کو اپنے پیر و مرشد سے کچھ اس قدر والہانہ عشق تھا کہ آپ نے اپنی اکثر تصانیف کو اپنے پیر و مرشد ہی کے نام سے موسوم فرمایا۔

رفاہی خدمات

حضرت اقدسؒ نے ٹیکمال کے عوام الناس کے لیے جو رفاہِ عام کے کارنامے انجام دیئے ہیں وہ آج تک صدقہ جاریہ کے طور پر قائم و برقرار ہیں۔ عوامی سہولت کے لیے آپ نے کئی کنویں کھدوائے کیوں کہ اس زمانہ میں آبرسانی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ٹیکمال کی مسجد کی باؤلی کا پانی اتنا میٹھا ہے کہ گاؤں کے لوگ آج بھی اس کے پانی کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ باؤلی اب تک خشک نہیں ہوئی۔ جو خود حضرت اقدسؒ

کی ایک کرامت ہے۔

اس کے علاوہ مدرسہ، خانقاہ، کئی مساجد اور مکانات کی بھی آپ نے تعمیر فرمائی۔ اپنے پیر و مرشد کی خوشنما گنبد اور احاطۂ درگاہ شریف میں چار کمانیں بھی آپ ہی کی نگرانی میں تعمیر ہوئیں جس کے بعد قصبۂ ٹیکمال کی رونق دوبالا ہوگئی۔

ہر فرقہ کی نظر میں محبوب و مقدس

حضرت اقدسؒ کی ایک ذات بابرکات میں کئی اعلیٰ خصوصیات جمع تھیں۔ آپ جہاں مبلغ و عالم دین تھے وہیں زہد و عبادت اور تقویٰ میں اپنی آپ نظیر تھے۔ پابند شریعت ہونے کے ساتھ طریقت کے مرشد کامل بھی تھے۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب و مصنف تھے تو ساتھ ہی مصلح قوم و ملت بھی تھے یہی وجہ تھی کہ ہر فرقہ و مذہب والوں کی نظر میں آپ نہایت محبوب و مخدوم بن گئے تھے چنانچہ ٹیکمال کی عوامی زندگی میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا وہ آپ ہی کی ہمہ پہلو خدمات کا رہون منت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی خدا ترسی، عبادت اور خدمت خلق سے عوام اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی جن میں بلا لحاظ مذہب و فرقہ ہر ایک شامل تھا۔ آپ کے کشف و کرامات دیکھنے کے بعد عوام تو عوام بلکہ خواص سے بھی کئی راجہ، امراء و شرفاء ریاست آپ کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو گئے جن میں نواب سلطان الدین خلف کبیر الدولہ جملۃ الملک و عمدۃ الملک کے علاوہ، لالہ بہادر راگھو رام صاحب دیسمکھ رام صاحب ٹیکمال کے شام لال صاحب، شمبھو پرشاد صاحب اور راجہ صاحب پاپنا پیٹ نیز سابق ریاست حیدرآباد کے وزراء اعظم مہاراجہ چندو لال بہادر اور نواب سالار جنگ بہادر قابل ذکر ہیں۔ اس طرح آپ کے فیضان سے گویا ایک عالم مستفید ہوا۔ سرکار آصفیہ میں بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی مدار المہام عہد سے مراسلت و مکاتیب کا سلسلہ قائم تھا سرکاری رقعات میں آپ کے نام کے ساتھ "حقائق آگاہ"

کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔

المختصر آپ کے احسانات تاریخ میں ایسے ناقابل فراموش ہیں کہ آپ اپنی مبارک زندگی میں بھی ایک سرچشمۂ فیضان تھے اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی آپ کے حالات اور آپ کی تعلیمات مشعل ہدایت بن گئی۔

سفر آخرت کی تیاری

جوں جوں حضرت اقدسؒ کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا اتنا ہی وصال حق کا شوق افزوں ہوتا جاتا تھا۔ عشق حقیقی اپنی معراج کی منزل پر پہنچ چکا تھا۔ اس کبرسنی کے باوجود آپ نے تینتیس دن چار زانو بیٹھ کر چلّہ فرمایا اور مولا کی یاد میں اتنے مستغرق ہوگئے کہ آپ کے بال بال سے اسم ذات کے ذکر کی صدا ھُوہُو کر بلند ہوتی تھی جب غیریت کے سب پردے ایک ایک کرکے اُٹھتے گئے تو عینیت کی تجلیات جلوہ فگن ہونے لگیں۔ جب بھی آپ سر مراقب اوپر اُٹھاتے تو آپ کی آنکھیں تنور کی طرح سرخ نظر آتیں۔ گویا کہ عشق حقیقی کی آگ میں دہک رہی ہیں۔ جیسے جیسے وصال کا دن قریب آتا گیا محبوب حقیقی سے ملنے کا اشتیاق انتہا ہی زیادہ ہونے لگا۔ وصال سے دو روز قبل سے ہی آپ نے غذا کا استعمال موقوف فرما دیا۔ اطباء اور حکماء مجرب نسخے تجویز کرتے لیکن سب کے سب بے سود اور لاعلاج ثابت ہوتے ہے

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ؎ مریض عشق پر رحمت خدا کی

حضرت اقدسؒ کے وصال سے قبل آپ کے مریدین طالبین آپ کے بستر کے اطراف ایسا حلقہ کئے ہوئے تھے جیسا کہ چاند کے اطراف ہالہ ہوتا ہے۔ باہر تک بے شمار متوسلین و معتقدین کا ازدحام تھا جن میں سے ہر ایک آپ سے فیضان غیبی کا طالب و منتظر تھا۔ لیکن یہ حضرت اقدسؒ کی کرامت ہی تھی کہ آپ کی خدمت میں قدم بوسی کا استدعا عرض کرنے والے کی درخواست سے پیشتر ہی اس شخص کو آپ خود ہی

طلب فرما کر اپنے دیدار سے اس کا دل ٹھنڈا فرماتے۔ خلیفہ خواجہ مراد صاحب اپنے ساتھیوں کے سامنے باریابی نہ ہونے پر افسوس کا پوری طرح اظہار بھی نہ کئے تھے کہ حضرت اقدسؒ نے خواجہ صاحب کو اپنے سے خود طلب فرمایا اور دید کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ ہر چاہنے والا پروانہ وار آپ کی خدمت کی سعادت اور فیض ہدایت حاصل کرنے کا آرزومند تھا۔ اس موقع پر آپ نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ "میرے ان سب مہمانوں کی ضیافت کا جو بار اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال فرما دے گا۔"

چوں کہ بیسیوں افراد بیعت کے طالب تھے اور ہر ایک کو فرداً فرداً مرید کرنا بوجہ ناسازی مزاج ممکن نہ تھا اس لیے وقفہ وقفہ سے آپ اپنا شملہ مبارک دراز فرما دیتے اور وقت واحد میں کئی اشخاص شرف بیعت حاصل کر لیتے۔

پھر حاضرین کو تلقین کرتے ہوئے سورۂ اخلاص پڑھنے کا حکم دیئے اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ غیب سے بارہ طالبان حق آئے تھے اور ہر ایک نے جدا جدا بیعت حاصل کر لی۔

۲۴ر محرم ۱۲۹۷ھ م ۱۸۸۰ء پنجشنبہ کی شب میں بلاتخصیص خاص و عام سب کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور جس کو مناسب سمجھے ضروری وصیتیں بھی فرما کر الوداع کیا اپنے صاحبزادوں سے فرمانے لگے "ہم نے تم سب کو اللہ کے حوالے کر دیا" اور یہ ہدایت فرمائی کہ مغرب کے بعد "حق الوالدین" کا دوگانہ نماز پڑھنے کی بڑی پابندی کی جائے ہم مرتے نہیں بلکہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۶) (ترجمہ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹتے ہیں) کے حکم کی تعمیل میں خدا کی طرف جاتے ہیں۔ تم لوگوں کو تشویش و فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہمیشہ تمہارے پاس ہیں اور اس موقعہ پر مولانا نظامیؒ کا یہ مشہور شعر آپ کی زبان پر ورد تھا

؎
مرا زندہ پندار چوں خویشتن ٭ من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی جب اپنا بنانا ہی ہے تو مجھے زندہ گمان کر۔ اگر تو جسم سے آئے تو میں جان کے ساتھ حاضر ہوتا ہوں اسی شب آدھی رات کے وقت فیضانِ رحمت کو ایک جوش آیا اور آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سید احمد بادشاہ قادریؒ کو اپنی چادر میں ہم آغوش فرما لیا اس وقت حاضرین پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی جو بیان سے باہر ہے صرف عرفان کا ذوق رکھنے والے ہی اس کیف کو محسوس کر سکتے ہیں۔

وصال ۲۶ محرم ۱۲۹۷ھ (م ۱۸۸۰ء) جمعہ کا دن آیا تو آپ کے ہمشیر زادے حضرت غلام جیلانیؒ نے التجا کی کہ حکم ہو تو قبلہ رو لٹا دوں فرمانے لگے قرآن کریم کی آیت ثم وجہ اللہ نہیں پڑھے اس کا کیا مطلب ہے؟ پروردگار ہر طرف موجود ہے اس کے بعد پیر و مرشد کی سنت کے مطابق میٹھے انار کا شربت طلب فرمائے۔ جب شربت پیش کیا گیا تو فرمائے ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔

جب رات کے تقریباً گیارہ بجے تو آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا:

"شربت کہاں ہے لے آؤ اب ہمارا وقت آگیا ہے" شربت نوش فرما کر سب کو کلمۂ طیبہ کا ذکر کرنے کا حکم دیئے۔ جب لا الٰہ الا اللہ کا جہری (آواز سے) ذکر ہونے لگا تو آپ نے فرمایا نصف کلمہ کیوں پڑھتے ہو اس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی کہو۔ جب روح سینہ تک پہنچ گئی تو عالم یہ تھا کہ آپ کے جسم کی نس نس اور بال بال سے اسم ذات کا ذکر علانیہ ہونے لگا اور ہر سانس "ھُو" پہ خارج ہوئی۔ اسی محویت اور بے خودی کی کیفیت میں آپ کا طائر روح قفسِ عنصری سے پرواز کر کے واصل بحق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر شریف (۷۸) سال کی تھی۔

تدفین

حضرت اقدسؒ نے تیس سال قبل ہی آثار شریف کے مکان کے بیچوں بیچ اپنا مزارِ مبارک خود تیار فرمالیا تھا جو حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے گنبد شریف کی مغرب میں قبلہ کی جانب ہے۔ وصال کے دوسرے دن صبح ہوتے ہی جوق در جوق خواص و عوام جمع ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم ازدحام ہوگیا۔ بالآخر ہفتہ کے روز دن کے دس بجے آپ کے جسم اطہر کو اسی مزار میں سپردِ خاک کیا گیا جسے آپ نے پہلے ہی تیار فرمالیا تھا۔

خواب میں اپنے وصال کی اطلاع دینا

جس رات حضرت اقدسؒ کا وصال ہوا اس کے چند منٹ بعد ہی رات کے تقریباً بارہ بجے اکثر گاؤں میں رہنے والے نیند سے بیدار ہو کر سیدھے حضرت اقدسؒ کے آستانہ پر پہنچے اور کہنے لگے کہ "خواب میں تشریف لاکر خود حضرت اقدسؒ نے اپنی رحلت کی ہم کو اطلاع دی ہے"۔

حضرت اقدسؒ کے ایک مُرید عبدالرحمٰن نامی میدک میں رہتے تھے۔ حضرت اقدسؒ نے اپنے روحانی تصرف سے ان کو بھی نہ صرف اپنے وصال سے مطلع فرمایا بلکہ یہ حکم بھی دیا کہ میدک سے آتے ہوئے ایک چادرِ گل اپنے ساتھ لے آئیں۔

تعزیت

حسب الحکم عبدالرحمٰن نامی مرید میدک سے حضرت اقدسؒ کی خواب میں ہدایت کے مطابق چادرِ گل کے ساتھ فاتحۂ سوم کے موقع پر ٹیکال پہنچے اور میدک کے عقیدت مندوں کی جانب سے خصوصی طور پر لائی گئی پھولوں کی یہ چادر مزارِ مبارک پر جب پیش کی گئی تو مسلسل دس دن تک وہ ایسی تر و تازہ رہی جیسے کسی نے اسی دن یہ پھولوں کی چادر تیار کی ہو۔ اس نادر واقعہ کی شہرت جب اطراف و اکناف کے مواضعات میں پہنچی تو وہاں سے بے شمار لوگ مسلسل زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔

سر سالار جنگ مدار المہام نے حضرت اقدس رح کی تجہیز و تکفین وغیرہ کے مصارف کی شایان شان انجام دہی کے لیے ہدیۂ خصوصی روانہ کیا اور آپ کے عرس شریف کے غلاف وغیرہ کا معمول سالانہ (۴۲۵) چارسو پچیس روپیہ سرکار کی جانب سے مقرر کر دیا اور آپ کے فرزند اکبر و سجادہ نشین حضرت سید احمد پادشاہ قادری رح کی خدمت میں ان الفاظ سے تعزیتی مراسلہ روانہ کیا۔

"شیخ نادر الوجودی از ملک دکن در گزشت" یعنی ملک دکن کے ایک ایسے پیر و مرشد گزر گئے جن کا وجود نادر تھا۔ (گویا آپ کی تلافی محال اور مشکل ہے)

آپ کے پہلے اور دوسرے عرس شریف کو مہاراجہ بہادر نے خود خاص طور پر انجام دیا۔

مزار پر گنبد کی تعمیر آپ کے فرزند اکبر و جانشین حضرت سید احمد پادشاہ قادری رح نے ہی کثیر صرفہ سے ۱۳۰۰ھ م ۱۸۸۳ء میں آپ کے مزار پُر انوار پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کروایا جس پر حسبِ ذیل مادہ ہائے تاریخ لکھے ہوئے ہیں :- جانب جنوب :- ولادت : ظہور حق ۱۲۱۹ھ عمر حکیم ۷۸ وصال : یا غفور ۱۲۹۷ھ

جانب شمال : اللہ ھو کے بعد صرف بناء گنبد کا سن ۱۳۰۰ھ لکھا ہوا ہے۔

جانب مشرق : یہ قطعۂ تاریخ وصال لکھا ہوا ہے۔

قطب زماں پیر مریداں پناہ ❊ سید ما صاحب ما پادشاہ

یافت وصالیکہ شنیدم زغیب ❊ حاضر درگاہ حبیب الہ

۱۲۹۷ھ

عرس شریف آپ کا عرس شریف ٹیکمال میں ہر سال محرم کی ۲۶ تاریخ بڑی عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں دُور دُور سے معتقدین شرکت کر کے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

چوتھا باب

حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا تذکرہ آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادریؒ کے ذکر کے بغیر ادھورا اور نامکمل متصور ہوگا کیوں کہ روحانی کمالات سے معمور آپ کی زندگی کا محور و مرکز آپ کے پیر و مرشد ہی کی ذات بابرکات ہے جن کی نظر عنایت اور فیض صحبت نے نہ صرف آپ کی دنیا بدل ڈالی بلکہ آپ کو مطلوب، معرفت و حقیقت کا گوہر مقصود اور آپ کے جد اعلیٰ کی خاندانی امانت پیر و مرشد سے ہی حاصل ہوئی۔ اس پر مزید یہ نوازش ہوئی کہ پیر و مرشد نے اپنے صاحبزادے پر ترجیح دیتے ہوئے آپ ہی کو اپنا سر خلیفہ و جانشین مقرر فرمایا اور اپنی ابدی آرام گاہ کے لیے بھی سرزمین ٹیکمال کو ہی منتخب فرمایا۔

سلسلۂ نسب و ولادت پیر شاہد اللہ قادریؒ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ فاروقی ہیں۔ آپ کا سن ولادت ۱۱۷۵ھ ہجری م ۱۷۶۲ء ہے۔

سلسلۂ خلافت آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مخدوم محی الدین عرف سید امیاںؒ سے ۱۲۰۰ھ م ۱۷۸۶ء میں خلافت عطا ہوئی۔ پیر شاہد اللہ قادریؒ

بڑے پایہ کے عارف اور مرشد کامل تھے آپ کی صوفیانہ زندگی اور آپ کے کشف و کرامات کا جگہ جگہ چرچا تھا اور آپ کے مریدین و معتقدین کی ایک بڑی تعداد پوری ریاست حیدرآباد میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

کرامات

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو خواب میں اپنے تعارف کے ذریعہ امانت خلافت حاصل کرنے کے لیے حیدرآباد آنے کی ہدایت فرمانا پھر بعد تکمیل بیعت وسلوک خرقۂ خلافت قادریہ وچشتیہ کا عطا فرمانا وغیرہ واقعات پچھلے صفحات میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں جو خود پیر و مرشدؒ کے کشف و کرامات کی روشن مثالیں ہیں۔ اس کے بعد آپ کے روحانی تصرفات کا سلسلہ نہ صرف وصال تک جاری رہا بلکہ بعد آج تک بھی آپ کی کرامات کا چشمۂ فیضان جاری ہے۔

فرزند کی پیش گوئی

پیر و مرشدؒ ٹیکمال میں سب سے پہلے سنہ ۱۲۴۳ھ م سنہ ۱۸۲۹ء میں تشریف لائے جب کہ حضرت اقدس سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے سب سے پہلے فرزند شیر خوار کے عقیقہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ لیکن پیر و مرشدؒ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ فرزند شیر خوار کا انتقال ہوگیا۔ اس کے باوجود آپ ٹیکمال برابر تشریف لائے اور پرسہ دینے کے بعد یہ پیشین گوئی کرتے ہوئے حضرت اقدسؒ کی ہمت بڑھائی، "غم مت کرو۔ ایک دوسرا فرزند تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا جس کی عمر دراز ہوگی"۔ پندرہ روز قیام کے بعد ٹیکمال سے بلدہ واپس ہوئے اس کے دو سال بعد سنہ ۱۲۴۵ھ م سنہ ۱۸۳۰ء دوسری بار آپ ٹیکمال میں تشریف لائے تو ہفتہ عشرہ کے لیے قیام فرمایا۔ سنہ ۱۲۴۸ھ م سنہ ۱۸۳۳ء میں پیر و مرشدؒ کی پیشین گوئی کے عین مطابق حضرت سید صاحب حسینیؒ کو فرزند تولد ہوا جن کا نام سید احمد رکھا گیا تو ان کے عقیقہ میں شرکت کے لیے تیسری بار پھر ٹیکمال میں پیر و مرشدؒ کی تشریف آوری ہوئی!

نوٹ :- اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے اولیاء اللہ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم عطا فرما دیتا ہے چنانچہ پیر و مرشدؒ نے آئندہ پیدا ہونے والے فرزند سید احمد کی پیش گوئی قبل از قبل فرما دی تھی وہ بھی اس صراحت کے ساتھ کہ دختر نہیں بلکہ فرزند تولد ہوگا۔ آج سائنس اور مادیات کے ترقی یافتہ موجودہ دور میں ایک ماہر ڈاکٹر یا سرجن اپنے مادی علم اور اپنے ایجاد کردہ حساس ترین آلات کے ذریعہ آخری لمحہ تک بھی یہ ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتا کہ شکم مادر میں جو جنین ہے وہ مذکر ہے یا مونث یعنی لڑکا ہے یا لڑکی۔

اپنے مدفن کے لیے جگہ کا انتخاب اپنے نومولود فرزند سید احمد کے تقریب عقیقہ کے بعد حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے جب اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ اللہ قادریؒ سے التجا کی کہ آپ ٹیکمال کو ہی نہ صرف آئندہ مسکن بنائیں بلکہ مدفن کے لیے بھی جگہ کا یہیں انتخاب فرمائیں تو فرمانے لگے "میں تو ایک گنہگار بندہ ہوں نہیں معلوم اس جگہ کی زمین مجھے قبول بھی کرے گی یا نہیں"۔ مزید اصرار پر یہ فرمایا "آج رات اس جگہ پر آرام کر کے دیکھوں گا اور اگر زمین قبول کرلے تو بہتر ہے"۔ چنانچہ آدھی رات تک وہاں آرام فرمانے کے بعد حسب عادت بیدار ہوکر فرمائے "تمہاری حسن نیت کی وجہ سے یہاں کی زمین نے ہمیں قبول کرلیا۔ اب حیدرآباد جاتا ہوں اور پھر جب تمہیں لکھوں گا تو تم وہاں آکر مجھے اپنے ساتھ بلدہ سے یہاں لالینا"۔

تاریخ و یوم وصال کی پیش گوئی حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے نام جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ (م ۱۸۳۳ء) کی آخری تاریخوں میں پیر و مرشدؒ کا ایک عنایت نامہ وصول ہوا جس میں یہ حکم تھا کہ "ہمیں مرض موت لاحق ہوا ہے اب ہماری زندگی کے صرف ایک ماہ ایک دن باقی رہ گئے ہیں لہٰذا جلد آؤ

اور ہم کو اپنے ساتھ ٹیکمال لے جاؤ. چنانچہ آپ بلدہ گئے اور رجب کے مہینے میں اپنے پیر و مرشد کو ٹیکمال لے آئے"۔

نبض شناس ڈاکٹر کی تشخیص ٹیکمال میں مادھو راؤ نامی ایک ڈاکٹر صاحب تھے جن کو نبض شناسی میں اتنا کمال حاصل تھا کہ وہ محض نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص اور علاج کرتے اور پندرہ روز قبل ہی مریض کی متوقع موت کا پتہ دے دیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ پیر و مرشد صرف چوبیس گھنٹے بعد آپ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تو انھوں نے آپ کی نبض کو بڑی توجہ سے دیکھنے کے بعد علم طب میں اپنے وسیع تجربہ کی بنیاد پر بڑے اعتماد کے ساتھ اعلان کیا کہ حضرت پیر و مرشدؒ کا وصال اس قدر جلد ہرگز نہیں ہو سکتا. پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا "تم ڈاکٹر لوگ اولیاء اللہ کی صرف نبض دیکھ کر صحیح تشخیص نہیں کر سکتے"۔

اپنے یوم وصال کو ایک دن کیلئے ملتوی فرمانا پیشن گوئی کے موافق پہلی شعبان ۱۲۴۹ھ (م ۱۸۳۴ء) کو ایک ماہ ایک دن کی مدت پوری ہوئی تو علی الصبح پیر و مرشدؒ نے سید صاحب حسینیؒ کو طلب کر کے ارشاد فرمایا: "تم میرے قریب ہی حاضر رہو کیوں کہ آج ہماری روح پرواز کرنے والی ہے" اگر میرے حال میں کوئی بھول چوک ہو تو یاد دہانی کر دینا" اس کے بعد آپ نے بستر پر آرام فرمایا اور "اللہ ھُو" کا جہری (آواز سے) ذکر فرمانا شروع کر دیا. اس وقت آپ پر شوق و حسرت کی وہ وجدانی کیفیت طاری ہوئی جیسی کہ معشوق کے وصال کے وقت ایک عاشق کی ہوتی ہے۔ حضرت اقدسؒ کا ہاتھ اپنے دست اقدس میں مضبوط تھام کر پہلے اپنی ناف پر رکھا اس کے فوراً بعد ناف مبارک پر پھر یکدم سینہ شریف پر اس کے بعد حلق پر رکھ کر ارشاد فرمانے لگے کہ روح حلق تک پہنچ چکی ہے۔

عین اس وقت گھر سے اطلاع آئی کہ حضرت اقدسؒ کی ہمشیرہ جو علیل تھیں اب نزع کی حالت میں ہیں۔ حضرت پیر و مرشدؒ نے حکم دیا "جاؤ تمہارے واپس آنے تک ہم اسی حالت میں رہیں گے" لیکن حضرت اقدسؒ نے عرض کیا "اے پیر دستگیر بہ یک وقت مجھ میں آپ کا اور ہمشیرہ کا صدمہ اُٹھانے کی تاب نہیں ہے ایک ہی دن دونوں کی خدمت مجھ سے کس طرح ہو سکے گی۔ کاش دو دونوں میں سے کوئی ایک اگر آج توقف فرمائیں تو کیا بہتر ہوگا۔

پیر و مرشدؒ نے ارشاد فرمایا "اچھا تمہاری خاطر ہم ہی مہمان بن کر آج رک جاتے ہیں تمہاری ہمشیرہ جو حضرت غوث پاکؓ کی اولاد سے ہیں ہم سے ہماری وفات کا دن جو جمعہ تھا انھوں نے لے لیا اور دنیا سے رحلت کرنے میں ہم سے سبقت کر گئیں"۔ پھر انار کا شربت طلب فرمایا جس کے ایک دو گھونٹ نوش فرمانے کے بعد اُٹھ کر مسندِ مبارک پر بیٹھ گئے اور حضرت اقدسؒ کو اجازت دی کہ وہ ہمشیرہ کے کام کاج میں مصروف ہو جائیں چنانچہ ہمشیرہ محترمہ نے اسی روز اس دنیائے فانی کو خیر باد کہا اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔

نوٹ: اپنے یوم وصال کو ایک دن تک ملتوی کرنے کی پیر و مرشدؒ کی کرامت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود شناسی اور خدا آگہی کے بعد اس بلند منزلِ محبوبیت پر فائز ہونا صرف آپ جیسے اللہ کے محبوبوں کے لیے ہی مخصوص ہے کہ اپنے یوم وصال کے وقت کو جو مقسوم اور مقدر تھا اپنے رب سے منوا کر ایک دن کے لیے ملتوی فرما دیا اور یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؔ نے سچ کہا ہے ؎

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

بوقت وصال کرامت

جب دوسری شعبان ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۴ء ہفتہ کی صبح نمودار ہوئی تو حسب الحکم پیر و مرشدؒ قبر کی تیاری کا کام شروع کر کے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ اپنے پیر و مرشد کی خدمت اقدس میں آ کر بیٹھ گئے تو پیر و مرشد نے

پہلے تصوف کی خاص خاص کتابیں طلب فرما کر اس کی فہرست عطا فرمائی پھر دریافت فرمایا "کیا سب لوگ ناشتہ سے فارغ ہو گئے اور کیا قبر تیار ہو گئی" تو اثبات میں جواب دیا گیا اس کے بعد پیر و مرشدؒ کے اندر ایک لرزہ اور وجد پیدا ہونا شروع ہوا پھر جذبہ شوق غالب ہوا اور اللہ ھو کا ذکر شروع فرمایا اور بستر پر لیٹ گئے اس وقت آپ کے ہر ایک بال سے ھُو کے ذکر کی صدا بلند ہونے لگی نیز اطراف کے در و دیوار اور جھاڑ اور پتھر سے بھی ذکر سنائی دے رہا تھا آپ کا چہرہ اتنا نورانی بن گیا تھا کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی اس کے سامنے کچھ نہ تھی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ اپنی ناف پر رکھا اور اپنا سیدھا ہاتھ حضرت اقدسؒ کے سیدھے ہاتھ میں تھما کر زانو سے ہوتے ہوئے سینہ اور حلق پر پھیلاتے گئے اور ارشاد فرمایا کہ روح اب حلق تک پہنچ گئی ہے اس کے بعد ذکر جہری کے بجائے ذکر خفی (آہستہ ذکر) شروع فرما دیئے اس وقت عود اور عنبر کی خوشبو پیدا ہوئی جس سے تمام فضاء معطر ہو گئی۔ مکان کے باہر کھڑے عوام و خواص نے تک اس خوشبو کو محسوس کیا اور اسی نورانی و معطر ماحول میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے حوالے فرما دی

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد وصال کرامت

جب آپ وصال پا چکے تو جسم اقدس کو غسل کے لیے تختہ پر لٹایا گیا اور حضرت کی وصیت کے مطابق غسل دینا شروع کیا گیا تو کیا دیکھنے میں آیا کہ پیر و مرشدؒ کا سیدھا پاؤں تو ٹھیک ہے مگر بایاں پاؤں ذرا تو سے اُونچا کھڑا ہے۔ مرشد کی جدائی کے صدمہ سے کسی کو اتنا ہوش نہ تھا کہ روح پرواز کرتے وقت پیر و مرشدؒ کے دونوں پاؤں کو سیدھے کر دیں۔ وہاں موجود چچا حضرت سید صاحب پیراں قادری کہنے لگے "اب یہ پاؤں کس طرح سیدھا ہوگا کفن میں بھی اسی طرح ٹیڑھا رہے گا اس اعتراض پر حضرت اقدسؒ نے عرض کیا "اے میرے پیر اپنا پاؤں سیدھا فرمایئے" اس موقع پر موجود حاضرین نے بچشم خود دیکھا کہ پیر و مرشد کا بایاں پاؤں خود بخود دراز

ہوکر سیدھے پاؤں کے برابر ہوگیا۔ اس کرامت کے بعد مسلمان تو مسلمان دیگر قوم و مذہب کے لوگوں نے تختہ سے آپؒ کے غسل مبارک کے پانی کو نیچے گرنے تک نہ دیا اور تبرک سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ پینا شروع کردیا۔

قبر میں پیشانی پر پسینہ اور آنکھوں کا کھلنا و بند ہونا

پیر و مرشدؒ کو قبر میں اتارنے کے بعد جب آخری دیدار کے لیے چہرۂ شریف پر سے کفن ہٹایا گیا تو حاضرین یہ کرامت دیکھ کر دنگ ہوگئے کہ آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ کی بوندیں تھیں اور آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ سرہانے اور پائیں کی جانب موجود ہر کسی کو ایسا نظر آرہا تھا کہ پیر و مرشد ان کی طرف ہی دیکھ رہے ہیں۔ تقریباً نصف گھنٹے کے بعد آپ نے اپنی آنکھیں بند فرمالیں اور قبر شریف کو بند کردیا گیا۔

تعمیر گنبد کی خواب میں پیش گوئی

پیر و مرشدؒ کے وصال کے پانچ سال بعد حضرت اقدسؒ کے دل میں اپنے پیر و مرشد کا گنبد تعمیر کرنے کا شوق پیدا ہوا جس کے لیے کثیر رقم درکار تھی اس لیے یہ کام دشواریوں سے دوچار ہوگیا لیکن ایک روز خواب میں آپ کو ایک میدان میں دو گنبد نظر آئے جس میں سے ایک گنبد میں پیر و مرشدؒ رونق افروز ہیں اور فرمارہے ہیں "ہمارا گنبد شمس و قمر سے تاباں ہوگا" چنانچہ خواب میں نظر آئے ہوئے خاکے اور نقشے کے مطابق گنبد شریف کی تعمیر ایک سال کے اندر ۱۲۷۰ھ م ۱۸۵۴ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی جس کا مادۂ تاریخ ہے

"شمس و قمر سے تاباں" جو اتفاق سے وہی الفاظ ہیں جو خواب میں پیر و مرشدؒ نے ارشاد فرمائے تھے۔ جو خود ایک کرامت ہے۔

گنبد کے چاروں طرف قطعاتِ تاریخ پیرِ مرشدؒ کے گنبد کے اطراف چاروں دروازوں سے اوپر جو قطعات لکھے ہوئے تھے وہ مرورِ زمانہ کے سبب تقریباً محو ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ مولف ہٰذا نے اس کو بمشکل تمام شناخت کرنے کے بعد محفوظ کر دیا ہے جو شائقین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

۱. جانب جنوب (یعنی پائیں)

ولی اللہ کامل شاہ معروف
باوصافِ تقدس ذاتِ موصوف

سنِ وصالش بگفت از غیب ہاتف
شدہ باحق وصالِ شاہِ معروف
۱۲۴۹ھ

۲. جانب مغرب :-

گشتہ چوں تیار ایں تعمیر پاک
شاہد سید حسینی گفت سال

از تراشِ "اختراع" انداز نو
نقش ایں درگاہ آمد لا زوال
۱۲۷۱ - ۱ = ۱۲۷۰ھ

۳. جانب شمال (یعنی سرہانے) :-

لا إله الا الله محمد رسول الله

تاریخ تولدِ جنابِ معروف
دانی کہ ظہورِ انبیاءؑ ست موصوف
۱۱۷۵ھ

سالِ وفات بلفظ "یا چراغ دل"
آمد بلفظ "درع" شمارِ عمر بالوف
۱۲۴۹ھ — ۷۴

۴. جانب مشرق :-

از خاندانِ شاہد اہل وفا یقینی روشن بسر فرِ ایماں
جب کی بنائے گنبد از اعتقادِ غیبی با فرطِ صدق و ایقاں

کی بنیۂ حسینی نے عرض بہرِ تاریخ از پیرِ شاہد خود
ارشاد یوں ہوا تب در رویتِ حسینی "شمس و قمر ست تاباں"
۱۲۷۰ھ

عرس شریف

حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کا عرس شریف ٹیکمال میں ہر سال شعبان کی تیسری تاریخ سے تین روز تک عظیم الشان پیمانہ پر بڑے ہی تزک واحتشام اور نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں نہ صرف اطراف واکناف سے بلکہ دور دراز کے مقامات سے ہزاروں معتقدین ومتوسلین شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شعبان کی تیسری تاریخ بعد عصر سجادہ نشین صاحب ٹیکمال کی سرکردگی میں آبادی کے باہر سے جلوس صندل شریف کا روایتی انداز میں آغاز ہوتا ہے جس میں ارکان خانوادۂ ٹیکمال ودیگر پیران طریقت معہ مریدین ومعتقدین شامل رہتے ہیں راستہ میں کئی گروہ اور ٹکڑیاں یکے بعد دیگرے آ آکر جلوس صندل میں شامل ہوتی جاتی ہیں! اس طرح خراماں خراماں یہ جلوس مبارک مغرب کے وقت تک درگاہ شریف پہنچتا ہے جہاں نمازِ مغرب کی جماعت کے بعد سجادہ نشین صاحب صندل مالی اور گل پوشی کی رسم انجام دیتے ہیں۔ بے شمار غلاف وچادر ہائے گل پیش کی جاتی ہیں اور والہانہ انداز میں ہدیہ سلام گزرانا جاتا ہے۔اس موقعہ پر فیوض وانوار کی جو بارش ہوتی ہے اور جو پرکیف منظر ہوتا ہے وہ صرف دیکھنے اور محسوس کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ سابق میں درگاہ شریف ٹیکمال کی دلی معتقد رانی صاحبہ سمستان پاپناپیٹ ہر سال پیر ومرشدؒ کے عرس شریف کے موقعہ پر بڑے احترام اور تزک واحتشام کے ساتھ ہاتھی گھوڑوں پر اپنی جانب سے صندل شریف اور غلاف مبارک ٹیکمال کو پابندی سے بھیجا کرتی تھیں۔رانی صاحبہ کے اہل خاندان کو آج بھی درگاہ شریف ٹیکمال سے وہی عقیدت حاصل ہے۔

شعبان کی چوتھی تاریخ جو یوم چراغاں منایا جاتا ہے اس کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی

ہے۔ دن میں سجادہ نشین صاحب کی جانب سے جملہ زائرین و اہالیان ٹیکمال کو بلا لحاظ مذہب وملّت سفالی برتنوں میں حسب روایت قدیم جب طعام و تبرک کھلایا جاتا ہے تو اللہ والوں کے دربار میں امیر و غریب اور شاہ و گدا کے درمیان اخوت و مساوات کا عجیب و غریب نظارہ دیکھنے میں آتا ہے جو ہر دیکھنے والے کے لیے بڑا ہی متاثر کن ہوتا ہے۔ احاطۂ درگاہ شریف کو یوں تو دیگر دنوں میں بھی قمقموں سے آراستہ کیا جاتا ہے لیکن آج روشنی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے جس سے پورا احاطۂ درگاہ بقعۂ نور بن جاتا ہے اور ساری فضا نور میں نہائی ہوئی صحیح معنوں میں جشنِ چراغاں کا پُر لطف منظر پیش کرتی ہے۔

قریب کے دیہات اور آبادیوں سے معتقدین کی آمد اور ان کی جانب سے صندل شیرینی اور غلاف و چادر گل پیش کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور گنبد شریف رنگ برنگ پھولوں کی مست خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔

بعد عشاء کی کیفیت تو بڑی قابلِ دید ہوتی ہے۔ سجادہ نشین صاحب حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے تبرکات پر مشتمل خصوصی پوشاک و خرقۂ طریقت زیب تن کر کے پورے رعب و جلال اور شان و تمکنت کے ساتھ جانب مشرق واقع اپنے جدِ اعلیٰ کی قدیم گیارہ دری سے برآمد ہوتے ہیں جہاں معتقدین بلا لحاظ فرقہ و مذہب آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے بہت پہلے سے مشتاق و منتظر رہتے ہیں پھر دیہات کے مخصوص و منفرد ماحول کے اندر مشعلوں کی روشنی کے درمیان شہنائی کی گونج میں سجادہ صاحب کی قیادت میں یہ مقدس جلوس پیر شاہد اللہ قادریؒ کے روضۂ مبارک کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرتا ہے جہاں سجادہ صاحب دور سے ہی ایستادہ فاتحہ کے ذریعہ اپنا خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ پھر حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے گنبد شریف میں جلوس داخل ہوتا ہے جہاں قدیم زمانہ سے آراستہ

اپنی موروثی گدی مبارک پر جلوس فرما کر سجادہ صاحب حاضرین کو حسب عمل درآمد پہلے قادریہ اور پھر چشتیہ شجرۂ خلافت سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں نعت و فاتحہ خوانی کے بعد سجادہ صاحب کی خدمت میں نذور پیش کی جاتی ہیں اور جب سجادہ صاحب اپنے ہاتھ سے حاضرین کو تبرک تقسیم فرماتے ہیں تو معتقدین پروانہ وار ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر جلوس واپس گیارہ دری پہنچتا ہے جہاں سجادہ صاحب زنانہ میں بھی شجرہ خوانی اور نذور و تقسیم تبرک کے مراسم کی تکمیل فرماتے ہیں۔

یوم صندل و یوم چراغاں دونوں تواریخ شب میں سیرت النبی اور عظمت اولیاء اللہ کے موضوعات پر مواعظ حسنہ کے جلسے اور نعتیہ مشاعروں کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جس میں بلدہ و اضلاع سے مہمان واعظین، مقررین اور شعراء صاحبان کو بطور خاص مدعو کیا جاتا ہے۔

پانچویں شعبان کی صبح بعد نمازِ فجر مسجد درگاہ شریف میں ختم کلام مجید ہوتا ہے فاتحہ خوانی اور تقسیم تبرک کے بعد عرس شریف کی تقاریب کا اختتام عمل میں آتا ہے اور زائرین کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

نوٹ: بعد شجرہ خوانی چوتھی شعبان کو تقسیم کیا جانے والا تبرک سفید شکر سے تیار کردہ مالیدہ ہوتا ہے تو پانچویں شعبان بعد ختم قرآن تقسیم کیا جانے والا تبرک گڑ اور سرخ شکر سے تیار کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ دونوں تبرکات لذت، برکت اور خصوصیات میں علیحدہ علیحدہ نوعیت کے ہوتے ہیں جن کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ حلوہ یا میٹھا بھی لذت میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

چشمۂ فیض آج بھی جاری

خاندانی عقیدت مند یا پناپیٹ کے راجہ رامچندر ریڈی صاحب جنوری ۱۹۶۷ء م ۱۳۸۷ھ کے ریاستی الیکشن میں ٹکٹ نہ ملنے کے باعث بالکل مایوس ہو گئے تھے مگر حضرت پیر و مرشدؒ کی

بارگاہ میں حاضری اور آپ کی روح سے استمداد پر خواب میں پیر و مرشدؒ نے انھیں کامیابی کی خوشخبری دی جس کے بعد راجہ صاحب کی مایوسی مسرت سے بدل گئی اور مخالفین سب دوست بن گئے اور وہ ایم۔ پی۔ اے منتخب ہو کر کامیاب ہو گئے۔ اس مسرت میں اُنھوں نے درگاہ ٹیکمال میں سنگ سیلو کا فرش کر کے اپنا ہدیۂ تشکر اور خراج عقیدت پیش کیا۔

دل کی نماز

ظاہری طور پر توحید و رسالت مصطفیٰ کا زبان سے اقرار اور باطنی طور پر دل سے اسی پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔ اسی طرح ظاہری اعضاء و جوارح کے حرکات و سکنات کے ساتھ ساتھ باطنی طور پر قلب و دماغ کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، نماز و عبادت میں ضروری ہے جسکے بغیر وہ عبادت نہیں کہلائی جا سکتی۔ بعض لوگ بظاہر قیام و قعود اور رکوع و سجود ادا کر لینے کو ہی نماز سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ ایسی اداکاری تو بہت سے فلم ایکٹر بھی کر دکھاتے ہیں۔

زباں سے کہہ بھی دیا لاالٰہ تو کیا حاصل ✦ نگاہ و دل ہی مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (شاعر مشرق)

مسجد میں گر صوفی و متقی و زاہد نے سجدہ بھی کیا ✦ دل تو کبھی جھکتا نہیں سر سے جھکے تو کیا ہوا (حضرت صوفی)

اسی طرح بعض حضرات اس مسلک کو اپنائے ہوئے ہیں کہ باطنی طور پر دل سے رجوع الی اللہ ہو جانا کافی ہے یہی عبادت اور نماز ہے باقی قیام رکوع و سجود وغیرہ کی زحمت میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسا عقیدہ رکھنا سراسر گمراہی ہے۔ جو خدا کے احکام اور سنت رسولؐ کے علانیہ خلاف ہے اگر نعوذ باللہ ایسا صحیح ہوتا تو انبیاء نہ مساجد تعمیر فرماتے اور نہ ہی نماز کی اٹھ بیٹھ کی زحمت میں خود مبتلا ہوتے نہ امت کو قیام رکوع و سجود کی تعلیم و تربیت دیتے۔ اسطرح دل کی نماز کے بہانے احکام خدا و سنت رسول سے منہ موڑنا اہل سنت و جماعت کا ہرگز مسلک و مشرب نہیں ہے شب معراج میں حضور سرور کائناتؐ کی اقتدا کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں جملہ انبیاء و مرسلین نے قیام و قعود اور رکوع و سجود کر کے جو یادگار نماز پڑھی وہ ظاہری و باطنی جامع نماز تھی مسلمان بھی ایسی ہی نماز کو اپنانے کے بعد ہی الصلوۃ معراج المومنین کی منزل اعلیٰ پر فائز ہو جاتا ہے۔!

پانچواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادری کی کرامات

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی عرفانی زندگی میں آغاز سے لیکر نہ صرف وصال تک بلکہ وصال کے بعد بھی پیش آئے جملہ مشاہدات وواقعات خود اولیاء اللہ کی کرامات کا زندہ ثبوت اور ان کے اختیاراتِ خداداد سے بھری ایک کھلی کتاب ہے جس کی بڑی حد تک تفصیل پچھلے ابواب میں بیان ہوچکی ہے۔

آپ کے فرزند دوم حضرت سید معروف حسینی مرشد پاشاہ قادریؒ نے اپنی کتاب "اسرار حسینی" میں اپنے والد ماجد کی کرامات کو اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ نظم کیا ہے جو زائد از ستر سال قبل طبع بھی ہوچکی ہے۔ اس کتاب میں منقول نیز دیگر کرامات بھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

خواب میں بشارت ایک معززاہلِ علم متوطنِ میدک مسمی عبداللہ حسینی کو ایک ایسے پیر کامل کی تلاش تھی جو اُن کی روحانی تسکین کرسکیں۔ ایک رات انھوں نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جنھوں نے نام وپتہ دریافت کرنے پر دوسرے ہی دن میدک میں ان سے ملنے کی خوشخبری دی۔ چنانچہ دوسرے دن ہی میدک میں کسی بزرگ ہستی کی آمد کا چرچا ہونے لگا اور تمام مسلمان اس بزرگ سے

نیاز حاصل کرنے کے شوق میں میدک کی اس مسجد میں جمع ہونے لگے جس کے امام صاحب کے گھر آپ مہمان تھے۔ عبداللہ حسینی بھی وہاں پہنچے تو یہ دیکھتے ہی دنگ ہوگئے کہ وہاں وہی بزرگ تشریف فرما ہیں جنھوں نے رات خواب میں دوسرے دن ہی ان سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ عقیدت مندی سے قدم بوسی حاصل کرنے کے بعد عبداللہ حسینی رخصت ہونا چاہتے تھے کہ بزرگ نے فرمایا "کیا تم کو خواب یاد ہے" یہ سنتے ہی عبداللہ حسینی بے خود ہوکر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور مرید ہوگئے۔ یہ بزرگ ہستی ٹیکمال کے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ تھے۔ عبداللہ حسینی نے اپنی ملازمت کو خیرباد کردیا حضرت کے ہمراہ ٹیکمال چلے گئے جہاں تکمیل سلوک کے بعد خلافت کی نعمت سے سرفراز ہوکر شاہ عبداللہ حسینی قادریؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

نور کی حقیقت کا انکشاف

یہی خلیفہ شاہ عبداللہ حسینی قادریؒ صاحب کا چشم دید ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک روز حضرت اقدسؒ آثار شریف کے مکان میں اپنے خاص ارادت مندوں کے سامنے رموز معرفت کی تشریح فرمارہے تھے کہ نور کا بیان آیا۔ یکایک غیریت کے پردے ایک ایک کرکے اُٹھنے لگے عینیت کے جلوے روشن ہونے لگے۔ نور کی حقیقت اور ماھیت کے بارے میں ایک مُرید کے پوچھنے پر عالم محویت میں غرق حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا "ہم بھی اس نور حقیقی سے کب خارج ہیں"۔ فوراً مجلس پر ایک نورانیت طاری ہوگئی کہ ہر اہل مجلس نور میں ڈوب گیا اور آپ کے منوّر چہرے کے سوا کوئی شئے نظر نہ آنے لگی سب حاضرین بے خود اور مدہوش ہوگئے۔ کچھ وقفہ بعد جب یہ تجلیات غائب ہوگئیں اور ہوش آیا تو ہر شخص کو حیرت ہونے لگی کہ حضرت اقدسؒ نے ہم کو کس منزل نورانی پر پہنچادیا تھا۔

نوٹ :۔ اللہ والوں کا قلب باطنی طور پر انوار الٰہی سے ہمیشہ روشن رہتا ہے لیکن

جب ان ہی انوار کا ظاہری پرتو نظر آتا ہے تو اس کی ضیاء پاشی سے سارا ماحول نورانی اور قریب بیٹھے دیگر شائقین کے قلب و نظر بھی منور ہو کر جگمگا اُٹھتے ہیں۔

حُسینی بادشاہ کا عارضی مجذوب ہو جانا

حضرت اقدسؒ اپنے پوتے حضرت سید محمد حُسینی بادشاہؒ پر نہایت محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے کیوں کہ شیر خوارگی میں ہی وہ اپنی والدہ کے سایہ سے محروم ہو گئے تھے چنانچہ اکثر وہ اپنے دادا کے آس پاس ہی پھرا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حالت مراقبہ میں حضرت اقدسؒ کی آنکھ کھلتے ہی آپ کی پہلی نگاہ کمسن پوتے پر پڑ گئی جس کے اثر سے حُسینی بادشاہ پر بھی جذب کی ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ قبرستان کی طرف دوڑے اور عین قبروں کے درمیان بیٹھے مدفون مُردوں کے حالاتِ زندگی کا انکشاف کرنے لگے جس سے واقف لوگوں نے اس کے صحیح و درست ہونے کی تصدیق بھی کی۔ چند دنوں تک یہی سلسلہ رہا تو ان کی دادی جو بہت لاڈ پیار کرتی تھیں اپنے شوہر محترم کی خدمت میں التجا فرمانے لگیں کہ کمسن پوتے کی دیوانگی کی حالت بڑھ گئی ہے اس جانب توجہ فرمائیں ورنہ دل پر بڑا داغ اور صدمہ ہو جائیگا۔ چنانچہ حضرت اقدسؒ نے اپنے پیارے پوتے کو قریب بلوا کر ایک ایسی نگاہ کرم ڈالی اور دعائے خیر فرمائی کہ حضرت سید حسینی بادشاہؒ سے وہ ساری جذب کی کیفیت دور ہو گئی اور وہ اصلی حالت پر آ گئے۔

نوٹ :۔ اولیاء اللہ کے دل انوارِ الٰہی کے مرکز بنے رہتے ہیں جس سے کبھی جلالی اور کبھی جمالی تجلیات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جیسی کیفیت ہو ویسا جلوہ نظر آتا ہے اور اس دوران کسی پر نگاہ پڑ جائے تو اس پر بھی وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جلالی کیفیت کو ایک ہی نظر سے جمالی کیفیت میں تبدیل کر دیں۔

ایک ہی نظر میں سلب شدہ روحانی قوت واپس

حضرت غوث اعظمؓ کی اولاد سے ایک مشائخ زادے مولوی قطب الدین حسین صاحب کو اپنے چچا سے بیعت حاصل تھی ۔ جو کچھ بھی روحانی طاقت انھیں حاصل ہوئی تھی ان کے مددگار پولیس بننے کے بعد وہ طاقت جاتی رہی جس پر ملول ہو کر وہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے اور ایسے پیر کامل کی جستجو میں نکلے جو ان کی کھوئی ہوئی روحانی طاقت دلا دے ان دنوں حیدرآباد میں حضرت شاہ خاموش چشتیؒ کی بڑی شہرت تھی جن سے ملنے کا قطب الدین حسینی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا لیکن رات ان کو خواب میں حضرت غوث پاکؓ کا دیدار نصیب ہوا جو یہ حکم دے رہے تھے کہ "ٹیکمال جاؤ تم اپنے دل کی مراد پاؤ گے"۔ حسب الحکم ٹیکمال حاضر ہوئے اور دستگیری کی درخواست کی تو حضرت سیدصاحب حسینیؒ نے ان پر فیض کی صرف ایک نظر فرمائی اور تھوڑی دیر میں وہ سرفرازی ہوئی کہ قطب الدین حسینی صاحب کی سلب کردہ پچھلی روحانی طاقت پوری عود کر آئی ۔

حدیث شریف میں ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ ۔ نظر کی تاثیر سچ ہے۔ جیسی نظر ہوگی ویسی اس کی تاثیر بھی ہوگی۔ اچھی نظر کا اچھا اور بری نظر کا برا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے، اللہ والوں کی نظر فیضان کا ذریعہ ہے۔ کسی محروم نفس پر اہل اللہ کی نظر پڑ جائے تو وہ بہر سرفراز ہو جاتا ہے۔

کُلُّ شَیْئٍ مُحِیْطٌ کی حقیقت کا انکشاف

غلام اہل بیت نامی دکن کے ایک ناموں امیر تھے جو بڑے دیندار اور خدا پرست واقع ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؒ سے انھیں سچی عقیدت تھی۔ ایک دن مسجد ٹیکمال میں منعقدہ آپ کے حلقۂ درس میں انھوں نے ڈرتے ڈرتے دریافت کیا کہ "کل شیئ محیط" کا مطلب اور راز کیا ہے؟ آپ نے فوراً جواب تو نہیں دیا فی الوقت خاموش ہو گئے۔

چند منٹ بعد حضرت اقدسؒ کے پیچھے نمازِ عصر کی جماعت میں جب غلام اہل بیت شامل ہوئے تو پہلی رکعت میں انھوں نے دیکھا کہ یکایک ایسی سبز تجلی ظاہر ہوئی کہ سبز روشنی کے سوائے کوئی دوسری شئے نظر نہیں آرہی ہے پھر کمال یہ کہ دوسری تیسری اور چوتھی رکعتوں میں اس روشنی کا رنگ بالترتیب سفید، زرد اور سُرخ ہوگیا۔ نماز کے ختم پر آپ نے پلٹ کر غلام اہل بیت سے پوچھا کہ تمہارے سوال کا جواب نماز میں مل گیا یا نہیں؟ اگر علم حقیقی ہو اور نظر میں بصیرت ہو تو یہ بھید آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ ہر طرف اللہ کا نور احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر شئے میں خدا کی ذات کارفرما ہے۔

نوٹ:۔ یہی بات ہے جو حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ∴ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

یعنی اگر چشم بصارت میں نور بصیرت بھی موجود ہو تو سبز جھاڑوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پتہ دینے والا ایک دفتر ہے۔

اس کرامت سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ صاحبِ بصیرت امام و مقتدا ہو تو مقتدی تک بھی اس کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح اہل نظر پیر کامل مل جائے تو مرید کو بھی اس کے انوار کا نظارہ ہوجاتا ہے۔ آج کل کلمہ اور نماز کے نام پہ جو لوگ سیدھے سادے مسلمانوں کو ان بزرگوں، عارفوں، صوفیوں اور اللہ والوں سے دور کرتے جارہے ہیں وہ اس بصیرت کی روشنی سے محروم ہیں کیوں کہ ان کے دلوں میں اللہ والوں کی عظمت نہیں۔ جن کے خود دل منوّر نہیں بھلا وہ دوسروں کو کیا روشنی دکھا سکتے ہیں ؏

آں کس کہ خود گم است کرا رہبری کند

یعنی جو شخص خود بھٹکا ہوا ہو تو وہ بھلا کیسے راستہ دکھلا سکتا ہے۔

دیدار مصطفےؐ کی دولت نصیب ہونا

آپ کے فرزند حضرت سید محمد معروف حسینی عرف مرشد پادشاہؒ کو زیارت نبویؐ کا بیحد اشتیاق تھا۔ حضرت اقدسؒ نے انھیں ایک وظیفہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کو جمعہ کی شب میں پڑھنا۔ انشاء اللہ سات جمعوں کے اندر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ سات جمعوں تک پابندی سے پڑھنے کے باوجود جب انھیں زیارت نبویؐ کا شرف حاصل نہ ہوا تو وہ پھر حضرت اقدسؒ سے رجوع ہوئے۔ آپ نے اپنے روبرو ان سے وہ وظیفہ پڑھوایا تو پہلی شب جمعہ میں ہی انھیں حضرت رسول مقبولؐ کے دیدار کا شرف حاصل ہو گیا۔

نوٹ:۔ اولیاء اللہ کو چوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب تک قرب اور رسائی حاصل رہتی ہے اس لیے جو ان کا وسیلہ اختیار کرے اور ان کا قرب حاصل کرے وہ اللہ اور اس کے رسول سے قریب ہو کر اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مرشد پادشاہؒ کی جانب ایک ولی اللہ نے جیسے ہی توجہ فرمائی تو ان کی مشکل آسان ہو گئی اور زیارت نبویؐ حاصل کرنے میں کامیابی ہو گئی۔

مرید کو نزع کی حالت میں تلقین

حضرت اقدسؒ کی یہ کرامت تو مشہور ہی تھی کہ اپنے کسی مرید کے آخری وقت چاہے وہ دور ہو یا نزدیک جبکہ وہ سکرات کے عالم میں ہوتا تو آپ اپنے جسم مثالی میں مرید پر ظاہر ہوتے اور اس کو اپنا جمال دکھلا کر ذکر کی تلقین فرماتے چنانچہ سزاول خاں نامی آپ کے مرید کا جب انتقال ہوا تو آپ اس وقت ٹیکمال میں تھے وہ جب حالت نزع میں چند لمحوں کا مہمان تھا تو اس نے یکایک آنکھیں کھولیں اور بے ساختہ پکارنے لگا۔

"ہٹو میرے پیر و مرشد کو راستہ دو کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ حضرت سرخ عمامہ پہنے تشریف لا رہے ہیں۔ اب نزع کی تمام شدت اور موت کی سب تکلیف مجھ پر آسان

ہو جائے گی۔"

نوٹ :۔ دنیا بھر کی کثافتوں میں گزر بسر کرنے والا آج مشرق کا انسان اپنی مادی ترقیوں کے بل بوتے پر مغرب میں نظر آتا اور گفتگو کر سکتا ہے تو خدا کے جلووں اور رسول خداؐ کے انوار جمال سے معمور قلوب کے حامل اولیاء اللہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر نظر آئیں اور گفتگو فرمائیں تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ اللہ والوں کے لیے یہ سب باسانی ممکن ہے۔

مجذوب صاحب کا آپ کی نشاندہی کرنا

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت قادر ولیؒ نامی ایک مجذوب صاحب کے بارے میں بھی منقول ہے جو قطب وقت بھی تھے آپ کے پاس ہنمنت راؤ پیٹ کے ہنمنت راؤ نامی ایک معتقد کو باریابی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا بھی اسے شرف ملتا تھا ایک روز مجذوب صاحب کے مکان کو آگ لگ گئی۔ تمام گاؤں والے بشمول ہنمنت راؤ آگ بجھانے دوڑے مگر آگ کے شعلوں میں گھرے ہوئے مکان کے اندر داخل ہونے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی لیکن سب یہ دیکھ کر دنگ ہو گئے کہ آگ کے درمیان مجذوب صاحب نہایت سکون و اطمینان سے آرام فرما رہے ہیں۔ آپ نے ہنمنت راؤ کو دیکھتے ہی اندر آنے کا اشارہ کیا۔ حسب الحکم وہ بلا خوف و خطر آگ میں کود پڑا اور صحیح سلامت حضرت تک پہنچ گیا۔ جہاں حضرت نے فرمایا "تیری کچھ خواہش ہے تو مانگ لے" اس نے عرض کیا "آپ قادر ولی ہیں آپ کا جو اختیار" حضرت نے ہاتھ اٹھا کر اس کے حق میں دعاء خیر فرمانے کے بعد یہ حکم دیا کہ مزید ہدایت کے لیے ٹیکال جا کر حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ سے نیاز حاصل کرے جو اس وقت عظیم روحانی قوت کے مالک ہیں۔ اپنے وصال سے قبل مجذوب صاحب نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ میری تجہیز و تکفین کے لیے دو نامعلوم بزرگ آئیں گے ان کے

سوا مجھے کوئی دوسرا غسل جنازہ نہ دے چنانچہ بالکل ایسا ہی واقع ہوا۔

نوٹ:۔ ا۔حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے کس شان سے نوازا ہے کہ ان کے ایک ولی کی کرامت میں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے کا نظارہ دکھائی دیتا ہے جب کہ نمرود کی سلگائی ہوئی آگ بھی آپ پر گلزار بن گئی تھی۔

۲۔ جس طرح اللہ کے ولی پر آگ نے کچھ اثر نہیں کیا اسی طرح اللہ کے ولی کی حمایت اور معیت حاصل کرنے والے پر بھی ان کے طفیل آگ کا اثر نہیں ہوا اگرچہ کہ وہ غیر مسلم تھا۔

۳۔ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ سے واقف رہتے ہیں ان کے درمیان آپسی ربط قائم رہتا ہے۔ اور جس طرح جسمانی امراض کا ایک طبیب یا ڈاکٹر ضرورت پڑنے پر دوسرے طبیب یا ڈاکٹر کے پاس مزید علاج کے لیے مریض کو بھیجتا ہے بالکل اسی طرح روحانی طبیب یعنی اولیاء اللہ میں بھی ایک ولی اور قطب اپنے وصال کے بعد ہونے والے دوسرے ولی اور قطب سے حسب ضرورت رجوع ہونے کی طالبان حق کو ہدایت دیتا ہے۔

آپ کی دُعا سے نئی زندگی ملنا

مجذوب صاحب کی وصیت کے مطابق ہنمنت راؤ ٹیکمال پہنچا جہاں حضرت اقدسؒ نے اپنے پاس تعمیری کاموں میں اس کو ملازم رکھ لیا۔ وہ اپنی پرخلوص خدمت اور وفا شعاری کے باعث حضرت اقدسؒ کا منظور نظر بن گیا۔

ایک مرتبہ ٹیکمال میں ہیضہ کی وبا پھیلی تو وہ شدید بیمار ہو گیا۔ جب کوئی دوا کارگر نہ ہوئی تو وہ صرف حضرت اقدسؒ کا نام بار بار زبان پر ورد کرنے لگا۔ چوں کہ آپ ٹیکمال سے باہر اپنی زمینات کا دورہ کرنے گئے تھے نیاز حاصل نہ ہو سکا لیکن دل کو تسلی دینے کی خاطر آپ کے مکان کی زیارت کو گیا تو کیا دیکھا کہ حضرت اقدسؒ کی

عبادت کے کمرہ میں ایک طرف چولھا سلگا ہوا ہے چراغ بھی جل رہا ہے اور آپ جانماز پر بیٹھے تلاوت میں مصروف ہیں۔ ہنمنت راؤ کو یقین نہ آیا اس لیے وہ اپنی آنکھیں ملنے کے بعد دوبارہ غور سے دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا بلکہ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مایوس ہو کر لوٹا اور آپ کے مدرسہ کے ایک حصہ میں لیٹ گیا۔ گویا موت اس کے سر پر منڈلاتی نظر آرہی تھی۔ مرنے کے بعد جسم کو جلادیئے جانے کے تصور اور خوف سے اس نے ایک مسلمان کے سامنے پانی کا ایک گھونٹ پی کر کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ جب وہ بیہوشی کے عالم میں آخری سانس لے رہا تھا تو ایسے نازک وقت حضرت اقدسؒ ٹیکمال واپس آگئے۔ گویا آپ محض ہنمنت راؤ کی دستگیری کے لیے ہی تشریف لائے۔ آپ نے سیدھے مدرسہ پہنچ کر ہنمنت راؤ کی صحت اور زندگی کے لیے دعا فرمائی۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس نے آنکھیں کھولدیں اور رفتہ رفتہ صحت کامل نصیب ہوئی۔ حضرت اقدسؒ نے مذہبی تعلیم دی اور اس کا نام حبیب اللہ شاہ رکھا جو آگے چل کر سچا خادم اسلام ثابت ہوا۔

نوٹ:۔ اولیاء اللہ کی نظر کرم اور توجہ اگر کسی غیر مسلم پر بھی ہو جائے تو نہ صرف وہ وقتیہ مصیبت سے نجات حاصل کر لیتا ہے بلکہ اسلام کی دولت سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔

آپ کی دعا سے مرض لا علاج سے شفا پانا

اسی طرح کا ایک اور واقعہ منقول ہے کہ حضرت اقدسؒ کے ایک مقرب مرید جن کا نام بھی اتفاق سے حبیب اللہ شاہ تھا ان کے برادر شاہ حسین سخت علیل ہوئے اور بچنے کی کوئی توقع باقی نہ رہی تو مایوس ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ اپنے مرید کے خواب میں تشریف لائے اور اس دعا و آیت قرآنی کو پڑھ کر دم کرنے کی ہدایت فرمائے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔ (ترجمہ: پاکی ہے تیرے لیے اے اللہ اور تیری تعریف کے ساتھ اور تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔)

اپنے مرشد کے حسب ہدایت حبیب اللہ شاہ صاحب نے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شفاء کے آثار جلد پیدا ہونے لگے بالآخر مرض دفع ہوگیا اور نئی زندگی نصیب ہوئی اس کے بعد حبیب اللہ شاہ اس اجازت یافتہ عمل کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر بیمار پر یہ عمل آزماتے تو انسان تو کجا جانور بھی اس کی برکت سے شفا پا جاتے تھے۔

نوٹ :۔ ۱) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعائیں قبولیت بخشتا ہے جس کے طفیل سے بیماری تندرستی میں اور موت زندگی میں بدل جاتی ہے۔

۲) مشکل میں امداد اور دستگیری کے لیے بظاہر کسی ولی یا مرشد کا نام لے کر پکارنے سے مجازی طور پر ولی اللہ مشکل کشائی کرتے ہیں لیکن حقیقی مشکل کشا پروردگار عالم ہے۔

۳) جس طرح کسی ڈاکٹر یا حکیم کا تجویز کردہ دوا یا نسخہ زیادہ کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے اسی طرح بزرگانِ دین کی ہدایت اور اجازت کے موافق دُعا اور عمل میں بھی اللہ تعالیٰ بے پناہ تاثیر اور برکات عطا فرماتا ہے اس لیے کسی خاص وظیفہ یا عمل کے پڑھنے سے قبل کسی واقف کار بزرگ سے اجازت لے لینے سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

ایک نیازمند کی وفات سے مطلع رہنا

بلدہ میں مقیم آپ کے ایک نیازمند شاہ امان اللہ حسینی قادری نے حضرت اقدسؒ سے خالص شہد کی فرمائش کی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید احمد بادشاہؒ قادریؒ نے حسب خواہش اعلیٰ شہد منگوایا اور بھیجنا ہی چاہتے تھے کہ آپ نے فرمایا "اب شہد بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی" اس طرح شہد بھیجنے سے منع فرمانے کا بھید دوسرے دن کھلا جب کہ خط سے آپ کے اس نیازمند کی وفات کی اطلاع ملی ــــ!

نوٹ: بزرگانِ دین کو اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جس سے کہ ایک عام آدمی واقف نہیں ہوتا۔ ان اللہ والوں کی فکر و نظر اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ دور ہونے والے واقعات بھی ان کے سامنے آئینہ کی طرح روشن رہتے ہیں۔

آپ کی دعا سے معطل تعلقدار کا بحال ہونا

حضرت اقدسؒ کے وصال کے قریب معطل شُدہ تعلقدار عظیم الدین خاں نے آپ کی خدمت میں ازراہ عقیدت اپنے ایک عریضہ میں یہ درخواست لکھ بھیجی کہ میری خدمت پر بحالی کے لیے دُعا فرمائیں۔ آپ نے یہ جواب لکھ بھیجنے کی ہدایت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جلد اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کردے گا۔ حضرت اقدسؒ کی دعا کی برکت سے عظیم الدین خاں کو تعلقداری کی خدمت پر فوراً بحال کردیا گیا۔

نوٹ: اللہ تعالیٰ سے دعا تو سب ہی کرتے ہیں مگر اللہ اپنے محبوب بندوں کی دعاء کو رد نہیں فرماتا بلکہ فوراً قبولیت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے کارخانہ قدرت سے فوراً اس کے موافق احکام جاری ہوجاتے ہیں۔

آپ کی دعا سے تبادلہ کے احکام منسوخ ہونا

شیخ احمد نامی آپ کے ایک معتقد سرکاری ملازم تھے اپنے اچانک تبادلے سے فکرمند ہوکر عقیدتاً حضرتِ اقدسؒ کی خدمت میں معروضہ لکھ بھیجے کہ احکام تبادلہ منسوخ ہوجانے کے لیے دعا فرمائیں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے حاکم سے شخصی طور پر ملو چنانچہ حاکم متعلقہ سے ملاقات پر شیخ احمد کو دیکھتے ہی اس نے مثل طلب کی اور احکام تبادلہ منسوخ کردیئے۔ جب شیخ احمد کا ٹھکانہ آنا ہوا تو تبادلہ کی منسوخی کو انھوں نے ظاہر نہ کیا بلکہ حضرت اقدسؒ کے استفسار پر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ تبادلہ کے احکام ابھی منسوخ نہیں ہوئے ہیں۔ آپ نے فوراً فرمایا "تبادلہ کے احکام تو کبھی کے منسوخ ہوجانا چاہیئے تھا"۔ شیخ صاحب

اپنی غلط بیانی پر نادم ہوکر قدموں پر گر پڑے اور اسی وقت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

نوٹ: اللہ والوں کے سامنے غیب وشہادت کے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسی ایسی پوشیدہ باتوں سے باخبر اور واقف کر دیتا ہے جس کا انکشاف عام لوگوں پر نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کی بارگاہ میں غلط بیانی سے کام لیں تو خود اپنا عیب ظاہر ہوتا اور خجالت وشرمندگی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

آپ کی دعا کی بدولت ترقی ہونا

موضع ناول کول کے متوطن یٰسین صاحب نامی ایک صاحب حضرت اقدسؒ کے مریدوں سے تھے اور بہ حیثیت اہلکار ملازم سرکار تھے۔ ٹیکمال آئے تو رفتہ رفتہ اپنے پیر و مرشد کے منظور نظر بن گئے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ جب مراقبہ میں مصروف تھے وہاں حاضر یٰسین صاحب اپنے دل ہی دل میں ملازمت میں اپنی ترقی کے بارے میں سوچنے لگے۔ حضرت اقدسؒ نے دعا سے فارغ ہوتے ہی خود اپنے سے انھیں یہ خوشخبری سنائی کہ "تمہارے دل کی آرزو انشاء اللہ بہت جلد پوری ہوگی اور تم تعلقدار ہو جاؤ گے۔" جو بعد میں بالکل صحیح ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی بدولت انھیں رفتہ رفتہ اتنی ترقی عطا کی کہ آخر کار وہ میدک کے تعلقدار جیسے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو گئے

نوٹ:۔ مراقبے کی حالت میں اللہ والوں پر دوسروں کے دلوں میں گزرنے والے خیالات کا انکشاف ہو جاتا ہے اسی لیے بزرگوں کا قول ہے کہ علماء کی محفل میں بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو اور اولیاء اللہ کی مجلس میں بیٹھو تو اپنے دلوں کو سنبھال کر بیٹھو۔ دوسرے یہ کہ اللہ والوں کی دعاؤں کی برکت سے خدا تعالیٰ نے ایک اہلکار کو تعلقدار بنا دیا جو عام طور پر ممکن نہیں۔

ولی را ولی می شناسد

ولی را ولی می شناسد یعنی ایک ولی دوسرے ولی

کو پہچان لیتا ہے یہ مقولہ اس کرامت پر پوری پوری طرح صادق آتا ہے کہ حیدرآباد
میں حضرت احمد شاہ دولہ نامی ایک ولی رہتے تھے۔ جو اہلِ دل بھی تھے اور اہلِ نظر بھی۔
اور عام طور پر قطبِ شہر مشہور تھے۔ اپنی حاجت روائی کے لیے خاص و عام آپ
سے فیض کے طالب رہتے یہاں تک کہ بادشاہِ وقت ناصر الدولہ بھی آپ کے بڑے
عقیدت مند تھے۔ حضرت احمد شاہ دولہؒ جذب کی حالت میں اکثر برہنہ رہتے تھے۔
یہ حضرت سید صاحب حسینیؒ کی نوجوانی کا وہ زمانہ تھا جب کہ آپ دینی تعلیم کے حصول
کی غرض سے حیدرآباد میں مقیم تھے۔ جب کبھی اس مجذوب بزرگ کے سامنے سے
حضرت اقدسؒ کا گذر ہوتا تو وہ بزرگ لحاظ و ادب کر کے فوراً اپنے برہنہ جسم کو لحاف
سے ڈھانک لیتے۔ ایک مرتبہ مجذوب بزرگ نے حضرت اقدسؒ کو چار پیسوں کے
سکے بطور تبرک دیتے ہوئے ہدایت دی کہ اس کو اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور
آپ کے حق میں دعائے خیر بھی فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت اقدسؒ کی ٹیکمال
کو واپسی کے بعد خوشحالی اور تمول کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ آپ نے بزرگ کی عطا کردہ
دولت کو مسجد، خانقاہ اور دینی مدرسہ حسینیہ کی تعمیر جیسے نیک کاموں میں صرف
فرمایا۔

نوٹ:۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ایسی نظر عطا فرماتا ہے کہ وہ کسی پر صرف
ایک نگاہ ڈالتے ہی اس کی آئندہ زندگی کے بارے میں منجانب اللہ مطلع ہو جاتے
ہیں اور جو آئندہ اللہ کا محبوب بندہ بننے والا ہے اس کو پہچان کر اس کی قبل از
قبل قدر و عزت کرتے ہیں۔ گویا ایک ولی دوسرے ولی کو بآسانی پہچان لیتا ہے۔

ڈاکوؤں سے نجات کیلئے آپ کی دستگیری

عزیز اللہ نامی ایک سپاہی اپنی بہادری اور جرأت کے لیے مشہور تھے اور ساتھ
ہی دین دار بھی واقع ہوئے تھے جنھیں ایک پیر کامل کی تلاش تھی زمانے کے کئی

بزرگانِ دین سے ملے مگر دل کو کہیں تسکین نہیں ہوئی۔ ایک بار جب وہ جنگل سے گزر رہے تھے تو ان کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو انجیر دیتے ہوئے ہدایت کرنے لگے کہ ٹیکمال جاؤ تو کسی بزرگ ہستی سے ملنے کی تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ ٹیکمال آئے اور حضرت سید صاحب حسینیؒ سے نیاز حاصل کرکے پورے مطمئن ہو گئے تو بیعت بھی ہو گئے اور کچھ دن خدمت اقدسؒ میں رہے اور آپ کے وصال کے بعد وہ تلاشِ روزگار میں اپنے وطن بلارم کو منتقل ہو گئے۔

ایک روز جب کہ وہ جنگل میں شکار میں مصروف تھے چند ڈاکوؤں نے ان کو گھیر لیا۔ وہ کھلے میدان میں تھے اور ڈاکو اطراف پہاڑیوں سے ان پر پتھر پھینکنے لگے تو مایوسی کے عالم میں اپنے پیر و مُرشد حضرت سید صاحب حسینیؒ کی روح مبارک سے دستگیری کی استدعا کی۔ ان ہی کے بیان کے مطابق انھوں نے حضرت اقدسؒ کو اسی وقت میدان میں کھڑا پایا جو یہ کہتے ہوئے ہمت افزائی کر رہے تھے "آگے بڑھو اور چوروں کو مار بھگا دو"۔ اپنے مرشدؒ نظر آتے ہی عزیز اللہ کے حوصلے بڑھ گئے ان کی اصلی طاقت واپس آ گئی اور انھوں نے پہاڑ پر چڑھ کر ڈاکوؤں کا بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا جو عزیز اللہ کو دیکھتے ہی بدحواس ہو کر جنگل میں بھاگ گئے۔

لوٹ بلہ تنہائی میں یا کسی مشکل مصیبت کے موقعہ پر اللہ کے محبوب بندوں سے استمداد اور استعانت کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کے طفیل فوراً مصیبت دور فرماتا ہے بظاہر مجازی طور پر تو وہی اللہ والے دستگیری کرتے ہیں لیکن حقیقی معنی میں وہ اللہ کی نصرت و حمایت ہوتی ہے۔

ٹہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین جس طرح اپنی زندگی میں مخلوق کی امداد فرماتے ہیں اپنے وصال کے بعد بھی اپنے خداداد تصرفات کے ذریعہ مخلوقِ خدا کی برابر دستگیری کرتے ہیں بشرطیکہ ان کی عظمت پر اعتقاد رکھ کر ان سے استمداد کی جائے۔

من سکھ رام کو گستاخی کی سزا ملنا

راجہ چندو لعل کے ایک مصاحب من سکھ رام کی وعدہ خلافیوں کے سبب حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے گنبد شریف کی تعمیر میں تاخیر اور خلل واقع ہوا تھا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت اقدسؒ کی خفگی اور عتاب کا شکار ہو کر من سکھ رام آپ سے اپنے تعلقات کو کشیدہ کر رکھا تھا۔ اور کسی نہ کسی طرح آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے موقعہ کی تلاش میں تھا جب سب منصوبے ناکام ہو گئے تو اس نے حضرت اقدسؒ کے وقار و مرتبہ کو متاثر کرنے کی ایک سازش تیار کی اور حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے صاحبزادے حضرت احمد رضا صاحب کو غلط ترغیب دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ حضرت اقدسؒ سے منصب سجادہ نشینی کے لیے مقابلہ کیا جائے۔ اس غرض کے لیے اس نے کثیر روپیہ صرف کر کے محبوب شاہ نامی خود ساختہ فقیر کی خدمات بھی حاصل کیں۔ یہ مصنوعی فقیر اپنے گیارہ ساتھیوں کے ہمراہ عین اس وقت ٹیکمال پہنچا جبکہ حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کا عرس شریف منایا جا رہا تھا۔ یہ ڈھونگ باز فقیر جو نہ روحانی قوت کا مالک تھا اور نہ کبھی پیر کامل کا فیض یافتہ تھا احاطۂ درگاہ ٹیکمال میں ایک زرین مسند پر بڑے رعب سے بیٹھا ہوا خود کو ایک بڑا درویش اور قطب وقت ظاہر کرنے لگا۔ حضرت اقدسؒ حسب معمول بعد نماز فجر پیر شاہد اللہ قادریؒ کے مزار پر فاتحہ پیش کرنے کے بعد اپنے دولت خانہ کو لوٹ گئے اور اس فقیر کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اس فقیر نے اپنے تین خادم یکے بعد دیگرے بھیجے اور حضرت اقدسؒ کو بلوایا۔ آپ نے پہلے تو کوئی جواب نہیں دیا مگر تیسری بار نہایت جلال اور خفگی کی حالت میں باہر نکل آئے۔ غرور و نخوت کے نشہ میں چور فقیر کا بے ادبانہ تخاطب اس حد تک پہنچا کہ اس نے آپ کو اپنے جوتوں کے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت اقدسؒ نے پورے صبر و تحمل سے کام لیا اور پہلے تو رعب اور وقار کے ساتھ فقیر کے قریب

گئے پھر اپنی ایک انگشت سے اس گستاخ کو آپ کا صرف چھونا تھا کہ فقیر کو ایک برقی رو جیسا جھٹکا سا لگا اور تقریباً بارہ فیٹ دور وہ اوندھے منہ جا گرا سفارین نے رسیوں سے کستے ہوئے اس کو گرفتار کرلیا اور حضور اقدس میں پیش کردیا اس کے سب ڈھونگ کا پول کھل گیا اور اس کی زرین مسند سب تار تار ہوگئی۔ من سکھ رام خود کو نادم ظاہر کرکے حضرت اقدس رح کی خدمت میں معذرت خواہ ہوا تو آپ نے صاف دلی اور خندہ پیشانی سے اس کو درگزر فرمادیا لیکن اس کے باوجود من سکھ رام کے دل میں انتقامی جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ دوسری بار وہ کسی سرکاری کام کے بہانے ٹیکمال آیا اور اپنی حکومت و اقتدار کا زور بتلاتے ہوئے حضرت اقدس رح سے ملاقات کے وقت آپ کے شایان شان ادب و لحاظ کو ملحوظ نہیں رکھا۔ جس پر آپ نے ناگواری اور خفگی کا اظہار فرمایا۔ جلد ہی آپ کے عتاب کا نتیجہ یوں نکلا کہ اپنے مستقر پر لوٹتے ہی من سکھ رام کو اس کے عہدے سے نہ صرف معزول اور برطرف کردیا گیا بلکہ اس کی چند خطاؤں کی پاداش میں اس کو قید کی سزا بھگتنی پڑی۔

نوٹ :۔ ا۔ اولیاء اللہ دراصل خدا تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں اس لیے اولیائے کرام کی شان میں کسی بے ادبی یا گستاخی سے خود اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے جس کا نتیجہ اس گستاخ کی بدنامی، رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ عَادَىٰ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ یعنی جو میرے دوست کے ساتھ دشمنی کرے اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔ جس کے خلاف خود اللہ تعالیٰ جنگ کا اعلان فرمادے پھر اس کے دونوں جہاں میں ذلیل و خوار ہوجانے میں شبہ ہی نہیں۔

راجہ گرو جادوگر کی شکست و ناکامی

ایک مرتبہ راجہ گرو نامی ایک بڑا جادوگر اپنے کئی چیلوں کے ہمراہ ٹیکمال آیا جس کے

ساتھ نوبت، نقارے، چھتر، عَلَم اور ہاتھی وغیرہ سب کچھ تھے جب یہ جلوس مسجد درگاہ شریف ٹیکمال کے قریب پہنچا تو وہاں موجود سب ہندو مسلم معتقدین نے عموماً اور خانقاہ کے خادموں نے خصوصاً باجا موقوف کر دینے کی درخواست کی کیوں کہ مسجد درگاہ شریف کے سامنے بلا امتیاز فرقہ و مذہب سب لوگ باجا کبھی نہیں بجاتے بلکہ احتراماً موقوف کر دیتے ہیں۔ لیکن راجہ گرو اور اس کی جماعت نے ایک نہ مانی اور شرارتاً باجا بجاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے حضرت اقدسؒ جو درگاہ شریف کی کمان کے بالائی حصّہ سے یہ سب ملاحظہ فرما رہے تھے ایک شمشیر برہنہ لیے تقریباً بیس فیٹ بلندی سے نیچے کود پڑے اور شیر کی طرح جلوسیوں پر حملہ آور ہوئے آپ کی روحانی قوت کے آگے کوئی نہ ٹک سکا اور جلوسی بدحواس ہو کر سب منتشر ہو گئے۔ راجہ گرو خود بھی اپنی جان بچانے کی غرض سے بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا۔ اپنے چیلوں کے روبرو اپنی شکست و ذلت سے راجا گرو کے مقام اور مرتبہ کو بڑا دھکا لگا اس لیے انتقاماً حضرت اقدسؒ کو گزند پہنچانے کے لیے اس نے جادو کا عمل شروع کر دیا۔ آپ حسب معمول شب کی نماز و وظیفہ کے بعد جب آرام فرمائے تو خواب میں ایک نہایت حسین عورت ظاہر ہوئی جو آپ کو اپنی جانب مائل کرنے کی مقدور بھر کوشش میں مصروف تھی اور کہہ رہی تھی کہ "راجہ گرو نے مجھے آپ کو قتل کرنے کی غرض سے روانہ کیا ہے۔" حضرت نے اجازت دی کہ وہ اپنی آرزو پوری کر لے چنانچہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آپ کے شانوں پر دبا کر اپنی نظر کے عمل سے مغلوب کرنے کی پوری کوشش کی مگر اس کے باوجود اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ اس موقع پر آپ کچھ پڑھنا شروع فرمائے اور اس پر دم کرتے ہی وہ حسین لڑکی یکدم ایک کتیا کی شکل اختیار کر لی۔ اور دُم ہلاتے ہوئے بھاگ نکلی یہ عام قاعدہ ہے کہ جب جادو کا عمل ناکام ہو جاتا ہے تو اس کی رجعت خود جادوگر کرنے والے پر ہوتی ہے اور جادو کا اُلٹا اثر ہونے

لگتا ہے چنانچہ راجہ گرو بھی رجعت کا شکار ہو کر شدید بیمار ہو گیا۔ جب حالت بے حد خراب ہوئی تو اپنے کرتوت پر شرمندہ ہو کر اپنے دو چیلوں کو حضرت اقدسؒ کی خدمت میں بھیجا تاکہ اس کی جانب سے معذرت چاہیں۔ آپ صاف دل اور عالی ظرف واقع ہوئے تھے اس کا سب قصور معاف فرما دیئے۔ چیلوں کی درخواست پر پیر شاہد اللہ قادریؒ کے مزار مبارک سے کچھ عود و گل بطور تبرک عطا بھی فرمائے۔ راجہ گرو ان متبرک پھولوں کو ہاتھ میں لیتے ہی صحت یاب ہو گیا اور جادو کی رجعت کا اثر بالکل دفع ہو گیا۔

ٹیکمال چھوڑتے وقت اپنے تمام چیلوں کو ہدایت کر گیا کہ حضرت اقدسؒ کو اس کی جگہ اپنا گرو مانا کریں ورنہ حضرت کی شان میں ان کی تھوڑی بھی خلاف ورزی سے ان کو اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس واقعہ کے بعد مضافات کے غیر مسلم بھی حضرت اقدسؒ کے معتقد بن گئے۔

نوٹ:۔ اولیاء کرام کی شان میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ کے مطابق اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اولیاء اللہ دنیا کی کسی طاقت کے سامنے خوفزدہ ہرگز نہیں ہوتے۔ وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرتی ہے۔ جو بھی کسی ولی اللہ کے مقابل اپنی طاقت آزمائی کی حماقت کرتا ہے تو اس کو منہ کی کھانی پڑتی ہے اور بالآخر حق کے سامنے باطل کو سرنگوں ہونا ہی پڑتا ہے۔

اولیاء اللہ سے جس طرح اپنی حیات ظاہری میں کرامات صادر ہوتی ہیں اسی طرح ان کے وصال کے بعد ان کے روحانی تصرفات اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اپنے وصال کے چند منٹ بعد حضرت اقدسؒ کی اس کرامت کا پچھلے صفحات میں تفصیلی ذکر آ چکا ہے کہ کس طرح آپ نے گاؤں میں رہنے والوں کے خواب میں اپنی رحلت کی اطلاع دی جس

پر وہ سب نیند سے بیدار ہو کر سیدھے حضرت اقدسؒ کے آستانہ پر پہنچے اور خواب میں آپ کی اطلاع کا حال بیان کرنے لگے۔

اس کے علاوہ میدک کے متوطن آپ کے ایک مُرید عبدالرحمٰن کو تو نہ صرف حضرت اقدسؒ نے اپنے وصال سے مطلع فرمایا بلکہ ایک چادر گُل لے آنے کا حکم بھی دیا۔ اور جب یہ پھولوں کی چادر مزار مبارک پر پیش کی گئی تو دس یوم تک اس کا تازہ و شاداب رہنا یہ خود آپ کی ایک کرامت ہے۔

نوٹ:۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ سر سبز ڈالی اور تازہ پھول اگر کسی گنہگار کی قبر پر لگائیں تو صاحب قبر کی روح کو تازگی ملتی ہے اور ڈالی یا پھول جب تک خدا کا ذِکر کرتے ہیں تو عذابِ قبر میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ مگر اللہ والوں کی بھی عجب شان ہے کہ جب پھول اور سبزہ ان کے مزار پر ڈالے جاتے ہیں تو ان کے طفیل سے مُرجھانے کا وقت بھی آجائے تو پھولوں کی تازگی اور سرسبزی تا دیر برقرار رہتی ہے۔

بعد وصال آپ کا عالی مقام

شاہ ندیم اللہ حسینیؒ کے ایک افغان مُرید احمد سعید نامی متوطن میدک بڑے متقی پرہیزگار اور شب بیدار تھے۔ ٹیکمال میں جس دن حضرت اقدسؒ کا وصال ہوا اسی دن میدک میں احمد سعید نے خواب دیکھا کہ ایک جنازہ کو نہایت شان و شوکت اور عظمت و جلال کے ساتھ آسمان کی جانب لے جایا جا رہا ہے جس کے اطراف و اکناف کئی ستارے روشن ہیں۔ غیب سے آواز آئی "یہ جنازہ قطب ٹیکمال حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا ہے جن کا آج وصال ہو گیا ہے"

نوٹ:۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو بعد وصال جن مراتب عالیہ سے نوازتا ہے اس کو دنیا میں زندہ نیک بندوں پر ظاہر بھی فرما دیتا ہے۔

۲۔ مادی دنیا میں کسی واقعہ کی اطلاع جس طرح ہم ٹیلیفون یا ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ

پہنچاتے ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی ضروری اطلاعات کا متعلقہ اصحاب تک پہنچانے کا غیبی انتظام مقرر ہے جس میں نہ تاخیر ہوتی ہے اور نہ خطا۔ البتہ دنیوی ذرائع ابلاغ میں خرابی اور خلل ممکن ہے۔

بعد وصال اپنے دیدار سے مشرف فرمانا

حضرت اقدسؒ اپنے وصال کے بعد ایک شب اپنے فرزند حضرت سید معروف حسینیؒ کو خواب میں نظر آئے۔ قرب حق کے بارے میں استفسار پر فرمانے لگے "دنیا سے فرصت پاتے ہی دیدارِ حق کی دولت مل گئی اللہ کے قرب میں نہایت آرام و اطمینان سے ہوں"۔ اس کے بعد اس سوال پر کہ کیا وہاں بھی آپ کو نماز کا حکم ہے تو آپ نے فرمایا "اگرچہ کہ طاعت و عبادت کی یہاں پابندی نہیں ہے لیکن حسب عادت اب بھی نماز پڑھتا ہوں"۔

نوٹ:۔ اولیاء اللہ دنیا میں زندہ رہنے تک حقانی جلوؤں کا نظارہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جب فنا فی اللہ کی منزل اعلیٰ پر فائز ہو جاتے ہیں تو اس عالم سے کوچ کرتے ہی انھیں دیدارِ حق کی دولت مل جاتی ہے جس سے بڑھ کر ان کے لیے اور کوئی دوسری خوشی نہیں ہوتی۔ اس لیے بزرگوں کے اس عالم فانی کے چھوڑنے کو "وصال" کہتے ہیں اور ان کے یوم وصال کی یادگار منانے کو "عرس" کہا جاتا ہے۔

۲۔ دنیا میں جن مومنوں کو نماز کا شوق اور شغف رہتا ہے اس دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی ان کی روح کو نماز سے ہی دلچسپی رہتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْن یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

اس کے مطابق نماز کیا ہے مومنوں کے لیے معراج ہے اور معراج کیا ہے دیدارِ ذاتِ ذوالجلال ہے بعد وصال انبیاء کرام تک نماز میں مصروف تھے مثلاً حضور نبی کریمؐ نے شب اسریٰ آسمانوں کی سیر فرمائی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جن کا کہ پہلے ہی وصال ہو چکا تھا بلکہ مسجد اقصیٰ میں

جملہ انبیاء کرام نے بعد وصال حضورؐ کے پیچھے نماز با جماعت ادا کی۔

تبرکات کا آگ سے محفوظ رہنا

حضرت اقدسؒ کے ہمشیر زادے حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ مشائخ میدک نے اپنی کتاب "حیات تسلیم" میں ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے وصال سے کچھ دن قبل سوء اتفاق سے اس کمرہ کو آگ لگ گئی جس میں آپ کی تصانیف دیگر کاغذات اور نایاب کتب کے علاوہ ایک چھوٹے سے صندوق میں آپؒ کے ماموں و مرشد حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے عطا کردہ تبرکات (کلاہ، جبہ، شجرہ قادریہ وغیرہ) رکھے ہوئے تھے۔ آگ سے تمام کاغذات اور کتابیں تو جل کر خاکستر ہو گئیں مگر وہ صندوق جس میں تبرکات تھے بالکل محفوظ رہا اور اس کے اطراف بھی آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ خود حضرت اقدسؒ کی ایک کرامت سے کم نہیں۔

نوٹ:۔ ا۔ جو بندے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں تو ان کی ہر بات بلکہ ہر وہ چیز بھی خدا کو محبوب ہوتی ہے جس کو ان محبوبان خدا سے نسبت اور وابستگی ہو جائے لہٰذا جس طرح اللہ کے کسی محبوب کو دُنیا و آخرت کی آگ چھو نہیں سکتی اسی طرح ان سے منسوب اور وابستہ ہر شئے کے قریب بھی آگ کا گزر نہیں ہو سکتا۔ خواجہ حافظ شیرازی نے سچ کہا ہے

؎ ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق[1]
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

۲. جب کسی بے جان شئے کو اولیاء اللہ کی صحبت و نسبت سے یہ عظمت نصیب ہو جاتی ہے تو پھر اُن کے دامن سے وابستہ انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار عنایتیں اور نوازشیں کیوں نہ ہوں گی۔

---

[1] ترجمہ شعر: جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا۔ ہماری ہمیشگی دنیا کی تاریخ میں قائم ہو چکی ہے۔

نذرانۂ عقیدت

به آستانہ حضرت پیر شاہد اللہ قادری رحمتہ اللہ علیہ

تم مظہر انوار خدا ہو شاہدؒ
اور شمع مدینہ کی ضیاء ہو شاہدؒ
کاسہ لیے اعظمؔ ہے گدا در پہ کھڑا
للہ اُسے کچھ بھیک عطا ہو شاہدؒ

به درگاہ حضرت سید صاحب حسینی قادری رحمتہ اللہ علیہ

آلِ نبی اولادِ علی ہیں صاحبؒ
بغداد کے گلشن کی کلی ہیں صاحبؒ
خالی نہیں جاتا کوئی در سے جن کے
اللہ کے اعظمؔ وہ ولی ہیں صاحبؒ

(عرض کردہ قاضی صوفی اعظمؔ قادری مؤلف عفی عنہ)

چھٹا باب

سجادگان درگاہ شریف ٹیکمال

سجادۂ اول درگاہ شریف ٹیکمال کے سب سے پہلے صاحب سجادہ حضرت سید صاحب حسینی قادری رح تھے۔ ۱۲۴۵ھ م ۱۸۳۱ء میں حضرت پیر شاہد اللہ قادری رح نے آپ کو کس طرح اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا اس واقعہ کی تفصیل تیسرے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔ پیر و مرشد رح کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت اقدس رح مسند سجادگی پر ۴۹ سال تک رونق افروز رہ کر ایک عالم کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۶ محرم ۱۲۹۷ھ م ۱۸۸۰ء ہوا چنانچہ اسی تاریخ آپ کا عرس شریف ہر سال بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔

آپ اپنے وسیع خاندانی ارکان کے جدِ اعلیٰ ہیں آپ نے معاشی، معاشرتی، تعلیمی، تعمیری اور دینی و مذہبی میدان کے ہر شعبہ میں انسانیت کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً ایسی خدمت فرمائی ہے اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ جو ہمیشہ کے لیے یادگار اور ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کے مکمل حالات زندگی معہ کرامات پچھلے ابواب میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

سجادہ دوم حضرت سید صاحب حسینی قادری رح کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سید احمد بادشاہ قادری رح نے مسند سجادگی کو بحیثیت سجادہ دوم

رونق بخشی۔

آپ بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۴۸ھم ۱۸۳۳ء تولد ہوئے اور بتاریخ ۴ جماوی الثانی ۱۳۲۵ھم ۱۹۰۷ء وصال فرمائے۔

آپ نے ستائیس سال تک سجادۂ ٹیکمال کی حیثیت سے بڑی خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ تزک محبوبیہ دفتر سوم جلد دوم ص ۴۹ پر آپ کے حالات زندگی کا کچھ حصّہ بھی درج ہے۔ آپ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب ہیں کہ حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ اور حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ دونوں بزرگوں کی خصوصی عنایت وشفقت آپ کے شامل حال تھی۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے وصال سے دو روز قبل جبکہ آدھی رات کا وقت تھا اور فیضان رحمت پورے جوش پر تھا اپنے فرزند اکبر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور جملہ موروثی علمی امانتیں اور نعمتیں سینہ بہ سینہ اپنے بڑے صاحبزادے میں منتقل فرمادیں۔ غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ عز وجل نے حضرت سید احمد بادشاہ قادریؒ کو نہ صرف روحانی پیشوا اور صاحب تصرف جانشین بنایا بلکہ آپ کے اہل خاندان کو دنیا ودین کی دولتوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور فرمارہا ہے۔ خود حضرت سید احمد بادشاہ قادریؒ کا زمانہ خوشی اور خوشحالی کا ایسا یادگار دور تھا کہ مقدس ٹیکمال کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ بڑے ذہین واقع ہوئے تھے اس لیے اوّل عمر ہی میں فارغ التحصیل ہوگئے اور اپنے والد ماجد کی خصوصی نگرانی میں سلوک کی تکمیل فرمائی۔ آپ کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی تو ۱۲۵۹ھم ۱۸۴۴ء میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

آپ کے ۲۷ سالہ دور سجادگی میں ہزاروں افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے آپ کے دور میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کو بڑی ترقی حاصل ہوئی آپ نے وسیع زمینات

حاصل فرمائیں اور ٹیکمال بھر میں امیر ترین زمینداروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ ریاستی حکومت کے وزراء و عہدہ داران بالا کی نظروں میں آپ کی وقعت و عزت بہت تھی چنانچہ سر سالار جنگ وزیر اعظم آپ کے خطوط کے جوابات بڑے احترام کے ساتھ فوراً مرحمت کرتے تھے۔ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۷ء میں جب آپ مرض سرطان (کینسر) سے بیمار ہوئے تو آپ کے صاحبزادے سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی کوششوں سے مہاراجہ سرکشن پرشاد نے جو آپ کے معتقدین میں سے تھے ذریعہ مراسلہ نشان ۷۷۹ مجریہ امرداد ۱۳۱۶ف ناظم طبابت کو اور انھوں نے ذریعہ مراسلہ نشان نمبر ۳۳۳۵ مجریہ امرداد ۱۳۱۶ف آپ کے علاج معالجہ کے لیے خصوصی طور پر جوگی پیٹھ کے سرکاری ڈاکٹر محمد حنیف کو اپنے دواخانے کے ساتھ عارضی طور پر ٹیکمال منتقل ہونے کے احکامات جاری کئے ڈاکٹر موصوف نے آپ کی پشت پر بڑی عمدگی اور مہارت کے ساتھ آپریشن (عمل جراحی) کیا لیکن آپ کا اسی مرض میں وصال ہوگیا۔

ہجری مادہ تاریخ از قاضی محمد مظفر الدین معلیٰ "واصل حق گشت احمد پادشہ" ۱۳۲۵ھ ہے۔

آپ کے انتقال پر اعلیٰ معززین و عہدہ داراں کی جانب سے تعزیتی خطوط وصول ہوئے بعد میں آپ کے مزار مبارک پر خوبصورت گنبد تعمیر کی گئی۔

آپ کی زوجۂ اول آپ ہی کے بہنوئی خواجہ قیام الدین صدیقی کی ہمشیر تھیں جو اپنے اکلوتے فرزند سید محمد حسینی پادشاہ قادری کے تولد ہونے کے سات دن بعد ہی انتقال کر گئیں۔ آپ کی زوجہ دوم کے بطن سے تین صاحبزادے سید نور اللہ حسینی قادریؒ سید محمود پادشاہ قادری اور سید عبدالرزاق قادری نیز ایک دختر زہرہ بی زوجہ حضرت حمید الدین قاضی پر بھی تھے۔

سجادہ سوم

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۷ء میں مسند سجادگی پر تیسرے سجادہ

کی حیثیت سے متمکن ہوئے آپ کا نام "محمد" لقب "حسینی پادشاہ" اور تخلص "عقیل" تھا۔ ارادات مند شیخ احمد مرحوم النعامدار ٹیکمال نے اپنی کتاب موسوم بہ تاریخی نام "رقیمۂ تقدس شمامہ" میں حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کے اکثر حالات جمع کئے ہیں جس کی فارسی عبارت کے اردو ترجمہ کا کام مولف ہٰذا نے تقریبًا مکمل کر دیا ہے اور انشاء اللہ یہ کتاب بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر ہدیۂ شائقین کی جائیگی۔

یہاں اس کا مختصر اجمالی خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

سید حسینی پادشاہ قادری بتاریخ ۲ محرم ۱۲۶۹ھ (م ۱۸۵۳ء) بروز یکشنبہ بوقت فجر تولد ہوئے آپ ابھی سات دن کے ہی تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا سایۂ شفقت سر سے اُٹھ گیا۔ جس کے بعد آپ کی دادی صاحبہ کی راست نگرانی میں بڑے ناز و نعم سے آپ کی پرورش ہوئی۔

پورے خاندان کے نور نظر تھے اور مریدین و متوسلین میں قابل قدر و تعظیم سمجھے جاتے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ حسینیہ کے علاوہ آپ کے جد امجد حضرت سید صاحب حسینیؒ کی خصوصی دلچسپی سے ہوی اور تھوڑے ہی عرصہ میں علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کرلی۔ کمسنی سے ہی کشف و کرامات کا آغاز ہوگیا۔ ۱۲۸۵ھ (م ۱۸۶۹ء) پر صرف ستّرہ سال کی عمر میں ہی اپنے جد امجدؒ سے آپ نہ صرف خرقہ خلافت سے ممتاز ہوئے بلکہ اپنی ذاتی لیاقت اور علمی قابلیت کے سبب ریاستی حکومت کے سررشتہ تعلیمات میں پہلے بحیثیت مدرس آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے بعد اپنے تیس سالہ سرکاری ملازمت کے دوران شعبہ نظم و نسق اور صرفخاص مبارک میں اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

۱۲۹۸ھ م ۱۸۸۱ء میں حضرت سید صاحب حسینیؒ کے پہلے عرس شریف کے موقعہ پر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اپنے فرزند اکبر حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ

کو ٹیکمال میں اپنا جانشین کرنے کا اعلان عام بھی فرمایا۔
۳۵ سال کی عمر میں اپنی دونوں دادیوں، اپنے چچا حضرت سید معروف قادریؒ اپنے ماموں حضرت خواجہ قیام الدین صدیقیؒ، برادر عمزاد حضرت سید محمد پادشاہ قادریؒ کے علاوہ اپنی دونوں ازواج اور چار خادمین کے ساتھ حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے جہاں آپ کی مشفقہ بڑی دادی صاحبہ کا مکہ معظمہ میں انتقال ہو گیا اور قبرستان جنت المعلیٰ میں تدفین عمل میں آئی۔
آپ کو ایک فرزند اور تین دختران تولد ہوئے لیکن فرزند اور پہلی دختر پیدا ہوتے ہی انتقال کر گئے۔
آپ نے تعمیری اور رفاہ عام کے جو کارہائے عظیم انجام دیے ہیں وہ ناقابلِ فراموش اور آج تک یادگار ہیں مثلاً بلدہ حیدر آباد میں اپنے سکونتی محلہ ملک پیٹھ میں پختہ خوبصورت حسینی مسجد لب سڑک تعمیر کی جس میں کشادہ حوض بھی بنوایا اس کے علاوہ نہر آب باؤلی خانقاہ اور مکانات بھی تعمیر کروائے اور باغ لگوائے۔
موضع پداپور میں بھی مسلمانوں کے محلہ میں عالیشان مسجد اور باؤلی بنوائی۔ جوگی پیٹھ میں بھی ایک مسجد بنوائی جہاں کہ آپ کے جد اعلیٰ الہ آباد سے تشریف لاکر کچھ قیام کے بعد وصال فرمائے اور وہیں مدفون ہیں۔ حسن محمد پلی میں کنواں، بادشاہ پور و حسینی پور میں بھی باؤلیاں، تالاب، باغ و عالی شان مکان تعمیر کروائے۔ خود ٹیکمال میں بھی بڑی باؤلی تعمیر کروائی۔ تقریباً تیرہ ۱۳ سال تک سجادگی ٹیکمال پر فائز رہے لیکن اس دوران زیادہ قیام بلدہ حیدر آباد میں ہوا کرتا تھا صرف اعراس کے موقعوں پر ٹیکمال تشریف لاتے۔ باقی انتظامات ملازمین و نگران کار کے سپرد کر دیئے گئے جس سے ٹیکمال کی تاریخ نے پلٹا کھایا۔ کیوں کہ اس کے بعد کے سجادگان صاحبان نے بھی حیدر آباد ہی کو اپنا مستقر بنا لیا۔

آپ کا وصال ۱۳۳۷ھ م ۱۹۱۹ء کے اواخر میں حیدرآباد میں ہی ہوا۔ اس زمانہ میں آپ کے جسد خاکی کو فوراً ٹیکمال منتقل کرنے کے لیے معقول سہولتیں فراہم نہیں تھیں، اس لیے آپ کے جسم کو خاص مصالحوں کے ذریعہ حیدرآباد میں سونپ کر محفوظ رکھا گیا جس کے چودہ (۱۴) مہینوں بعد ٹیکمال لایا گیا اور تدفین عمل میں آئی۔ بعد ازاں گنبد بھی تعمیر کیا گیا۔

سجادۂ چہارم | حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی چوں کہ کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی اس لیے ان کے وصال پر سجادگی کے لیے آپ کے برادران صاحبان مستحق قرار پائے لیکن برادر دوم حضرت سید نوراللہ حسینی قادریؒ چوں کہ حکومت میں اول تعلقداری کے عہدہ پر سرکاری ملازمت میں تھے اس لیے انھوں نے اس ذمہ داری کو قبول نہیں کیا لہٰذا آپ سے چھوٹے برادر حضرت سید محمود پاشاہ قادری چوتھے سجادۂ ٹیکمال مقرر ہوئے لیکن سوء اتفاق سے بہت جلد اوائل ۱۹۲۰ء م (۱۳۳۸ھ) میں ہی حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ ہونے کے چار ماہ کے اندر اندر انتقال فرما گئے۔ آپ کا مزار ملک پیٹھ میں حسینی مسجد سے متصل قبرستان میں واقع ہے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل آگے کے باب میں درج ہے۔ ۱۳۳۷ھ و ۱۳۳۸ھ یعنی ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیان کا زمانہ خاندان ٹیکمال کے لیے بڑا اندوہناک ثابت ہوا کیوں کہ تقریباً سات ماہ کے قلیل عرصے کے دوران خاندان کے تین اہم مہرے جاتے رہے اس طرح کہ حضرت سید حسینی پاشاہ قادریؒ کے وصال کے صرف چار ماہ بعد حضرت سید نوراللہ حسینی قادریؒ بھی عالم جاودانی کو کوچ کر گئے جن کا بھی مزار ملک پیٹھ کے قبرستان میں ہے۔ اور اس سانحہ کے تقریباً چالیس روز کے اندر اندر ان سے چھوٹے برادر سید محمود پادشاہ قادریؒ بھی راہی جنت ہوئے۔

سجادۂ پنجم | اس کے بعد ۱۳۳۸ھ م ۱۹۲۰ء میں حضرت سید نوراللہ حسینی قادریؒ کے فرزند اکبر حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ پانچویں سجادہ ٹیکمال مقرر ہوئے جس کی فوری برکت یہ ہوئی کہ آپ کا حکومت میں بحیثیت تحصیلدار تقرر

عمل میں آیا بالآخر آپ اول تعلقدار کے عہدہ سے وظیفہ حاصل فرمائے۔ بعد وظیفہ بھی آپ نظام کے صرفخاص مبارک میں اعلی عہدوں پر فائز رہے۔ اعلیحضرت آصف جاہ سابع نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ آپ کو نواب حمایت نواز جنگ بہادر امیر پائیگاہ کا اتالیق نظم و نسق بھی مقرر فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ نے مولف ہذا کے والد و مرشد حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قبلہؒ سے (جو مذہبی اتالیق امیر پائیگاہ ذریعہ فرمان اعلیحضرت مقرر ہوئے تھے) حدیث تفسیر اور تصوف میں درس کے ذریعہ شرف تلمذ حاصل کیا۔
الغرض دوران ملازمت اپنی سرکاری ذمہ داریوں کے سبب آپ درگاہ شریف ٹیکمال کی جانب خاطر خواہ وقت اور توجہ دینے کے موقف میں نہیں رہے۔ اس لیے حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے فرزند چہارم حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ مقیم ٹیکمال ہی ملازمین پر نگرانی اور مراسم درگاہ شریف کی انجام دہی کرتے رہے لیکن ۱۹۲۳ء م ۱۳۴۱ھ میں حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کی اچانک وفات ہوگئی اور تدفین ٹیکمال ہی میں عمل میں آئی تو درگاہ شریف ٹیکمال کے انتظامات بالکلیہ ملازمین و نگران کاران کے ہاتھوں عمل میں آگئے۔ نیز عام معیار زندگی میں قابل لحاظ اضافہ کے سبب درگاہ شریف کی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں۔ دو کے بجائے صرف ایک ہی عرس ہونے لگا۔ مسجد اور گنبدوں کے سوائے باقی عمارات وقتاً فوقتاً مرمت نہ ہونے کی وجہ سے بوسیدہ اور منہدم ہونے کے قریب ہوگئیں۔

لہٰذا سجادہ صاحب کے حین حیات ایک درگاہ سوسائٹی تشکیل دی گئی اور حیات نو اسکیم کے تحت ٹیکمال کو نئی زندگی ملی جس کا سہرا حضرت سید احمد صاحب قادریؒ کے سر ہے تفصیلات آئندہ ابواب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ نے بتاریخ ۶ شعبان ۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء بروز یکشنبہ بعد ظہر داعی اجل کو لبیک کہا اور ملک پیٹھ کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

اس طرح آپ تقریباً ۷۵ سال تک مسند سجادگی پر فائز رہے۔ مولف کا مستخرجہ مادہ
و قطعہ تاریخ وفات در سنین ہجری و عیسوی آپ کے مزار پر نصب ہے جو درج ذیل ہے۔

یا غفار یا عزیز

۱۳ ھ ۹۷

وَ بِهَل الجنۃ الفردوس بالطافِ اللّٰہ الرحیم

۷ ۹ ۱ ۱

روز یکشنبہ ظہر کے وقت چھ شعبان کو	ہوگئے واصل بحق یک سید والا صفت
سال رحلت خلد سے رضواں نے اعظم سے کہا	احمد عبد القادر مرحوم عالی منزلت

۱۳ ھ ۹۷

سجادہ ششم حضرت سید احمد عبد القادر حسینی قادریؒ کے انتقال پر آپ کے واحد فرزند مولوی سید احمد نور اللہ صاحب قادری درگاہ شریف ٹیکمال کے چھٹے سجادے مقرر ہوئے۔ آپ بتاریخ ۹ رجب ۱۳۸۰ھ م ۱۹۶۱ء تولد ہوئے اور بتاریخ ۶ رمضان ۱۳۹۷ھ م ۲۲ اگست ۱۹۷۷ء بمقام نور اللہ منزل ملک پیٹھ آپ کی رسم سجادہ نشینی تکمیل پائی جب کہ آپ کی دستار بندی مانحی المکرم حضرت سید شاہ رضا علی صاحب صوفی مدظلہٗ سجادہ نشین محدث دکنؒ نے فرمائی اس موقعہ پر ارکان خاندان کے علاوہ علماء و مشائخین و پیران طریقت شریک تھے جن میں درگاہ شریف گلبرگہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب بھی شامل تھے درگاہ شریف ٹیکمال کے موجودہ سجادہ صاحب کو ماشاء اللہ صورت و سیرت میں اپنے اسلاف کے اوصاف حمیدہ و اخلاق حسنہ ورثہ میں ملے ہیں اور سچے جانشین بننے کی پوری صلاحیتیں آپ میں موجود ہیں۔ درگاہ سوسائٹی کے دستوری صدر بھی ہیں۔ چونکہ اب تک آپ کی ساری دلچسپی تعلیم کی جانب مرکوز تھی اس لیے اپنے عم محترم حضرت سید احمد قادری صاحب کے زیر سرپرستی

وہدایت اپنی خدمات سجادگی انجام دے رہے ہیں۔ اب الحمد للہ آپ بدرجہ اول سائنس گرائجویٹ اور فارغ التحصل ہو چکے ہیں اور آئندہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اپنی پوری توجہ درگاہ شریف کی جانب دینے کے قابل ہو گئے ہیں اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ درگاہ شریف اور سوسائٹی کے جملہ انتظامات اپنی راست نگرانی میں بحسن وخوبی جاری رکھیں گے۔

خلافت وسجادگی کے مادہ ہائے تواریخ

فن تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے صاحبان ذوق کے لیے ذیل میں عطائے خلافت وسجادہ نشینی سے متعلق چند مادہ ہائے تاریخی درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت پیر شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادریؒ کو جب آپ کے پیر و مرشد حضرت سید امیاں قبلہؒ نے خلافت سرفراز کی تو اس کا مادہ تاریخ (فیض رساں ۱۲۰۱ھ) ہے۔

۲۔ جب حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ نے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو خلعت خلافت وسجادگی عطا فرمائی تو اس کا مادہ تاریخ (یک نظر ہیں ۱۲۴۲ھ) ہے (لیکن فرہنگ حسینی میں یہ سن ۱۲۴۱ھ درج ہے)

۳۔ جب حضرت سید صاحب حسینیؒ نے حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو تاج خلافت واجازت سجادگی سے نوازا تو اس کا مادہ تاریخ (فیض جاری کن مدام ۱۲۵۹ھ) ہے۔

۴۔ جب حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ کو سترہ سال کی عمر میں خلعت خلافت سے عزت بخشی تو اس کا مادہ تاریخ (زیبا خلیفہ درگاہ شاہد ۱۲۸۵ھ) ہے۔

۵۔ جب حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ کو اپنا جانشین فرمایا تو مصرع تاریخ (اے ولی کن فیض جاری دائمی ۱۲۹۶ھ) ہے۔

مندرجہ بالا پانچوں تاریخی مادے کتاب "رقیمۂ تقدیس شمامہ" سے نقل کیے گئے ہیں اس کے بعد کے سجادہ صاحبان سے متعلق مادہ ہائے تاریخی کی تکمیل مولفِ ہٰذا کی جانب سے ذیل میں کی جاتی ہے۔

۶. حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ کے سجادۂ چہارم مقرر ہونے کا مادۂ تاریخ "لقد فاز فوزاً عظیماً" قرآنی آیت ہے۔
۱۳۳۷ھ

۷. حضرت سید احمد عبدالقادر حسینیؒ کے سجادہ پنجم مقرر کئے جانے کا مادہ تاریخ "پایۂ نفیلت" ہے۔
۱۳۴۸ھ

۸. مولوی سید احمد نور اللہ صاحب قادری کے سجادہ ششم مقرر ہونے کا مادۂ تاریخ "ورفعنا لک ذکرک" قرآنی آیت ہے۔
۱۳۹۷ھ

نماز میں نعمتوں کا خزانہ

رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی رضامندی، پیغمبروں کی سنت، فرشتوں کی محبت کا سبب، معرفت کا نور، ایمان کی جڑ، قبولیت دعاء و اعمال کا سبب، مال اور کمائی میں برکت کا موجب، خدا کے دشمنوں کے مقابلے کا ہتھیار، شیطان کے بیزار ہونے کی علت، نمازی اور ملک الموت کے مابین شفیع، قیامت تک قبر کا چراغ، محشر کے دن سر کا سایہ اور تاج، بدن کا لباس، نمازی اور دوزخ میں مضبوط آڑ، خدا کے سامنے حجت، ترازو میں بوجھل، پل صراط سے گزر جانے کا باعث اور جنت کی کنجی "نماز" ہے

ساتواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی اولاد

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی اولاد بھی علم ظاہری وفیض باطنی کی دولت سے مالا مال اور اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ میں یگانۂ روزگار تھی۔ حضرت اقدسؒ کو دو محل سے جملہ چھ (۶) صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئے۔ محل اول کے بطن سے تینوں صاحبزادے تھے جن میں سے پہلے صاحبزادے شیر خوارگی میں ہی ایک ماہ کی عمر میں وفات کر گئے۔ دوسرے دو صاحبزادوں کے نام حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ اور حضرت سید معروف عرف مرشد پادشاہ قادریؒ ہیں۔ محل دوم کے بطن سے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئے جن میں سے بڑے صاحبزادے حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ (مولف کے حقیقی نانا)، دوسرے حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ اور تیسرے حضرت سید قادر پادشاہ قادریؒ تھے جو ناکتخدا و لاولد فوت ہوئے صاحبزادی کا نام حضرت صاحبجنی بی صاحبہ تھا ذیل میں اس کا خلاصہ بیک نظر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ آگے ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جائے گا۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ

- فرزند شیر خوار فوت
- سید احمد بادشاہ قادریؒ
- سید معروف قادریؒ (عرف حضرت بادشاہ)
- سید حسین بادشاہ قادریؒ
- سید محی الدین بادشاہ قادریؒ
- سید عبدالقادر بادشاہ قادریؒ لاولد فوت
- باجی بی صاحبہ محل حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین صاحبؒ

حضرت اقدسؒ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایسی برکت عطا فرمائی کہ سنہ ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق آپ کا خاندانی سلسلہ چھٹی پشت تک پہنچ چکا تھا جن کے ارکان کی تعداد تقریباً سات سو (۷۰۰) تک جا چکی تھی جنہوں نے برصغیر ہندوپاک کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ایران اور مشرق متوسط کے کئی عرب ممالک وغیرہ میں ریاستی و مرکزی حکومت، اقوام متحدہ اور دیگر بیرونی ممالک کے مختلف محکمہ جات میں وزراء اول تعلقدار، سکریٹری، ناظم، صدر مہتمم، صدر محکمہ، انجنیئر، ڈاکٹر، فوجی کرنل کیپٹن، بنک مینجر، طبیب، مددگار منصف، تحصیلدار، پیشکار اور وکیل وغیرہ جیسے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوکر ملک وملّت اور انسانیت کی خدمت کی اور کررہے ہیں۔

اب ۱۹۸۵ء میں یعنی اس کے ۹ سال بعد اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو یقیناً حضرت اقدسؒ کی مزید پشتیں آگے بڑھی ہیں جن کے افراد کی تعداد بلا شبہ ایک ہزار سے کہیں زیادہ متجاوز ہوگئی ہونگی۔ موجودہ زمانہ میں آپ کی تیسری پشت کے حضرات الحمدللہ بقید حیات ہیں جو خاندان بھر میں بزرگ اور قابلِ احترام تصوّر کئے جاتے ہیں۔

لہٰذا ذیل میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے فرزندان و دختر کا (جن کی نسل آگے

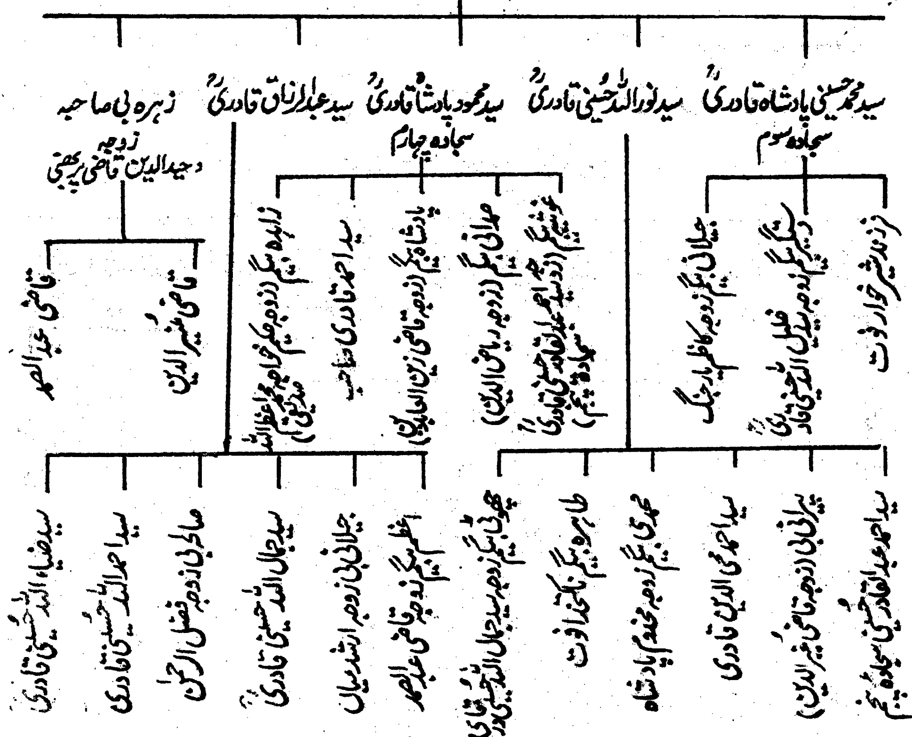
بڑھی ہے) فرداً فرداً مختصر تذکرہ معہ تفصیل اولاد وغیرہ آپ کی تیسری پشت تک درج کیا جاتا ہے جس کی مدد سے بعد کی پشت سے وابستہ ارکان خاندان اپنا شجرہ نسبی بآسانی ترتیب دے لے سکتے ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ "شجرہ غوثیہ ٹیکمال" میں" نامی کتاب میں چھے[۶] پُشت کے افراد خاندان کے ناموں کی تفصیل شائع کی جا چکی ہے جس کے اعداد و شمار ۱۹۷۶ء تک لیے گئے تھے۔

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ

آپ کے تفصیلی حالات بحیثیت سجادۂ دوم درگاہ شریف ٹیکمال پچھلے باب میں دیئے جا چکے ہیں۔ البتہ یہاں آپ کی اولاد کی تفصیل تیسری پشت تک معہ شجرۂ نسب ذیل میں دی جاتی ہے۔

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم



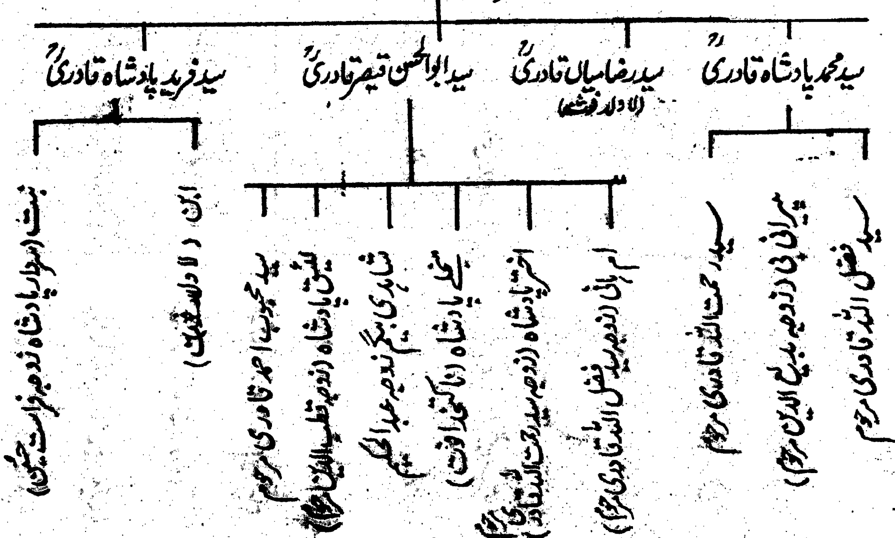
حضرت سید معروف قادریؒ

حضرت پیر محمد معروف شاہ اللہ قادریؒ کے اسم مبارک سے نسبت ظاہر کرتے ہوئے تبرکاً آپ کا نام سید معروف قادری رکھا گیا تھا لیکن عرفیت "مرشد پادشاہ" سے زیادہ مشہور تھے حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرمائی تھی علم و ادب سے خاص شغف رکھتے تھے. نثر اور نظم میں آپ کی تصنیفات بھی ہیں جن میں اسرار حسینی، کرامات حسینی اور ملفوظات حسینی وغیرہ کتابیں شامل ہیں اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل تھی آپ کے کئی مریدین تھے. ۱۳۲۸ھ م ۱۹۱۰ء میں آپ کے وصال پر آپ کے برادر زادہ حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ نے جو قطعۂ تاریخ وفات لکھا تھا اس کا آخری شعر یہ ہے ؎

گفت رضواں سن فوتش بہ عقیل
شہ معروف بفردوس رسید
۱۳۲۸ھ

آپ کا مزار ٹیکمال میں اپنے والد ماجدؒ کے بازو جانب مشرق واقع ہے۔
تیسری پشت تک آپ کے چار فرزندان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید معروف قادریؒ



حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے تیسرے صاحبزادے عارف باللہ الحاج حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ تھے جو مولف کے حقیقی نانا ہیں۔ آپ بڑے صابر وشاکر اور عالم باعمل تھے۔ بچپن سے ہی بڑے نیک شعار اور پاکیزہ اطوار واقع ہوئے تھے۔ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ اپنے والد ماجد سے بھی جملہ فیوض ظاہری و باطنی سے سرفراز ہو کر سلسلۂ قادریہ و چشتیہ میں خلافت و اجازت سے ممتاز ہوئے جس کے بعد پہلے مدرسہ حسینیہ میں ہی معلم کے فرائض انجام دیئے بعد میں ٹیکمال کے قریب ہی محکمۂ تعلقداری میں خدمت سررشتہ داری پر تقرر عمل میں آیا جو فطرتاً آپ کو پسند نہ تھا نیز اپنے آباء و اجداد کی زہد و تقویٰ اور اللہ والی زندگی کا ہمیشہ خیال آتا رہتا لہٰذا چند روز بعد ہی یکایک آپ نے ملازمت ترک فرمادی اور خود بھی درویشانہ متوکل علی اللہ زندگی اختیار کرلی۔ اور آخر عمر تک اراضی انعامی و پٹہ جات پر ہی قانع رہے۔ علم و فضل میں یکتا تھے۔ عربی و فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ اکثر علماء و فضلاء کی مجالس اور علمی حلقوں میں شریک رہتے بلدہ میں حضرت انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر بانی جامعہ نظامیہ کے اکثر مہمان رہتے جن سے آپ کا قرابتی تعلق تھا۔ چنانچہ حضرت فضیلت جنگؒ اور دیگر علماء کرام کی جماعت کی معیت میں ہی آپ ادائی فریضۂ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے دینیات اور استغنائی میں سب اہل خاندان میں ممتاز تھے۔ عابد صالح ہونے کے علاوہ تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنی آپ نظیر تھے چنانچہ آپ کے تقویٰ سے متعلق ایک واقعہ اب بھی ٹیکمال میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ناشتہ میں آپ نے ابھی پہلا لقمہ پوری طرح تناول بھی نہ فرمایا تھا کہ فوراً رُک گئے اور اپنے خادم کو طلب کر کے دریافت فرمایا کہ ناشتہ کا سودا کہاں سے لایا تھا۔ سچوں کی خدمت میں رہنے والے خادم نے بھی سچ سچ بتلادیا کہ بازار میں ترکاری دستیاب نہ ہوئی تو قریب ہی واقع کسی کے کھیت سے بلا اجازت و بلا ادائی قیمت بھاجی توڑ لایا

تھا اور اسی کا سالن ناشتہ میں پیش کیا گیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور جو کچھ تھوڑا سا لقمہ حلق کے نیچے جارہا تھا معدہ میں جانے اور جزوبدن ہونے سے قبل ہی فوراً اپنی انگلیوں کی مدد سے قے کر کے سب نکال دیئے یہ ہے اللہ والوں کی بصیرت کہ زبان پر لقمہ رکھتے ہی احساس ہو گیا کہ لقمہ حلال نہیں بلکہ حرام اور مشکوک ہے اور پھر تقویٰ کا یہ عالم کہ حرام لقمہ ہونے کا پتہ چلتے ہی قے کر کے سب نکال دیئے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ صرف ایک حرام لقمہ چالیس برس کی عبادت کے نورانی اثرات کو غارت اور برباد کر دیتا ہے۔ جن کے جسم میں ایک ایک قطرۂ خون کی تیاری میں اکل حلال اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے تو ان کی صفات کی پاکیزگی اور ان کی روح کی بلندی کا عالم کیا ہوگا؟

فن تعویذات اور عملیات میں حضرت کو درک کامل تھا۔ آسیب و سحر کے شکار ہزاروں مریض آپ کے علاج و دعا سے فیضیاب ہو کر شفا پائے۔ ٹیکمال سے ہی قریب قصبۂ اندول ضلع میدک میں واقع ایک شاندار قطب شاہی مسجد ہے جو زمانہ دراز سے غیر آباد تھی جس میں دن کے وقت بھی لوگ داخل ہونے سے ڈرتے تھے کیوں کہ یہ مشہور تھا کہ مسجد کے اندر عرصہ سے ایک بڑا طاقتور جن عزدکش ہے جو کسی کے بھی داخلہ پر مانع و مزاحم ہوتا اور جس کو دور کرنے کے لیے کئی بڑے عامل ناکام اور عاجز ہو چکے تھے حضرت سیّد یٰسین پادشاہ قادریؒ نے اپنے خداداد روحانی تصرف و قوت کے ذریعہ اس مسجد کو جن کے تسلط سے آزاد فرمایا اور خود کئی سال تک اسی مسجد اندول کو اپنی عبادات، مجاہدات اور مراقبات کا مرکز بنا کر آباد فرما دیا۔ جو آج تک پنجگانہ بانگ و صلوٰۃ سے آباد ہے۔ اسی مسجد کے اندر صحن میں باؤلی کے قریب جانب مشرق فصیل سے متصل آپ کے محل سوم (مولف کی حقیقی نانی) کا مزار شریف آج تک موجود ہے جس کے متعلق کتاب "جمع السلاسل" میں یہ کرامت نقل کی گئی ہے کہ دفن کے چھ ماہ بعد پتھر کی ایک سل گر کر ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے مزار کی درستگی اور ترمیم کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقع پر موجود سب لوگوں نے بچشم خود مشاہدہ

گیا کہ نعش مبارک پھول کی طرح بالکل تر و تازہ تھی اور کفن پر تک کسی قسم کا دھبہ نہ پایا گیا۔

حضرت سید یٰسین بادشاہ قادریؒ کی تین ازدواج تھیں۔ زوجۂ اول منشی محمد صدیق المخاطب نواب صدیق یار جنگ بہادر عہدہ دار ملکی کی اکلوتی صاحبزادی تھیں جو کچھ عرصہ بعد لاولد انتقال کر گئیں۔

اس کے بعد آپ نے دوسرا عقد فرمایا اور زوجہ دوم سے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن میں سے ایک کا عقد ڈاکٹر محمد محی الدین انصاری اسٹاف ڈاکٹر و مصاحب نواب لطافت جنگ بہادر معین المہام سے اور دوسری صاحبزادی کا عقد میر حسین ولد نواب حاذق جنگ افسر الاطباء سرکار عالی کے ساتھ انجام پایا۔ دو دختر تو حضرتؒ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں البتہ زوجہ محترمہ اور دختر کلاں حضرتؒ سے کچھ عرصہ بعد انتقال فرمائیں۔

چوں کہ آپ کو اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لیے آپ نے مزید ایک عقد فرمایا۔ اور آپ کی زوجہ سوم حضرت سید شاہ امین اللہ محمد محمد الحسینی کی صاحبزادی تھیں جو قصبۂ نہالکل ضلع میدک میں واقع درگاہ شریف حضرت سید محمود عرف شاہ عبدالرحمٰن محمد الحسینی بخاری المشہور مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سجادہ نشین تھے۔ نیز موصوف حضرت سید شاہ ید اللہ محمد محمد الحسینیؒ سجادہ روضۂ بزرگ گلبرگہ شریف (اولاد حضرت خواجۂ دکن بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف) کے ہمشیر زادے بھی تھے۔

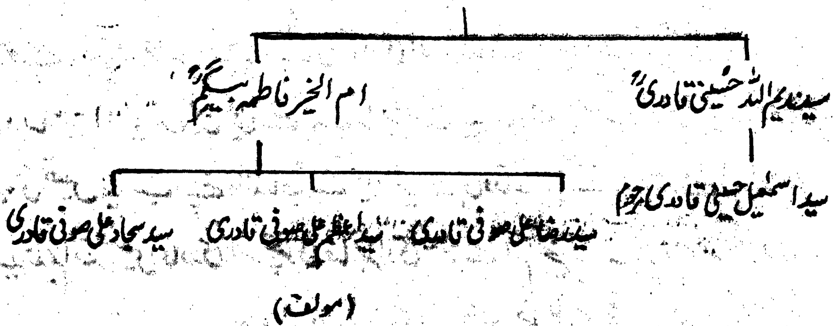
زوجہ سوم کے بطن سے حضرت سید یٰسین بادشاہ قادریؒ کو تین فرزند اور تین دختر ہوئے۔ فرزند کلاں سید کلیم اللہ حسینی قادری اور فرزند خورد سید عبدالرحمٰن حسینی قادری نیز دو صاحبزادیاں جن میں سے ایک صاحبزادی سید عبداللہ صاحب متوطن میدک کو منسوب ہوئی تھیں یہ سب اپنے والد ماجدؒ کے حین حیات ہی وفات پا گئے۔ البتہ منجھلے فرزند حضرت سید ندیم اللہ حسینی قادریؒ اور چھوٹی صاحبزادی حضرت ام الخیر فاطمہ بیگمؒ (مولف کی والدہ ماجدہ) عرف بی باجو حضرت والدی و مرشدی سید شاہ احمد علی صوفی قبلہ محدث دکنؒ کو منسوب

ہوئیں دونوں اپنے والد ماجدؒ کے وصال کے بعد عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور ان ہی دونوں سے حضرت سید یٰسین پادشاہؒ کی آل و اولاد جاری ہے۔

عارف باللہ حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ مشائخ ٹیکمال و پیر طریقت کی حیثیت سے زیادہ مقبول ہوئے آپ کے مریدین و طالبین کی بڑی تعداد ٹیکمال و میدک کے اطراف و اکناف اور بلدہ حیدرآباد کے علاوہ دور دور تک موجود ہے آپ نے بتاریخ ۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ م ۱۳۲۲ف م ۱۹۱۴ء بروز چہارشنبہ بعد مغرب وصال فرمایا۔ آپ کا مزار انور ٹیکمال میں حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے پائیں میں واقع ہے۔ آپ کے برادر زادہ حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ عقیلؔ سجادۂ سوم درگاہ شریف ٹیکمال نے اپنے عم مکرمؒ کے وصال پر سن فصلی میں جو قطعۂ تاریخ لکھا تھا وہ آج تک مزار کے سرہانے نصب کردہ سنگ سفید پر اس طرح کندہ ہے ۔

عموی من ز جہانِ فانی ؛ کرد رحلت چو سوئے خلد بریں
سن فصلیش رقم کرد عقیلؔ ؛ دَخَلَ الْجَنَّۃَ سید یٰسین
۱۳ ف ۲۲

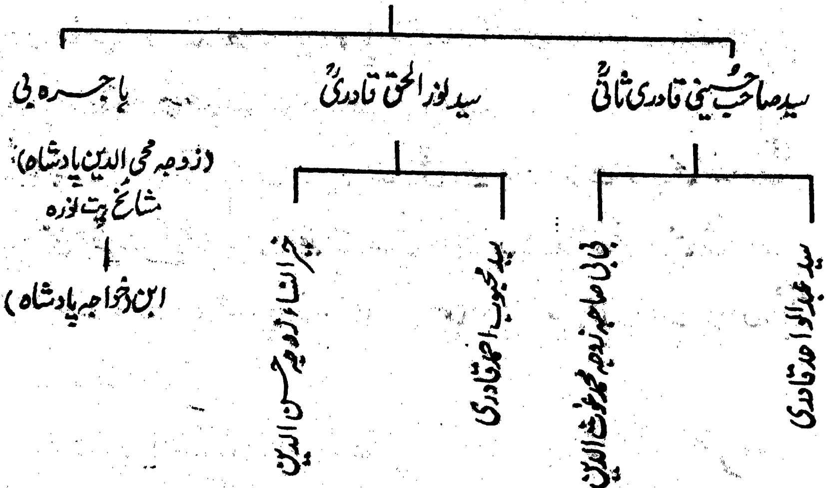
حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ کی موجودہ آل و اولاد آپ کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سے جاری ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔



(مولف)

حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ

مدرسہ حسینیہ ٹیکمال سے فارغ التحصیل ہوئے میر محبوب علی خاں بادشاہ کے دور میں نواب سالار جنگ کو جب سرکاری مدرسین کے تقرر کی ضرورت پیش آئی تو چونکہ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال اپنے لائق فرزندانِ کے لیے بہت شہرت رکھتا تھا اس لیے نواب صدیق یار جنگ بہادر منشی سلطنت آصفیہ کو (جو آپ کے بڑے برادر حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ کے خسر محترم بھی تھے) سالار جنگ کا حکم ہوا کہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خاندانی افراد کا مدرسی کی جائیدادوں پر تقرر کریں۔ منشی صاحب موصوف نے جب سالار جنگ کی یہ درخواست حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پہنچائی تو حضرت اقدسؒ نے دیگر خاندانی ارکان کے ساتھ حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ کو بھی نامزد فرمایا جس کے بعد آپ کا ٹیکمال ہی میں سرکاری مدرسی کی جائیداد پر تقرر کیا گیا۔ آپ کو دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی جن کی تفصیل تیسری پشت تک حسبِ ذیل ہے۔



حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے حضرت سید عبدالقادر پادشاہ قادریؒ تھے

جو لاولد وفات پاگئے۔

حضرت آدمیؒ کی واحد دختر حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی واحد صاحبزادی حضرت صاحبنی بی صاحبہ، حضرت شاہ خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کے عقد میں دی گئیں جو قصبہ ڈگی تعلقہ بالنسواڑہ ضلع نظام آباد کے یومیہ دار انعام دار اور وطن دار حضرت غلام محمد صدیقی عرف مراد میاںؒ کے فرزند تھے۔ سر سالار جنگ کے حکم سے حضرت خواجہ قیام الدین صدیقیؒ کا تقرر انھیں کے وطن تعلقہ بالنسواڑہ میں سرکاری مدرسی کی جائیداد پر عمل میں آیا تھا۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کی حقیقی ہمشیرہ آپ ہی کے برادر نسبتی حضرت سید احمد پادشاہ قادری سجادہ دوم ٹیکمال کی زوجۂ اول تھیں۔ اس کے بعد آئندہ پشتوں میں بھی ان دونوں بزرگوں کے خاندانی افراد کے درمیان ازدواجی تعلقات مزید مستحکم سے مستحکم ہوتے گئے جن کا سلسلہ آج تک بھی جاری ہے۔ چنانچہ

۲۔ حضرت صاحبنی بی صاحبہ اور حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کی صاحبزادی "شہزادی صاحبہ" کا عقد حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم کے فرزند حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم سے انجام پایا۔

۳۔ حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کے حقیقی منجھلے برادر حضرت خواجہ محمد مخدوم صدیقی کے نبیرہ یعنی حضرت حکیم خواجہ محمد اعظم اللہ صدیقیؒ (ابن حضرت حافظ خواجہ محمد شاکر اللہ صدیقی) کا عقد حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم ٹیکمال کی صاحبزادی زاہدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ ہوا۔

۴۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے نبیری زادہ (مولف ہذا) کو حضرت حکیم خولعبہ محمد اعظم اللہ صدیقیؒ کی دختر کلاں منسوب ہے۔

حضرت صاحبنی صاحبہ کی اکلوتی دختر شہزادی صاحبہ کے منجھلے تایا حضرت خواجہ محمد مخدوم صدیقیؒ نے

اپنے خاندانی انعامات و معاش کے لیے صاحب منتخب اپنی بھتیجی شہزادی صاحبہ کو بھی بنا دیا تھا۔

حضرت صاحبنی بی صاحبہ اور خواجہ قیام الدین صدیقیؒ دونوں کے مزارات احاطۂ درگاہ حضرت نورالدین شاہؒ نامپلی حیدرآباد میں واقع ہیں۔

خدمات اعراس کی فرزندان میں تقسیم | حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے تحریر کردہ قلمی وصیت نامہ مرقومہ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ

کے بموجب آپ نے اپنے حین حیات ہی درگاہ شریف ٹیکمال میں منعقد ہونے والے مختلف اعراس کی خدمات کو اپنے پانچوں صاحبزادوں میں تقسیم فرماتے ہوئے ان کو علیحدہ علیحدہ اس کا ذمہ دار قرار دیا تھا اور اس کے مصارف کے لیے سالانہ معمولات کے علاوہ مستقل ذریعہ آمدنی کے طور پر زمینات و جائیداد بھی مختص و مقرر فرمادیئے تھے۔ چنانچہ وصیت نامہ متذکرہ بالا کی رو سے خدمت عرس حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کی ذمہ داری فرزند اکبر و سجادہ حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو، خدمت عرس دوازدھم شریف کی ذمہ داری فرزند دوم حضرت سید معروف قادری مرشد پادشاہؒ کو، خدمت عرس یازدہم کی ذمہ داری فرزند سوم حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ کو، خدمت عرس والدِ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی ذمہ داری فرزند چہارم حضرت سید محی الدین پادشاہ قادری کو اور خدمت عرس والدہ ماجدہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی ذمہ داری فرزند پنجم حضرت سید عبدالقادر پادشاہؒ کو تفویض فرمادی تھی۔

صلح پر مغفرت موقوف

ایک حدیث میں ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مشرکوں کو چھوڑ کر صالحین کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو شخصوں میں جھگڑا ہوتا ہے ان کی مغفرت کے متعلق فرمایا جاتا ہے ان کو چھوڑے رکھو جب تک وہ صلح نہ کریں ۔۔۔!

آٹھواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے

دیگر خاندانی رشتہ داروں میں علماء و پیران طریقت۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خانوادہ سے قرابت و رشتہ رکھنے والوں میں بھی جید علمائے دین اور صاحب سلسلہ پیران طریقت اور ولی صفت بزرگان دین گزرے ہیں جن میں متقدمین سے سرفہرست حضرت اقدسؒ کے ہمشیرزادہ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ مشائخ سید کی ممتاز ہیں تو متاخرین میں مولف کے والد ماجد حضرت سید شاہ احمد علی صوفی قبلہ محدث دکنؒ نمایاں ہیں اس جگہ ان بزرگوں کے بھی مختصر حالات درج کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت شاہ غلام جیلانی قادری تسلیمؒ

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی ہمشیرہ حقیقی پیرانی بی صاحبہؒ زوجہ حضرت شیخ میراں عرف صاحب میاںؒ کا وصال خود ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی تفصیل ابتدائی ابواب میں گزر چکی ہے اور جن کا مزار ٹیکمال میں پیر شاہد اللہ قادریؒ کے گنبد کے پائیں میں سیدھی جانب واقع ہے۔

حضرت پیرانی بی صاحبہؒ کے واحد فرزند حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کی ولادت

در ماہ جمادی الثانی ۱۲۴۵ھ م ۱۸۳۰ء بروز شنبہ ہوئی۔ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت ٹیکمال میں ہی ہوئی جہاں آپ کے حقیقی ماموں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے آپ کو اپنی شخصی شفقت و عنایت سے علوم ظاہر و باطنی کے فیضان سے نوازا اور سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کا آبائی سلسلۂ نسب حضرت صوفی خواجہ حمید الدین ناگوری چشتی خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ تک پہنچتا ہے اور حضرت صوفی خواجۂ ناگوریؒ کا شجرۂ نسب سعید بن زیدؓ صحابی رسول عشرہ مبشرہ تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ مشائخ میدک سے تھے۔ نواب افضل الدولہ بہادر شاہ دکن کی مسند نشینی کے بعد ۱۲۷۳ھ م ۱۸۵۷ء میں آپ کے نام مدد معاش (دو روپیہ یومیہ (ساٹھ ۶۰ روپیہ) حالی ماہانہ منظور ہوئی تھی۔

فارسی زبان میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ صاحبِ دیوان شاعر تھے تسلیم آپ کا تخلص تھا "حیات تسلیم" کے نام سے اردو میں آپ کا کلام طبع ہو چکا ہے۔ آپ نے تذکرۂ حسینی نامی کتاب بھی تصنیف فرمائی تھی جس میں اپنے ماموں اور پیر و مرشد حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی کرامات قلم بند کی گئی ہیں آپ کی مصنفہ ایک اور کتاب "وصیت التسلیم" مطبوعہ ۱۳۰۳ھ کا ایک نسخہ مولف ہذا کے کتب خانہ واقع تصوف منزل عقب ہائیکورٹ میں موجود ہے جسے آپ کے فرزند شاہ محمد ولی اللہ صاحب قادری ادیبؔ نے مولف کے والد ماجدؒ کو ہدیۃً پیش فرمایا تھا جس میں شریعت و معرفت کے نصائح اور نکات و اشارات درج ہیں۔ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کے کثرت سے مریدین و خلفاء تھے ان کے منجملہ حضرت مردان علی شاہ بھی تھے جو آپکی خدمت میں چند روز رہ کر فیوض باطنی سے سرفراز ہوئے اور آپ کے ہی ہاتھ پر طالب ہوئے جس کے بعد ان کا کچھ اور ہی حال ہو گیا۔

بتاریخ ۲ر شعبان ۱۳۰۷ھ م ۱۸۹۰ء بروز دوشنبہ بعد ظہر ۶۳ برس کی عمر میں حضرت تسلیمؒ جان بحق تسلیم ہوگئے اور دوسرے دن میدک میں ہی تدفین عمل میں آئی آپ میدک کے جس محلہ میں سکونت پذیر تھے وہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور آج بھی "جیلانی گڈہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جہاں آپ کی تعمیر کردہ ایک "مسجد جیلانی" بھی موجود ہے۔ آپ کی دو ازدواج تھیں۔ زوجہ اول سے دو فرزندان اور تین دختران ہوئیں لیکن سب آپ کے روبروہی وفات پاگئے۔ محل دوم سے چار فرزندان اور دو دختران ہوئیں جن میں سے ایک دختر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادۂ دوم ٹیکمال کے فرزند حضرت سید نور اللہ قادریؒ کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادۂ پنجم ٹیکمال ہوئے۔ آپ کے فرزند ولی اللہ قادری صاحب ادیب مرحوم کی ایک صاحبزادی عظیم النساء بیگم صاحبہ برادرم حضرت سید احمد قادری صاحب مدظلہ، کو منسوب تھیں جن کا چند سال قبل ہی انتقال ہوا۔

حضرت سید احمد علی صوفی محدث دکنؒ

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خانوادہ سے وابستہ رشتہ داروں میں متاخرین سے ممتاز عالم دین و مرشد طریقت مولف کے والد ماجد و مرشد ارشد حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری محدث دکن نور اللہ مرقدہ ہیں جن کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں اور جنھیں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے فرزند سوم حضرت سید یٰسین پادشاہ قادریؒ مشائخ ٹیکمال کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ حضرت قبلہؒ "خاندان صوفیہ" کے ایک جلیل القدر اور باکمال بزرگ تھے۔ آپ کا نسبی و حسبی سلسلہ حضرت سیدنا غوث اعظم پیران پیرؓ سے جاملتا ہے۔ آپ حضرت صوفی اعظم قادری قطب دکنؒ (گنبد واقع دریچہ بواہیر حیدرآباد) کے فرزند اکبر و جانشین اور حضرت حکیم سید محمد سعید قادریؒ (روضۃ الصالحین علی آباد حیدرآباد)

کے نواسے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ م ۱۸۹۵ء بروز چہارشنبہ بعد ظہر بمقام تصوف کدہ کبوتر خانہ قدیم ہوئی۔ ہجری مادۂ تاریخ ولادت "چراغ حق" ہے۔
۱۳۱۲ھ

"کنیت ابوالخیر" اور "تخلص صفی" تھا اپنے علم و فضل زہد و تقویٰ اور آپ کی کثیر تصانیف کے سبب نہ صرف برصغیر ہندو پاک بلکہ حرمین شریفین و دیگر بلاد اسلامی کے صوفیائے کرام اور علماء و محدثین میں "سید الصوفیہ" اور "محدث دکن" کے القاب سے آج تک بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

حضرت محدث دکنؒ نے ابتدائی تعلیم ظاہری اپنے پدر بزرگوار اور حیدرآباد کے دیگر اساتذہ کرام حضرت غلام محبوب صاحبؒ اور حضرت سلطان حسن صاحب مجذوبیؒ وغیرہ سے حاصل فرمائی۔

۱۳۲۳ھ و ۱۳۲۴ھ م ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں اپنے والد محترم کے ہمراہ حرمین شریفین میں قیام فرمایا اور اس دوران نہ صرف دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل فرمائی بلکہ دو سال کے عرصہ میں حدیث، فقہ، عقائد و تصوف اور ادب و کلام وغیرہ جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل حرمین شریفین کے اکابر علماء خصوصاً حضرت شیخ عبداللہ المنصوری مفتی مکہؒ حضرت شیخ صالح صدیقؒ، حضرت شیخ محمد سعید القعقاعی مکیؒ، حضرت شیخ الخطباء احمد مکیؒ، حضرت شیخ عبداللہ عودہ نابلسی مدنیؒ اور حضرت شیخ العرب سید احمد برزنجیؒ سے فرمائی۔ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۷ء میں دکن واپس ہوئے تو حیدرآباد میں بھی بانی جامعہ نظامیہ ملک العلماء حضرت انوار اللہ خاں فضیلت جنگؒ اور بحر العلوم حضرت حبیب الرحمٰن بیدل سہارنپوری وغیرہ سے علمی استفادہ کرتے ہوئے جملہ علوم و فنون بشمول تفسیر حدیث و فقہ منطق، کلام انشاء اور ادب وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی۔

علوم باطنی، سلوک و تصوف اور حقائق و معارف پر اپنے والد بزرگوار حضرت

قطب دکنؒ کے زیر سایہ کامل عبور حاصل فرما کر ۱۳۳۳ھ م ۱۹۱۵ء میں جمع سلاسل میں خلافت واجازت سے مستطاب ہوئے اور اپنے والد ماجدؒ کی زندگی میں ہی رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کی مسند پر متمکن ہوئے۔ خاندانی نسب وحسب سے تو آپ "حسنی حسینی قادری" ہیں لیکن طریقت میں آپ کو چاروں مشہور و معروف قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے علاوہ مجددیہ اور شاذلیہ وغیرہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت حاصل ہونے کے سبب آپ "جمع السلاسل" ہیں۔ اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ آپ نے اپنے قیام مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل وقت حضرت محمد امین بن سید احمد رضوانؒ سے دلائل الخیرات کی خصوصی اجازت حاصل فرمائی اور دکن میں خود "شیخ الدلائل" تھے کیوں کہ آپ کے اجداد میں حضرت سید امیر علی صوفی قدس سرہ کو مصنف دلائل الخیرات حضرت شیخ عبداللہ بن سلیمان جزولیؒ سے ملاقات کرنے اور بالمشافہ اجازت لینے کا شرف حاصل تھا۔ اس طرح اپنے والد ماجدؒ سے خاندانی اجازت دلائل الخیرات بھی علیحدہ حاصل تھی۔

حضرت محدث دکنؒ "دارالافتاء صوفیہ" کے بانی اور ماہنامہ جات "صوفی اعظم" و "خواتین" کے مدیر اعلیٰ و مالک تھے۔ اس کے سوا آپ ایک بلند پایہ ادیب اور بالغ نظر مصنف و مولف بھی تھے۔ آپ کی بے شمار تصانیف و تالیفات مختلف علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ جن میں تفسیر صوفی، مقدمۃ العلم، فتاوی صوفیہ، مثانی الصوفیہ، حمایت العقیدہ عقیدۃ الصوفیہ وغیرہ عربی، فارسی اور اردو میں کئی ایسی معرکۃ الآرا تصانیف شامل ہیں جو آپ کے تبحر علمی کی آئینہ دار ہیں فن نستعلیق میں وہ کمال حاصل تھا کہ آپ کی خوش خط تحریر کی ہر سطر گویا موتیوں کی لڑی دکھائی دیتی تھی۔ حضرت قبلہؒ کو اعلیٰحضرت آصف سابع مرحوم نے اپنے خصوصی فرمان کے ذریعہ نواب حمایت نواز جنگ بہادر امیر پائیگاہ خورشید جاہی کا استاد و اتالیق مذہبی مقرر فرمایا تھا۔

آپ کے بے شمار تلامذہ و متوسلین ہندو پاکستان اور کئی بلاد عرب و مغرب میں ہیں جن میں حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ٹیکمال کے علاوہ استاذی قاری عشرہ شیخ القراء شیخ سالم صاحب عمودی صوفیانی عم فیضہٗ حکیم مسیح الدین صاحب صوفی مرحوم، ڈاکٹر تجمل علی خاں مرحوم، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب، محمد خیر الدین صوفیانی ایڈوکیٹ مرحوم وغیرہ کئی اصحاب شامل ہیں۔

۱۳۶۵ھ م ۱۹۴۶ء میں حضرت محدث دکنؒ نے تیسری بار حج و زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل فرمایا جبکہ وہاں موجود کئی شیوخ و علماء محدثین نے آپ سے فیضان حاصل کیا اور بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ جامعہ ازہر مصر کے مشہور اسکالر اور پروفیسر وقت علامہ سید محمود اسماعیل المیرغنی المصری نے (جن کے کئی جن تک مرید تھے) اسی موقعہ پر مسلسل چالیس دن تک آپ سے فصیح و بلیغ عربی میں علمی بحث و مناظرہ کے بعد بالآخر آپ ہی کے حلقۂ ارادت و خادمی میں شریک ہو کر خلافت سے ممتاز ہوئے انھوں نے اس موقعہ پر حضرت قبلہؒ کی شان میں فی البدیہہ عربی قصیدہ لکھ کر پیش فرمایا جو فصاحت و بلاغت اور قرآنی تلمیحات کا ایک نایاب مرقع ہے۔

آپ وعظ و خطابت میں ملک الکلام تھے۔ آپ کی مجلس وعظ و تلقین میں شائقین اور اہل وجد و حال کا بکثرت ہجوم رہتا تھا وعظ میں ایسی نکتہ سنجیاں بیان فرماتے کہ اہل علم و ذوق سر دھننے لگتے۔ ۱۳۵۳ھ م ۱۹۳۴ء میں مدراس میں سمندر کے کنارے پرنس آف آرکاٹ سر غلام محمد علی خاں کے زیر صدارت منعقدہ عظیم الشان جلسۂ میلاد النبی میں حضرت قبلہؒ کا بصیرت افروز وعظ جب ختم ہوا تو پروانہ وار طالبان حق کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً ڈھائی ہزار نفوس نے وہیں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور علمائے مدراس نے آپ کو "افضل العلماء" کا خصوصی خطاب پیش کیا۔

سچے عاشق رسول تھے۔ آخر دم تک ذکر مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا سا...

جاری رہا جو زندگی میں آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اپنے وصال سے صرف چار روز قبل بادشاہی عاشورخانہ کے عظیم الشان سالانہ جلسۂ میلادالنبی میں اپنے تاریخی وعظ کے دوران آپ نے علی الاعلان فرمادیا کہ یہ ہماری آخری مجلس سالانہ ہے۔

تین دن کی مختصر علالت کے بعد ۵ اربیع الاول ۱۳۶۸ھ م ۱۹۴۹ء کی شام آپ نے دن اور تاریخ دریافت فرمائی اور سب کو ضروری وصیتیں فرمانے لگے۔ مرید ہونے کے متمنی بیسیوں منتظرین کو زنانہ و مردانہ میں علیحدہ علیحدہ اجتماعی طور پر داخل حلقۂ ارادت فرمایا۔ عشاء کے بعد گھر کی کیفیت ہی بدل گئی۔ سارے درو دیوار غیبی طور پر بقعۂ نور بن گئے اور خوشبو کی مہک پر مہک آنے لگی۔ وصال سے چند لمحے قبل اپنے منجھلے بیٹے (مولف ناچیز) کو نہایت قوت کے ساتھ اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ اس وقت جسم کے ایک ایک بال سے اللہ کا ذکر علانیہ سنائی دے رہا تھا۔ یکایک ذکر جہری شروع فرما دیئے اور بروز شنبہ ۱۱ بجے شب اس معطر و منور ماحول میں اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدہ و رسولہٗ کے آخری الفاظ پر اپنے دونوں ہاتھ چہرے سے سینہ مبارک تک پھیرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے حوالے فرمادی۔ آپ کی عمر اس وقت (۵۵) سال تھی۔ اس موقعہ پر حضرت قبلہؒ کے فرزند اکبر و جانشین حضرت اخی المعظم سید شاہ رضا علی صوفی قبلہ مدظلہٗ العالی پاکستان کے دورے پر تھے لہٰذا دوسرے دن پٹیلہ برج کے وسیع میدان میں ایک مجمع کثیر کی موجودگی میں مؤلفِ عاصی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد عصر آبائی قبرستان واقع دریچۂ بوا ہیر میں آپ کے جسد اقدس کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا عرس شریف ہر سال تصوف منزل عقب ہائیکورٹ حیدرآباد میں بتاریخ ۱۶، ۱۷ ربیع الاول بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آخر دم تک شریعت محمدیؐ و سنّت نبویؐ پر ہر نامساعد حالات میں بلاخوف بڑی سختی سے پابند رہے۔ اس کے باوجود آپ سے زندگی میں اور بعد وصال کئی

خوارق عادات صادر ہوئے جن میں سے یہاں صرف ایک کا ذکر مناسب ہوگا۔ وصال سے تقریباً بارہ (۱۲) گھنٹے بعد آپ کو غسل دیتے وقت لوگ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ جسد اقدس سرد نہیں بلکہ کچھ گرمی لیے ہوئے ہے اور تمام اعضاء ریشم جیسے نرم ہیں۔ بوقت دفن قبر میں لٹاتے کے بعد آخری دیدار کے لیے جب آپ کے چہرۂ منور سے کفن ہٹایا گیا تو وہاں موجود سینکڑوں حضرات یہ دیکھتے ہی دنگ رہ گئے کہ غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت آپ کی دونوں آنکھیں جو بند تھیں اب قبر میں پوری طرح کھلی ہوئی ہیں جیساکہ کسی کے جلوۂ النور کو بصد شوق ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی نورانی پیشانی پر نمودار پسینہ کے باریک قطرے علانیہ نظر آرہے تھے۔ اس کرامت کا عینی مشاہدہ کرنے والوں میں سے کئی اصحاب تو اب تک بقید حیات ہیں جن کے علاوہ خانوادۂ ٹیکمال کے جو بزرگ اس موقعہ پر موجود تھے جنھوں نے بچشم خود اس کرامت کو ملاحظہ فرمایا ان میں میرے ماموں حضرت سید ندیم اللہ حُسینی قادریؒ اور اخی المکرم حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ٹیکمال شامل ہیں جو ایک دوسرے کو یہ یاد دلا رہے تھے کہ حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ سے بھی بوقت تدفین اسی نوعیت کی کرامت کا صادر ہونا مذکور ہے جو دراصل ایک خاص وظیفہ شریف کو پابندی سے پڑھنے کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

نوٹ :۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے بموجب نکیرین قبر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کو دکھا کر حضور کے بارے میں پوچھتے ہیں لہٰذا میرا یقین ہے کہ سچے عاشقان رسولؐ قبر میں اپنے آقا کے عنقریب ظاہر ہونے والے جلوے کو دیکھنے کیلئے اپنی آنکھوں کو پہلے ہی سے پوری طرح کھلی رکھتے ہوئے بصد شوق دید کے لیے منتظر رہتے ہیں۔ حضرت محدث دکنؒ کی اولاد میں چار فرزندان اور تین دختران ہوئیں لیکن سب سے بڑے فرزند بعمر اٹھارہ (۱۸) سال نیز تینوں دختران نا کتخدا وفات پاگئیں۔

اس وقت حضرت سید رضا علی صاحب صوفی قادری مدظلہ فرزند اکبر و سجادہ نشین فرزند دوم مولف ناچیز اور فرزند خورد سید سجاد علی صاحب صوفی قادری سلمہٗ ہیں۔

مولف نے اپنے والد و مرشد حضرت محدث دکن نور اللہ مرقدہ کے مادہ ہائے تاریخ ولادت، وصال و عمر کو ذیل میں اپنے ایک فارسی شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

"چراغِ حق" سنِ پیدائش و "اھل ھدیٰ" عمرش

۱۲۱۲ھ   ۵۵

سنِ رحلت از "اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ تا عُیُوْن" آیت

۱۳ ۶۸ھ

(پوری آیت اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْن ہے (سورۂ حجرات آیت ۴۵ و سورۂ ذاریات آیت ۱۵) ترجمہ بے شک پرہیز گار لوگ (بہشت) کے باغوں اور چشموں میں ہیں)۔!

درود شریف پڑھنے والے کو خوشخبری

رسول مقبولؐ نے فرمایا میرے پاس جبرئیلؑ، اسرافیلؑ، میکائیلؑ اور عزرائیلؑ آئے۔

جبرئیلؑ نے فرمایا جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط سے اتار دوں گا۔

میکائیلؑ نے کہا میں آپ کے حوض کوثر سے اس کو شربت پلاؤں گا۔

اسرافیلؑ نے کہا میں خدا کے سامنے سجدہ کروں گا اور جب تک اس کی مغفرت نہ ہوگی سجدہ سے سر نہ اٹھاؤں گا۔

عزرائیلؑ نے کہا میں اس کی روح اس طرح قبض کروں گا جس طرح انبیاء کی۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

نواں باب

"مقدس ٹیکمال کے مختلف ادوار"

مقدس ٹیکمال کو جس نشیب و فراز سے گزرنا پڑا اس کو تاریخی لحاظ سے تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱. عروج ۲. زوال ۳. نشاۃ ثانیہ یا حیات نو۔ ان تینوں پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا ذکر کیا جائے۔

مدرسہ حسینیہ ٹیکمال

مقدس ٹیکمال کی تاریخ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جب تک مدرسہ حسینیہ ٹیکمال قائم رہا اور ترقی کرتا رہا تو مقدس ٹیکمال کو بھی تعلیمی، تعمیری غرض ہر میدان میں ترقی حاصل ہوتی رہی اور جیسے ہی مدرسہ حسینیہ کی سرگرمیاں سست ہو گئیں تو مقدس ٹیکمال مائل بہ زوال ہوتا گیا۔ جب یہی مدرسہ موقوف ہو گیا تو ٹیکمال کی ترقی بھی بالکل مسدود ہو کر رہ گئی۔ مدرسہ کی عمارت جب ویران ہوئی تو احاطۂ درگاہ شریف ٹیکمال کی اکثر عمارات بھی کھنڈر کی شکل اختیار کر گئیں۔ اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ کئی سال بعد پھر جب مدرسہ حسینیہ کا احیاء عمل میں آیا تو مقدس ٹیکمال میں بھی پھر سے زندگی کے آثار نمودار ہو گئے اور اب تو ایک نئی اور تازہ زندگی مل گئی ہے۔ گویا مقدس ٹیکمال کا عروج و زوال

راست طور پر مدرسہ حسینیہ کے عروج و زوال سے منسلک اور وابستہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال ایک ایسا محور ہے جس کے اطراف ٹیکمال کا تاریخی عروج و زوال گھومتا نظر آتا ہے اور غالباً اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے مدرسہ حسینیہ کو ہی اپنے تبلیغی مشن اور روحانی تربیت کے لیے سب سے پہلا مرکز منتخب فرمایا تھا اور اسی مرکز سے نہ صرف اطراف واکناف بلکہ دور دراز مقامات تک دین اسلام کی اشاعت عمل میں آئی اور ایسے یادگار مذہبی و اصلاحی کارنامے انجام دیئے گئے کہ تاریخ میں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

سنہ ۱۲۴۲ھ م جنوری ۱۸۲۷ء میں سب سے پہلے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے ذاتی صرفۂ کثیر سے ٹیکمال میں مدرسہ حسینیہ قائم فرمایا اس مدرسہ کا قیام ایسے پر آشوب دور میں ہوا تھا جبکہ علی الخصوص مسلمان بے علمی اور گمراہی کے شکار اور اپنی دینی معلومات اور مذہبی احکام سے بالکل بے بہرہ تھے جس کی وجہ سے اس امر کا قوی احتمال تھا کہ کہیں وہ اپنی دنیا و آخرت کو اپنے ہی ہاتھوں برباد نہ کر دیں۔

جیسا کہ ابتدائی باب میں لکھا جا چکا ہے ٹیکمال کے مسلمانوں کی معاشی حالت اس حد تک پست ہو گئی تھی کہ جنگل سے لکڑی جمع کر کے لائے بغیر گھر کا چولھا نہیں سلگتا تھا۔ حضرت اقدسؒ نے اپنی شخصی توجہ اور دلچسپی کے ذریعہ ابتداء میں ہر گھر سے ایک ایک لڑکے کا انتخاب کیا اور روزانہ صبح و شام ان کی تعلیم و تربیت پر اپنا عزیز وقت صرف فرمانے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ غریب گھرانوں کے بچے تعلیمی لیاقت پیدا کر کے اپنا ذریعہ معاش خود کمانے کے قابل ہو گئے۔ بہت جلد حالات نے اس تیزی سے پلٹا کھایا کہ قلیل عرصہ میں ٹیکمال ترقی اور مرفع الحال کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

حضرت اقدسؒ کی ترغیب و ہدایت سے جب تعلیم کا شوق عوام میں پیدا ہو گیا تو ان کے لیے ایک معیاری نصاب کی ضرورت ہونے لگی چنانچہ حضرت اقدسؒ نے

"فرہنگ حسینی" نامی کتاب اسی غرض سے تالیف فرمائی۔ حضرت اقدسؒ اپنے ذاتی صرفہ سے تمام طلباء کے قیام و طعام کا انتظام فرماتے تھے۔

اس مدرسہ میں علوم دینیہ کے علاوہ علم ریاضی وغیرہ دیگر علوم دنیوی کی بھی تعلیم شروع کی گئی۔ طلباء کو اتنی ٹھوس تعلیم دی جاتی تھی کہ رفتہ رفتہ مدرسہ حسینیہ کی شہرت تعلقہ، ضلع اور پھر حیدرآباد تک پھیل گئی۔ اب تو مدرسہ ترقی کے زینے طے کرتے کرتے ایک کالج کی حیثیت اختیار کرچکا تھا جہاں مختلف مقامات سے تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے ٹیکمال آنے لگے۔ مدرسہ حسینیہ اپنے دور کا ریاست بھر میں اعلیٰ تعلیم کا پہلا ادارہ بن گیا جہاں کے فارغ التحصیل طلبار کا انتخاب حکومت کے ہر محکمہ و سررشتہ میں اعلیٰ عہدوں پر عمل میں آنے لگا۔

مختار الملک نواب سرسالار جنگ مدار المہام اول نے جب ضلع بندی کی نظم و نسق کے لیے قابل لوگوں کے انتخاب کا حکم دیا تو ہر سررشتہ اور ہر صیغۂ ملازمت کے لیے ارباب حکومت نے مدرسہ حسینیہ کے کئی ایک طلباء کا انتخاب کیا جس پر نواب صاحب نے خوشنودی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اقدسؒ کے نام اپنے ایک خط میں جو خراج تحسین پیش کیا تھا وہ عبارت خود فارسی ادب کے نمونے سے کم نہیں جو حسب ذیل ہے۔

"دریں قحط الرجال، ایں قدر مردم باکمال، از یک قصبۂ ٹیکمال بہم رسید موجب خوشنودی کمال است"۔

یعنیؔ اس دور میں جبکہ لائق اور قابل لوگوں کی بڑی قلت ہے صرف ٹیکمال کے ایک موضع سے اس قدر قابل اور باکمال افراد فراہم کئے گئے ہیں تو یہ بڑی مسرت کا باعث ہے" اور اسی خط کے آخر میں درج شدہ عبارت کا اردو ترجمہ اس طرح ہے "حضرت قبلہ کا سایۂ ملک اور حکومت کے لیے فخر اور احسان کا باعث ہے"۔

جب مدرسہ حسینیہ کی نوعیت ایک معیاری کالج کے برابر ہوگئی تو بے شمار طلباء اس مدرسہ میں ہی تعلیم پانے کے خواہش مند ہو گئے تھے۔ چوں کہ طلباء کے قیام و طعام اور مدرسہ کے پورے اخراجات حضرت اقدسؒ خود ہی برداشت کرتے تھے اس لیے بہ یک وقت جملہ خواہش مندوں کے لیے گنجائش فراہم کرنا دشوار ہوگیا تھا اس لیے طلباء کی تعداد کو محدود رکھنے کی خاطر ایک گروہ تعلیم سے فارغ ہوتا تھا تو دوسرے امیدواروں کو مدرسہ میں داخلہ و شرکت کا موقع دیا جاتا تھا۔

جب حکومت کی جانب سے تعلیمی مدارس قائم ہونے لگے تو نواب سالار جنگ کے احکام سے مدرسہ حسینیہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک خاص اور امتیازی مقام عطا کیا گیا۔

یہ مدرسہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی دوسری پُشت تک بڑی شان و شوکت سے چلتا رہا لیکن اِس کے بعد یہ مدرسہ انحطاط پذیر ہوگیا اور بہت جلد زوال کا شکار ہوگیا جس کا تاریخی تجزیہ کرنے پر حسب ذیل اسباب سامنے آتے ہیں۔

۱۔ زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ زبان فارسی کی اہمیت بھی کم ہونے لگی۔

۲۔ مدرسہ خصوصاً اس وقت زوال پذیر ہوا جبکہ علیگڑھ میں مسلم یونیورسٹی قائم ہوگئی۔

۳۔ مدرسہ کو بڑے پیمانہ پر چلانے کے لیے جو کثیر اخراجات درکار تھے اس کی کفالت بغیر حکومت کی سرپرستی یا امداد کے ممکن نہیں تھی۔

۴۔ حکومت کی جانب سے ہر ضلع اور ہر تعلقہ میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام شروع ہوا تو اس مدرسہ کے طلباء کی تعداد کم ہونے لگی۔

۵۔ خود ٹیکمال کے قصبہ میں بھی سرکار کی جانب سے مدرسہ قائم ہوگیا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ کالج کی ہیئت سے اب ایک چھوٹے سے مدرسہ میں تبدیل ہوگیا جس میں اب صرف مذہبی تعلیم کے ساتھ جماعت چہارم تک کا انتظام باقی رہ گیا۔

۱۸۔ مدرسہ حسینیہ کے برقرار نہ رہنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہوئی کہ ٹیکمال کی جائیداد خاندان کے افراد میں اس طرح تقسیم ہو چکی تھی کہ کوئی ایک شخص اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے بالکلیہ قاصر تھا۔

بالآخر حضرت پیرانی بی صاحبہ زوجہ حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی جائیداد کو مدرسہ کے لیے وقف کر دیا گیا جس کے بعد اس مدرسہ میں چند برسوں تک صرف مذہبی تعلیم دی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت پیرانی بی صاحبہ کی جائیداد بھی افراد خاندان نے فروخت کر دی تو حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم نے پیش امام مسجد کی تنخواہ میں اضافہ کر کے صرف قرآن کی تعلیم کو جاری رکھا۔ اس دوران برادرم سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی جانب سے مقامی آبادی کے مالی تعاون سے مدرسہ حسینیہ کو پھر سے قائم کرنے کی عظیم کوشش بھی دیرپا ثابت نہ ہو سکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان بیکراں ہے کہ بانئ مدرسہ کی نیت اور روحانی تصرف کے طفیل آج مستقل وسائل آمدنی کے ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا پھر سے احیاء عمل میں آیا جو حضرت سید احمد صاحب مدظلہٗ کی شخصی دلچسپی اور ذاتی توجہ کا مرہون منت ہے۔ موصوف نے اپنی شب و روز محنت و جستجو کے ذریعہ ہر قسم کے صبر آزما حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے "حیات نو اسکیم" کے پہلے سنگ میل کے طور پر مدرسہ حسینیہ کی جدید عمارت احاطۂ درگاہ شریف میں تعمیر فرمائی اور اپنے خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔

بتاریخ ۲۶ر جولائی ۱۹۷۷ء م (۱۳۹۷ھ) اس مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی پھر سے تجدید ہوئی اور شاندار افتتاح عمل میں آیا جو گزشتہ تقریباً نصف صدی سے بند ہو چکا تھا۔ چوں کہ مدرسہ حسینیہ کے جملہ اخراجات کی پابجائی کے لیے جدید تعمیر کردہ عمارات کے کرایوں کے ذریعہ مستقل وسائل آمدنی پیدا کر دیئے گئے ہیں اس لیے آئندہ قوی اُمید ہے کہ انشاءاللہ یہ مدرسہ حسینیہ تا دیر قائم رہے گا۔

چند سال قبل مدرسہ حسینیہ کی قدیم عمارت منہدم ہو کر کس طرح اپنی حالت زار پیش کر رہی تھی اور اب حیات نو اسکیم کے تحت اس کی کس طرح جدید عمارت تعمیر کی گئی ہے کتاب ہذا کے آخر میں دی گئی تصاویر کے ملاحظہ و تقابل سے اس کا صحیح اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ابتداء میں کتابوں اور ملبوسات کی شکل میں ترغیبی انعامات دے کر طلباء کی حوصلہ افزائی کی گئی جس کے سبب قرآنی و دینی تعلیم کا شوق بچوں میں اتنا بڑھ گیا کہ بہت جلد طلباء و طالبات کی تعداد (۱۳۰) تک پہنچ گئی اس کے بعد ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ قریبی مواضعات میں مدرسہ حسینیہ کی متعدد شاخیں کھولنی پڑیں چنانچہ سالاج پلی، تمپلور، چلوار اور لائے پہاڑ میں درگاہ سوسائٹی کی جانب سے تعمیر کردہ ہر مسجد کے ساتھ ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی ایک ایک شاخ کام کر رہی ہے۔ جس سے مدرسہ حسینیہ کی شہرت اور مقبولیت میں دن دونی رات چوگنی اترقی ہوتی جا رہی ہے۔

دینی تعلیم کے علاوہ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال میں عصری تقاضوں کے عین مطابق نئے تعلیمی و فنی شعبوں کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری اور سلوائی کی تعلیم کو اولین ترجیح دی گئی ہے فن خیاطت میں مستند معلمہ کا تقرر عمل میں آیا ہے سلوائی مشین اور کپڑے کے تھان وغیرہ درگاہ سوسائٹی کی جانب سے خرید کر فراہم کئے گئے ہیں جہاں تعلیم پا کر کئی لڑکیاں باعزت طور پر گھر بیٹھے شریفانہ پیشۂ خیاطت کے ذریعہ اپنا روزگار اور حلال روزی کما رہے ہیں۔

حال ہی میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال میں مزید توسیع کر کے آر سی سی کا ایک ہال تعمیر کیا گیا ہے جس سے گنجائش میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ مدرسہ کے لیے ایک دارالمطالعہ اور لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس کو حالیہ خرید کردہ جدید میز، کرسیوں، بنچ اور اسٹول وغیرہ ضروری فرنیچر سے آراستہ کیا گیا ہے۔ فی الوقت قریب چار سو قدیم کتب جمع کی گئی ہیں۔

مدرسہ حسینیہ کے مصارف میں دن بدن اضافہ کے پیشِ نظر درگاہ شریف کی مغربی جانب جدید مکانات تعمیر کر کے مدرسہ کے لیے وقف کر دیئے گئے ہیں جن کے کرایوں سے مستقل آمدنی کے مد میں قابل لحاظ اضافہ ہو گیا ہے اور آئندہ مدرسہ کو ترقی و استحکام دینے میں بھی بڑی مدد ملیگی۔

اسلامیہ بورڈنگ حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم کے فرزند حضرت سید نور اللہ حسینی قادریؒ نے جو ایک اعلیٰ عہدۂ تعلقداری پر مامور تھے اپنے موروثی جذبۂ خدمت دین و ملت کے تحت مسلمان طلباء کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کی خاطر حیدرآباد میں ایک ادارہ تعلیمی "اسلامیہ بورڈنگ" کے نام سے قائم بھی کیا تھا جہاں قیام و طعام کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ عصری انگریزی تعلیم کا اہتمام بھی تھا جس کے لیے بورڈنگ کا صدر خود ایک انگریز مقرر کیا گیا تھا۔ البتہ دینی و مذہبی تعلیم کچھ عرصہ کے لیے سید نور اللہ حسینی قادریؒ کے برادر خورد سید محمود پادشاہ قادریؒ کی زیر نگرانی جاری رہی اور جب یہ ملازم سرکار ہو گئے تو دوسرے مسلمانوں نے اس ذمہ داری کو سنبھال لیا اور کئی سال تک مسلمان طلبار کو معقول تعلیم و تربیت کی سہولت حاصل رہی۔ سید نور اللہ حسینی قادریؒ کا عزم تھا کہ یہاں کے مسلمانوں کو علیگڑھ جانے کی ضرورت نہ ہو اسی لیے یہیں جنوب میں ان ہی خطوط پر اسلامیہ بورڈنگ قائم فرمائی تاکہ معیاری تعلیم کی ضروریات کی حیدرآباد میں ہی تکمیل ہو لیکن افسوس کہ یہ بورڈنگ سید نور اللہ حسینی قادریؒ کی زندگی تک ہی چل سکی اور آپ کے بعد یہ ادارہ باقی نہیں رہ سکا۔

مقدس ٹیکمال کا عروج پچھلے صفحات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس طرح معاشی پستی، جہالت اور غریبی کا شکار اور اقل ترین سماجی و معاشرتی سہولتوں سے محروم قصبۂ ٹیکمال تھوڑے سے عرصہ میں ایک خوش حال اور ترقی یافتہ موضع کی صورت اختیار کر گیا اور دینی تعلیم کے ایک عظیم مرکز میں تبدیل ہو گیا۔ یہ سب کچھ

محض حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے لگائے ہوئے ابتدائی درخت کے ثمرات ہیں جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ٹیکمال کو آج کئی نعمتوں سے مالامال فرمادیا۔

حضرت اقدسؒ نے اپنی حیات مبارک میں جن برکتوں کے تخم بوئے تھے آپ کے فرزند اکبر و جانشین حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اس کی خوب آبیاری کی اور اس کی برکات سے نہ صرف اپنے خاندان بھر کو مستفید فرمایا بلکہ مقدس ٹیکمال کے تمام باشندوں کو بلالحاظ مذہب و فرقہ اس سے بہرہ ور ہونے کا موقعہ فراہم کیا۔

تعلیم کی برکات، معاشی سدھار، سماجی صلاح و فلاح، روزگار کی مختلف اسکیموں پر عمل آوری، مدرسہ حسینیہ کے فارغ طلباء کا حکومت کی سرکاری جائیدادوں پر تقرر اور رفاہ عام کے لیے بے شمار سہولتوں کی فراہمی وغیرہ نے مقدس ٹیکمال کو بام عروج پر پہنچادیا۔ سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ، سید نوراللہ حسینی قادریؒ اور سید محمد پادشاہ قادریؒ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اس لیے ان کے اثر و رسوخ اور حکومت سے ان حضرات کے قریبی و خوشگوار تعلقات کے وسیلے ٹیکمال کو جو ترقی حاصل ہوئی وہ مقدس ٹیکمال کی تاریخ کا زرین باب ہے۔

ٹیکمال کا زوال جب تک سجادہ صاحبان نے درگاہ شریف ٹیکمال کو اپنا مستقر بنا رکھا تو ٹیکمال کو معاشی، تعلیمی، تعمیری اور مذہبی و دینی میدانوں میں دن بدن چار چاند لگتے گئے لیکن حکومت میں اعلیٰ اور ذمہ دار عہدوں پر فائز ہونے کے بعد سجادہ صاحبان ٹیکمال نے حیدرآباد ہی کو جب اپنا مستقر اور جائے سکونت بنالیا تو پھر درگاہ شریف کے ضروری انتظامات اور اس کی موثر نگرانی خاطر خواہ طور پر نہ ہوسکی اور ٹیکمال کے حالات رفتہ رفتہ مائل بہ زوال ہوتے گئے۔ سجادہ صاحبان کی عدم موجودگی و عدم نگرانی کی کمی کو پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ نے فرمائی جو ٹیکمال میں ہی سکونت پذیر تھے لیکن آپ کے انتقال کے بعد درگاہ شریف کے انتظامات بالکلیہ

منتظمین و ملازمین کے ہاتھوں میں آ گئے جو کسی نہ کسی طرح تقریباً بیس سال تک چلاتے رہے لیکن جب حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کے چھوٹے صاحبزادے برادرم مولوی سید افتخار اللہ صاحب قادری تعلیم سے فارغ ہوئے تو سجادہ صاحب نے آپ کو درگاہ شریف سے متعلقہ ان زمینات کی نگرانی سونپی جن کی آمدنی سے درگاہ شریف کی ضروریات کی تکمیل و کفالت ہو سکے۔ نیز اس آمدنی سے اعراس کی انجام دہی، درگاہ شریف کی مسجد کے مصارف کی پابجائی اور عمارات احاطۂ درگاہ شریف کی حفاظت و صیانت کا کام بھی موصوف کے ذمہ ہوا مگر زمانے کے نشیب و فراز اور سیاسی انقلابات کے سبب سازگار ماحول باقی نہ رہا دوسرے یہ کہ معیار زندگی میں روز افزوں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے زمینوں کی آمدنی ان اغراض کے لیے ناکافی ہونے لگی مجبوراً دلو اعراس کے بجائے صرف ایک عرس منایا جانے لگا۔ موازنہ کی قلت کے سبب بروقت عمارات کی ترمیم و درستگی بھی ممکن نہ ہو سکی۔ جس سے متاثر ہو کر سجادہ صاحب نے خود درگاہ شریف کے انتظامات کی جانب شخصی توجہ فرمائی لیکن چوں کہ ناکافی آمدنی کی اصل مشکل حل نہ ہو سکی اس لیے سجادہ صاحب کی جانب سے انتظامات سنبھالنے کے باوجود کوئی متوقع نتیجہ برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی نمایاں تبدیلی پیدا ہو سکی۔

انگریزی کتاب "دی نیو لینز آف لائف، ٹوٹیکمال" کے مطابق اس وقت احاطۂ درگاہ شریف ٹیکمال میں مسجد اور گنبدوں کے سوا دیگر قابل توجہ عمارات تقریباً منہدم ہو کر کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھیں اور اس دوران جن خاندانی ارکان نے تھوڑی بہت تعمیر و ترمیم کی طرف توجہ دی ان میں اول قابل ذکر برادرم سید عبدالواحد قادری مرحوم ہیں جنھوں نے آج سے زائد از پچیس سال قبل مسجد درگاہ شریف میں پانی کی ایک چھوٹی ٹانکی تعمیر کروائی گنبدوں کے اطراف احاطہ کی دیوار کی ترمیم و درستگی کی اور حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے گنبد کے اندر فرش سیلو بچھوایا لیکن مرحوم کی وفات ناگہانی سے اس ترقیاتی کام کو بڑا دھکا پہنچا۔

اس کے بعد برادرم سید محبوب پادشاہ قادری مرحوم نے بھی درگاہ شریف کے حالات

کی صلاح وفلاح میں دلچسپی لی چنانچہ وہ مرحوم ہی تھے جن کی کوششوں سے مسجد اور گنبدوں میں برقی روشنی کی تنصیب عمل میں آئی اس کار خیر میں امجد علی صاحب نامی ایک معتقد نے بھی اعانت کی۔

علاوہ ازیں برادرم مولوی سید ضیاء اللہ صاحب قادری نے مقامی آبادی کا تعاون حاصل کرتے ہوئے اپنے اثر ورسوخ کے ذریعہ "مدرسۂ حسینیہ" کو پھر سے چلانے کی مقدور بھر کوشش فرمائی جن کی مساعی جمیلہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئیں لیکن ماہانہ چندوں پر انحصار اور مستقل ذریعہ آمدنی کی عدم موجودگی کے سبب اس مفید کام کو استحکام حاصل نہیں ہو سکا۔ بالآخر بدقسمتی سے جب مدرسہ حسینیہ کے لیے مختص جائیداد ہی فروخت ہو گئی تو اسلاف کی قائم کردہ ایک قدیم یادگار مدرسہ حسینیہ کے آثار ہر لحاظ سے تقریباً مٹتے ہوئے نظر آنے لگے۔

ٹیکمال کی نشاۃ ثانیہ

لیکن جس پودے کی تخم ریزی اور آبیاری اللہ والوں نے کی ہو اس کی سرسبزی وشادابی کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح برقرار ہی رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ ان اولیاء اللہ کے روحانی تصرفات کا ہی نتیجہ ہے کہ قادر مطلق نے غیب سے ایسے اچانک انتظامات فرما دیئے اور درکار جملہ وسائل بھی دیکھتے ہی دیکھتے مہیا کر دیے جو کسی کے وہم وگمان میں تک نہ تھے۔ سچ ہے کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا یعنی ہر کام کا قدرت کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنا کام جس سے لینا چاہتا ہے اُسی سے پایۂ تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اس بڑے کام کے لیے ہمارے جد اعلیٰ حضرت غوث اعظمؓ کی روحانی نگاہ انتخاب اپنے ہی خانوادہ کے ایک فرد عالی ہمت برادر محترم حضرت سید احمد صاحب قادری المعروف بڑے حضرت مدظلہٗ پر پڑی۔ جو حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے نبیرہ زادہ ہیں۔ موصوف کو بہ حیثیت مشیر اقوام متحدہ بغداد شریف میں قیام کے دوران حالت خواب میں جدنا حضرت محبوب سبحانی پیران پیرؓ کی جب زیارت شریفہ

ہوئی تو چند ایسے غیبی اشارے اس بارگاہ سے سرفراز ہوئے کہ اپنی خاندانی درگاہ شریف ٹیکمال کی جانب توجہ کرنے کے شدید احساس نے اپنے اعلیٰ عہدہ کو خیرباد کر کے وطن لوٹنے پر آپ کو مجبور کر دیا!

بلاشبہ ہر چیز اپنی اصل اور اپنے محور کی طرف رجوع کرتی ہے۔ (۶۵) سال تک یوروپی ممالک میں عصری سہولتوں اور آرام دہ ضرورتوں سے آراستہ تعیش و آسودگی کی زندگی گزارنے کے عادی ہو جانے کے بعد کس کو یقین آسکتا تھا کہ برادر موصوف نہ صرف اپنی زندگی کے ان تمام لوازمات کو بلکہ اس کے ساتھ اقوام متحدہ کے اعلیٰ عہدہ کو تک خیرباد فرما کر اپنے وطن مالوف کو لوٹ جائیں گے اور اپنے بزرگوں کی طرح ایک درویشانہ طرز زندگی اختیار فرمائیں گے۔ گویا آپ نے اُدھر اقوام متحدہ کے پراجکٹ سے دستبرداری حاصل کر لی اور اِدھر درگاہ شریف ٹیکمال کی "حیات نو اسکیم" کے پراجکٹ کا جائزہ حاصل فرمالیا ابتدائی مرحلہ پر ٹیکمال میں جبکہ قیام کی سہولت موجود تھی اور نہ ہی طعام وقت پر میسر ہوتا تھا جن دشوار کن حالات اور صبر آزما مشکلات کا موصوف نے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ کامیاب طریقہ سے مقابلہ فرمایا ہے یہ آپ ہی کا حق تھا۔

شریعت و طریقت

جسطرح ایمان کیلئے اقرار باللسان کے ساتھ یقین بالقلب لازمی ہے اسی طرح دین کیلئے شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت ضروری ہے شریعت جسم ہے تو طریقت جان ہے۔ شریعت رنگ و رعنائی ہے تو طریقت عطر و خوشبو ہے۔ باطل و طاغوت سے مقابلہ اور جنگ کرنے کیلئے شریعت حقانی اسلحہ اور ہتیار ہے تو طریقت ان ہتیاروں کے صحیح استعمال سے واقفیت اور عمل آوری۔ علم شریعت زبان و لباس کی پاکیزگی کا طریقہ بتاتا ہے تو علم طریقت تصفیۂ قلب تزکیہ نفس اور تطہیر فکر و نظر کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

دسواں باب

حیات ٹوٹیکمال

"ایک خواب جو حقیقت بن گیا"

ابتدائی مرحلہ بغداد شریف سے حیدرآباد واپس آنے پر حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہٗ نے اپنی اولین فرصت میں درگاہ شریف ٹیکمال کی جب زیارت فرمائی تو اس کی زبوں حالی سے بے حد متاثر و ملول ہوئے اور بعجلت ممکنہ آپ نے بتاریخ ۷ رمئی ۱۹۷۶ء م (۱۳۹۶ھ) موجودہ جملہ افراد خاندان کا ایک اجلاس طلب کیا جس میں متفقہ طور پر طے شدہ پروگرام کے تحت مقدس ٹیکمال کے تقدس کو قائم رکھتے درگاہ شریف کی روایات قدیمہ کو بحال کرنے اور تعمیر و ترمیم کی جانب اولین توجہ دینے کی خاطر سب سے پہلے مستقل وسائل آمدنی فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ اس عزم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلے اقدام کے طور پر اس کار خیر میں ارکان خاندان سے دل کھول کر عطیہ جات دینے کی اپیل کی گئی جس پر بعض حضرات نے فوراً لبیک بھی کہا اور بتاریخ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۷۶ء م (سنہ ۱۳۹۶ھ) الحمد للہ تعمیر و ترمیم کے اس پراجکٹ کام کا آغاز ہو گیا۔

اس جامع اسکیم کو آگے بڑھانے کے لیے باقاعدہ ایک سوسائٹی تشکیل دی گئی

جسے بہت جلد گورنمنٹ رجسٹرڈ کردیا گیا۔ ساتھ ہی اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی شاخ واقع مارکٹ اسٹریٹ سکندرآباد میں درگاہ شریف ٹیکمال سوسائٹی کے لیے کھاتہ ۶۷۳ کھول دیا گیا تاکہ کام باقاعدہ اور بلاشکایت انجام پائے اور عطیہ دہندگان کو اپنے عطیہ جات روانہ کرنے میں سہولت ہو۔

ابتدائی مراحل میں جو شخص بھی اس اسکیم سے واقف ہوا اس کا تبصرہ "ایں خیال است و محال است و جنوں" تھا۔ بعض حضرات نے تو اس کو شیخ چلّی کا خواب قرار دیتے ہوئے اس پر عمل آوری کو غیر یقینی، ناقابل عمل اور ناممکن خوش فہمی سے تعبیر کیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اللہ والوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے تو غیر یقینی، ناقابل عمل اور ناممکن ہر کام بھی یقینی، قابل عمل اور ممکن ہوجاتا ہے اور خوش فہمی ہوکر خواب سب ایک حقیقت بن کر سامنے آجاتے ہیں۔

برادر موصوف نے سب کے اعتراضات اور تنقید و تبصروں پر توجہ دیئے بغیر اس عظیم کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا اور اُسے کامیابی کی منزل تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھالیا۔

بفضلہ تعالیٰ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے وصال سے ٹھیک ایک صدی بعد یعنی بتاریخ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ م ۱۷ جنوری ۱۹۷۷ء برادر موصوف نے "حیات نو اسکیم" کے مبارک کام کا سنگ بنیاد رکھا۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کی عنایات اور بزرگان دین کے تصرفات شامل حال تھے کہ آپ کو غیبی طور سے ہر قدم پر رہنمائی اور روشنی ملتی رہی اور کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی اپنی کرسی کا خیال کئے بغیر آپ ٹیکمال میں ہی قیام فرماتے اور دھوپ، بارش، جاڑا غرض کسی مشکل کا خیال و لحاظ کئے بغیر آپ دن دن بھر بہ نفس نفیس تعمیر و ترمیم کی نگرانی فرماتے۔ اللہ عزوجل آپ کے محل مرحومہ و مغفورہ کو غریق رحمت فرمائے جو اس دوران ہر مشکل وقت میں اپنے رفیق زندگی کی صحیح معنی میں عظیم رفیق بلکہ روح رواں ثابت ہوئیں۔ اس محیر العقول کامیابی اور

اسکیم کی بحسن وخوبی پذیرائی کے بارے میں خود برادر موصوف کا شخصی مشاہدہ ہے کہ "یہ عظیم کام میں خود نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک غیبی طاقت مجھ سے یہ کام کروا رہی ہے اور اس سعادت کے لیے میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہوں" اور یہ واقعہ ہے کہ ایک سال کی قلیل مدت کے اندر اندر آپ نے اپنے حسن تدبیر اور وسیع تجربہ کی روشنی میں جو بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ کسی غیبی طاقت کی کارفرمائی کے بغیر ممکن نہیں تھے۔

مستقل ذریعہ آمدنی

سب سے پہلے جمع شدہ محدود عطیات کی مدد سے بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء احاطۂ درگاہ شریف کے اندر ایک مختصر سی نو تعمیر کردہ عمارت میں مدرسۂ حسینیہ کا جیسے ہی جدید افتتاح عمل میں لایا گیا تو اس کی برکت سے یہ کام آگے بڑھتا ہی گیا اور ہر مشکل حل ہوتی گئی۔ چنانچہ سابقہ بس اسٹانڈ کی جگہ جہاں جھونپڑیاں تھیں مکان تعمیر کر کے ہوٹل کو کرایہ پر دیا گیا پھر اسی کے متصل خوبصورت آر سی سی بلڈنگ تعمیر کی جاکر اس میں بتاریخ ۲ر ڈسمبر ۱۹۷۸ء ٹیکمال میں آندھرا بنک کی شاخ کا شاندار افتتاح عمل میں آیا جس کے قیام کا سہرا برادر محترم سید احمد صاحب قادری کے سر ہے جو ہر لحاظ سے بڑا حوصلہ افزا کارنامہ ثابت ہوا کیوں کہ ایک طرف تو درگاہ سوسائٹی کے اس عظیم مقصد میں کامیابی ہوگئی کہ مدرسہ حسینیہ اور مسجد و درگاہ شریف کے مصارف کی پابجائی کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی فراہم ہوگیا تو دوسری طرف بنک کے آجانے سے ٹیکمال کی رونق میں اضافہ ہوگیا اور بنک سے جاری کردہ قرضہ جات کی بدولت ٹیکمال کی آبادی میں زراعت وتجارت کے فروغ سے خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہوگیا اور عوام کی معاشی حالت یکدم بدل گئی۔

تاریخی حالات کی ترتیب واشاعت

تعمیری کام کے ساتھ ساتھ خانوادہ ٹیکمال کے تاریخی واقعات اور خاندانی حالات کو بڑی کاوش وجستجو سے جمع کیا گیا اور بہ ترتیب اردو، انگریزی اور تلنگی زبانوں میں اس کی اشاعت کے

ذریعہ ایک عظیم کام کی تکمیل ہوگئی جس کے بعد آئندہ کئی سال تک یہ تاریخی سرمایہ کتب کی شکل میں محفوظ ہوگیا۔ اس سلسلہ میں کن دشواریوں سے دو چار ہونا پڑا اور کونسی کتب شائع ہوئیں اس کی تفصیل کتاب ہذا کے تمہیدی حصہ میں بیان ہو چکی ہے۔

تعمیری و ترمیمی کام میں وسعت احاطۂ درگاہ شریف کے اندر واقع قدیم عمارات کی مرمت و درستگی پر عمل آوری کے پہلے مرحلہ میں مسجد درگاہ شریف کی جانب اول توجہ دی گئی اور مرمت کے علاوہ دیگر ضروریات سے آراستہ کیا گیا پیشاب خانہ و بیت الخلاء پر آہنی دروازوں کی تنصیب عمل میں آئی۔ مسجد کی چھت اور دیواروں کی داغ دوزی کی گئی۔ اس کے بعد بوسیدگی کی طرف مائل گنبدوں کی چھتوں میں اُگے ہوئے درختوں کو صاف کیا گیا۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی گنبد میں جو شگاف کئی جگہ پیدا ہوگئے تھے اس کو دور کیا گیا۔ احاطہ درگاہ کی دوسری بڑی منہدمہ کمان کو از سر نو تعمیر کیا گیا۔ سکونتی مکانات میں ضروری تعمیر و ترمیم کی گئی۔ جانب مشرق جس کمرہ میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کئی سال تک عبادات ذکر و اشغال اور مراقبوں میں مشغول رہے مرور زمانہ سے وہ منہدم اور ویران ہوکر چوپایوں کی پناہ گاہ بن گیا تھا۔ اس بے حرمتی کو دور کرنے کی خاطر اس متبرک مقام پر ایک بڑا دالان مکمل آر سی سی کا تعمیر کرکے اس کا آئندہ تحفظ کر دیا گیا۔ اور اب اسی جگہ ذکر و وعظ کی نورانی محافل منعقد ہوا کرتی ہیں اور دینی سرگرمیوں کے ذریعہ اس مقام کی پوری قدر افزائی ہو رہی ہے اس کے علاوہ درگاہ شریف اور تکیہ کے مزارات و عمارات پر سنگ سفید و مرمر کے کتبے نصب کئے گئے تاکہ زائرین کو قدیم و جدید تعمیرات کے بارے میں معلومات و تاریخی مواد بآسانی حاصل ہوسکے۔

رفاہ عام کے کام ٹیکمال میں بنک کا قیام تو کسانوں اور تاجروں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہی ثابت ہوا جس سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے کاروبار کو بڑی ترقی دی اور ایک معاشی انقلاب رونما ہوگیا۔ ٹیکمال کے پست

طبقات کو بھی اُجرت اور ملازمت کے نئے موقعے نکل آئے۔ اس کے علاوہ درگاہ سوسائٹی نے گاؤں کے غریبوں اور پست ماندہ باشندوں کی معاشی فلاح اور مالی امداد نیز ان کے بچوں کی تعلیمی اعانت کے لیے مختلف فنڈز بھی قائم کر کے بڑی انسانی خدمت انجام دی ہے۔ مستحقین کے بچوں کی شادیوں کے لیے غریب طلباء کے تعلیمی وظیفوں کے لیے نیز اموات کے موقعہ پر تجہیز و تکفین کے اخراجات کے لیے خصوصی فنڈز قائم کئے گئے ہیں جس کی بر موقعہ رقمی اعانت سے کئی ایک غرباء و مستحقین مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں۔ نادار اور غیر مستطیع اشخاص میں زکوٰۃ فنڈ سے سالانہ پارچہ کی تقسیم بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔

حیات نو اسکیم کا دوسرا مرحلہ

مستقل وسائل آمدنی میں رفتہ رفتہ اضافہ اور عطیہ جات کی وصولی سے درگاہ سوسائٹی کے مالیہ کو حوصلہ افزا استحکام حاصل ہوا جس کی بدولت تعمیری و ترقیاتی کاموں کو آگے بڑھانے میں کافی مدد ملی۔

چنانچہ حیات نو اسکیم کے دوسرے مرحلہ میں مدرسہ حسینیہ کے لیے مزید ایک دالان کی تعمیر عمل میں آئی۔ مدرسہ کے لیے لائبریری قائم کر کے اس کا فرنیچر خریدا گیا اور کتب فراہم کی گیئں۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی عبادت و ریاضت کی جگہ سابق میں تعمیر کردہ بڑے دالان کو برقی پنکھوں اور ٹیوب لائٹ سے آراستہ کیا گیا۔ نیز دالان کی کھڑکیوں پر خوبصورت آہنی جالیاں نصب کی گیئں اور شاہ آباد پتھر کے فرش سے مزین کیا گیا۔ جس کے بعد یہ وسیع اور کشادہ ہال پورے قصبہ ٹیکمال بھر میں تقاریب کے لیے موزوں اپنی نوعیت کا منفرد اور سب سے بڑا ہال بن گیا ہے۔

سکونتی مکان موسوم بہ گیارہ دری کی بوسیدہ سفالی چھت کو انگریزی کویلو میں تبدیل کیا گیا۔ دیواروں کی مرمت کی گئی اور شاہ آباد پتھر کے فرش کے علاوہ نو تعمیر کردہ باورچی خانہ کی سہولت فراہم کی گئی۔

درگاہ شریف کے وسیع احاطہ کی دیوار کثیر صرفہ سے تعمیر کی گئی جس سے چوپایوں وغیرہ جانوروں کی آمد و رفت کا مکمل تدارک ہو گیا ہے۔

جانب مغرب وسیع و عریض افتادہ زمین کو کام میں لاکر خاندانی ارکان و دیگر وابستگان کی تدفین کے لیے علیحدہ قبرستان بنا دیا گیا ہے کیوں کہ احاطۂ درگاہ اور حیدرآباد میں قبور کے لیے اب گنجائش نہیں رہی ہے۔

شمالی جانب چار سکونتی مکانات تعمیر کئے گئے ہیں جس سے درگاہ شریف کے مستقل وسائل آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ مکانات مزید توسیع کے بعد مستقبل قریب میں ایک نو آبادی کی شکل اختیار کریں گے۔ ان میں ایک مکان مسجد جیلانی میدک کیلئے وقف ہے۔

حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے گنبد شریف کو چاروں بڑے قدیم بوسیدہ دروازوں کی جگہ جدید قیمتی مضبوط و خوشنما چوبی دروازوں سے مرصع کیا گیا ہے۔ اندرونی دیواروں کی رنگوائی کی گئی اور چبوترہ پر پالش کئے ہوئے قیمتی پتھر کا فرش کر دیا گیا ہے نیز چبوترہ کے اطراف خوبصورت آہنی جالی نصب کر کے بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے گنبد کے اطراف کے حصہ میں بھی سنگ شاہ آباد کا فرش کیا گیا ہے۔

حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے پائین میں جہاں عرس کے موقعہ پر زائرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے غیر ضروری جھاڑوں کی موجودگی سے مزاحمت ہو رہی تھی۔ ان جھاڑوں سے اس جگہ کو صاف کر دینے نیز تبرک طعام پر فاتحہ کے لیے مخصوص قدیم پتھر کی بڑی کشتی کو ایک طرف بازو ہٹا دینے کے بعد ایک کافی کشادہ جگہ اور گنجائش نکل آئی ہے جس کے سبب وقت واحد میں کئی اصحاب کے تناول طعام سے فارغ ہونے کی سہولت پیدا ہو گئی ہے اسی کے ایک گوشہ میں ایک تخت نما پلیٹ فارم بنایا گیا ہے جو وعظ و تقاریر کے موقعہ پر ایک منبر کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے جس کے سامنے کی جگہ سامعین کے بیٹھنے

کے لیے موزوں ہے۔

ان ہمہ مقصدی اغراض کی تکمیل کے پیش نظر اس کشادہ جگہ کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

مسجد درگاہ شریف ٹیکمال اور اطراف واکناف کے دیہات و قصبات میں منجانب درگاہ سوسائٹی جدید مساجد کی جو تعمیر ہوئی اور جو مالی اعانت کی گئی ہے اس کی مکمل تفصیل آگے کے صفحات پر ایک علیحدہ باب میں دی گئی ہے۔

جہاں تک عوام کے لیے فلاحی اور رفاہی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو اس مرحلہ پہ غرباء و مستحقین کے زکوٰۃ فنڈ اور امدادی فنڈ کے لیے مختص کردہ رقم میں اضافہ کر کے بارہ سو (۱۲۰۰) روپیہ سالانہ کر دیا گیا۔

درگاہ سوسائٹی کی آڈٹ رپورٹ

اولیاء اللہ کے وسیلے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمیشہ ہی سوسائٹی کے شامل حال رہا ہے سوسائٹی کی موثر کارکردگی اور کامیابی میں دیانت داری اور بے لوث جذبہ خدمت کو بڑا دخل رہا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہی مرحلہ میں سوسائٹی کو حکومت میں رجسٹرڈ کیا گیا۔ عطیہ جات کی وصولی اور رقم کی باقاعدہ داد و ستد کے لیے اسٹیٹ بنک آف انڈیا کی شاخ سکندرآباد کے علاوہ آندھرا بنک ٹیکمال میں کھاتے کھولے گئے۔ جس سے خصوصاً بیرونی ممالک کے عطیہ دہندگان کو اپنے ڈرافٹ راست بنک کے نام ارسال کرنے اور سوسائٹی کے کھاتے میں جمع کرنے کی سہولت حاصل ہو گئی۔ حسابات کو مزید باقاعدہ اور منظم بنانے کے لیے قابل و مستند چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے ذریعہ سوسائٹی کے جملہ حسابات اور کتابات کی باضابطہ تنقیحات کروائی جا کر سالانہ آڈٹ رپورٹس بھی ہر وقت شائع کی جاتی رہی ہیں تاکہ رقوم میں خرد برد یا کسی معمولی نوعیت کی بھی بدعنوانی کی کوئی گنجائش تک باقی نہ رہے اور سوسائٹی کی جملہ سرگرمیاں معہ مصارف

ہر کسی کے سامنے آڈٹ رپورٹ کے ذریعہ آئینہ کی طرح بے داغ رہیں اور کسی شکایت کا موقعہ نہ پیدا ہو۔

درگاہ سوسائٹی کا موجودہ موقف

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (سورہ انعام آیت ۱۶۱)

یعنی جس نے ایک نیکی حاصل کی تو اس کے لیے اس کی جیسی دس نیکیاں ہیں۔ چنانچہ درگاہ سوسائٹی نے ایک مختصر و محدود سرمایہ کے ساتھ اپنا کام شروع کیا تھا اب الحمد للہ اس کام میں کئی گناہ برکت ہوجا چکی ہے اور مالی و انتظامی استحکام بھی حاصل ہوچکا ہے۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ درگاہوں اور خانقاہوں کے حالات جب ایک مرتبہ انحطاط و زوال کا شکار ہوجاتے ہیں تو پھر ہمیشہ کے لیے وہ آثار قدیمہ کے کھنڈر میں تبدیل ہوجاتی ہیں لیکن مقدس ٹیکمال کی درگاہ و خانقاہ کے حالات کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ قادر مطلق نے اس کے زوال کو ترقی میں بدل کر ایسے بام عروج پر پہنچادیا ہے کہ درگاہ شریف ٹیکمال کی موجودہ ھیئت وصورت گری کو دیکھنے کے بعد کسی کو یقین ہی نہیں آئے گا کہ ۱۹۷۶ء م (۱۳۹۶ھ) میں یہاں اکثر عمارتوں کی زبوں حالی اپنی ویرانی کا تکلیف دہ منظر پیش کر رہی تھی۔

"حیات نو اسکیم" کی کامیاب تکمیل کے بعد درگاہ شریف کے مالیہ اور انتظامیہ کا موجودہ موقف الحمد للہ اتنا کچھ اطمینان بخش اور پائیدار ہوگیا ہے کہ انشاء اللہ آنے والے کئی برسوں بعد بھی اس کی بنیادیں متزلزل نہ ہوسکیں گی۔

درگاہ سوسائٹی کی اہمیت اور وقعت حکومت کی نظر میں بھی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس کی پہلی ہی نمائندگی پر حکومت کی جانب سے ٹیکمال میں ایک اردو میڈیم اسکول کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سوسائٹی نے ٹیکمال میں عوام اور زائرین کی روزانہ آمد و رفت کے پیش نظر عصری طرز کے ایک بس ڈپو کے قیام، تار روڈ کی تعمیر

پینے کے پانی اور ٹیلیفون کی سہولتوں کی فراہمی جیسے مطالبات سے متعلق بھی حکومت سے نمائندگی کی ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان تمام جائز مطالبات کی بعجلت ممکنہ پذیرائی عمل میں آئے گی۔ یہاں اس خوشخبری کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ برادرم سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی دیرینہ مساعی اور مسلسل جدوجہد کے وسیلے ٹیکمال میں حکومت نے ایک جونیر کالج بھی قائم کر دیا ہے جس سے قصبہ کی رونق دوبالا ہوگئی ہے اور اعلیٰ تعلیم کا حصول آسان ہوگیا ہے۔

باغ پھر سے سرسبز و شاداب ہوگیا

یہ بھی کیا حسن اتفاق ہے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی قبل حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے ٹیکمال میں جو باغ لگایا تھا اور اپنے خون جگر سے جس کی آبیاری کی تھی آپ کے بعد آپ کے خاندان سے پہلے باغباں کی حیثیت سے حضرت سید احمد قادریؒ نام والے ایک مقدس بزرگ نے اپنی جانفشانی سے اس کو گل و گلزار بنا دیا تھا۔ مگر زمانہ کی باد صرصر کے جھونکوں نے اس باغ کی فضاء کو خزاں نصیب و بے رونق کر دیا تو آج اسی خانوادہ سے پھر ایک بار اسی "حضرت سید احمد قادریؒ" نام ہی کے حامل دوسرے بزرگ محترم نے حالیہ باغباں کی حیثیت سے، ضعیف العمری میں دو کار اپنے سب آرام و چین کو قربان کرتے ہوئے اپنی شب و روز کی انتھک کاوشوں کے ذریعہ اسی باغ کو پھر سے پر بہار اور سرسبز و شاداب بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس باغ کو جو تازگی، رعنائی اور سرسبزی نصیب ہوئی ہے وہ بلا شبہ سبز گنبد والے تاجدار مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اور ہرے جھنڈے والے شہزادے سیدنا حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیرؓ کا تصدق ہے۔ بلکہ مقدس ٹیکمال کی یہ نشاۃ ثانیہ دراصل اسی خواب کی سچی تعبیر ہے جو برادرم محترم سید احمد صاحب قادری مدظلہٗ نے ۱۹۸۴ء میں شہنشاہ بغداد کے روضہ شریف کے اندر دیکھا تھا۔

رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اِس باغ کو یوں ہی سرسبز رکھے اور اس سے وابستہ بلبلوں کو دنیا و دین میں سرخ رو بنائے اور اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

حیات نو اسکیم کی کامیابی میں قابل ذکر معاونین

"حیات نو اسکیم" کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں نہ صرف خانوادۂ ٹیکمال کے ارکان نے حسب استطاعت بھرپور تعاون کر کے اجر عظیم حاصل کیا بلکہ مقدس ٹیکمال کے وابستگان، معتقدین نے بھی ملک اور بیرون ملک سے اس کار خیر میں دامے درمے سخنے اعانت کرتے ہوئے جو حصہ لیا ہے وہ ہر طرح لائق قدر و قابل تقلید ہے جو یقیناً ان کے لیے فیوض و برکات اور ثواب و حسنات کا ذریعہ ثابت ہو گا۔

خصوصاً کم سے کم وقت میں جو زیادہ سے زیادہ مالیہ جمع ہو سکا وہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے فضل بے پناہ کا نتیجہ اور مقدس ٹیکمال کے اولیاء اللہ کے روحانی تصرف کا طفیل ہے۔ اپنا عظیم ذاتی سرمایہ اس نیک کام کی نذر کر کے مثال قائم کرنے والوں میں توسر فہرست حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہٗ ہی ہیں جو کئی لاکھ روپیوں کی حد تک جا پہنچا ہے لیکن موصوف کی ترغیب اور اپیل پر ہندو پاکستان برطانیہ، امریکہ اور مشرق متوسط کے عرب ممالک میں مقیم جن خاندانی ارکان اور معتقد اصحاب نے جلد یا بدیر لبیک کہا اور دل کھول کر مالی اعانت فرمائی اس کی مکمل تفصیل نام بنام شائع کردہ سالانہ آڈٹ رپورٹس میں موجود ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں برادر مرحوم الحاج سید احمد جمال اللہ صاحب قادری مقیم امریکہ کا گراں قدر عطیہ قابل ذکر ہے جو مرحوم کے لیے تا قیامت صدقۂ جاریہ کی حیثیت سے زادِ آخرت ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین!

خاندانی افراد سے ہٹ کر دیگر کئی اصحاب نے بھی ازراہ عقیدت نہ صرف خود مالی اعانت کی بلکہ دوسروں سے عطیہ جات جمع کرنے کے نیک مقاصد میں سرگرم حصہ لیا جن میں ٹیکمال کے ہی ایک متوطن نوجوان معتقد جناب محمد نعیم الدین صاحب ملازم سعودی ایئر لائنس سب سے پیش پیش رہے اس سلسلہ میں موصوف کی خدمات ناقابل فراموش ہیں کیوں کہ انھوں نے نہ صرف ذاتی طور پر عظیم مالی تعاون فرمایا بلکہ شخصی دلچسپی لے کر جدہ کے مستطیع اہل خیر حضرات سے ربط پیدا کرتے ہوئے ایک خطیر رقم جمع فرمائی اور موصوف سے یہ رقم درگاہ سوسائٹی کو ایسے نازک وقت میں وصول ہوئی جب کہ فنڈز کی کمی کے سبب تعمیری پراجکٹ کے کام میں وقفہ پڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا منجانب اللہ بروقت یہ غیبی امداد بھی بزرگان دین کی کرامت سے کم نہیں تھی۔ اس موقعہ پر درگاہ سوسائٹی کے موجودہ ایک رکن ہونے کے ناتے جملہ ارکان خاندان ٹیکمال اور معتقدین و وابستگان درگاہ شریف ٹیکمال تک سوسائٹی کی یہ اپیل پہنچانا مولف اپنا فریضہ سمجھتا ہے کہ درگاہ شریف کی مزید تزئین و ترقی نیز سالانہ مرمت و داغدوزی وغیرہ کے لیے وہ اپنی مفید تجاویز کے ساتھ اپنے گراں قدر عطیہ جات آئندہ بھی سوسائٹی کے نام یا بنک میں سوسائٹی کے کھاتہ کے نام روانہ فرماکر ثواب دارین حاصل فرماتے رہیں۔

توبہ کا نتیجہ

حدیث شریف میں ہے جب مومن توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ گناہوں کے ہر دن کے بدلے ایک برس کی عبادت کا ثواب اور شہید کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ قیامت کے دن اسکو ایک ہزار تاج عنایت ہوں گے قبر میں جنت کی طرف کی کھڑکی کھل جائیگی۔ محشر میں ایک فرشتہ اسکے دائیں طرف ہوگا ایک آگے ایک پیچھے چاروں جنت کی بشارت دیں گے۔۔۔!

گیارھواں باب

تعمیر و توسیع مساجد

اولیاء اللہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے جہاں کہیں بھی گئے تو انھوں نے اقامت دین و اطاعت احکام شریعت کے لیے نئی مساجد تعمیر کی یا قدیم مساجد کو آباد کر کے اسی کو اپنی تعلیمات کا مرکز بنایا جہاں نماز با جماعت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مساجد میں تزکیۂ نفس کے اصول و طریقے سکھائے جاتے تھے شریعت کے پابند ہو جانے کے بعد تصفیۂ قلب و روح کی غرض سے مسجد سے متصل خانقاہیں قائم کی گئیں جہاں طریقت کی عملی تربیت سے آراستہ کر کے ظاہری و باطنی تطہیر کے مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے زمانہ قدیم سے اولیاء اللہ کی درگاہ یا ان کے مزار کے قریب ضرور ایک مسجد نظر آتی ہے۔

مسجد حسینیہ ٹیکمال

احاطۂ درگاہ شریف ٹیکمال میں واقع مسجد حسینیہ بھی اسی غرض و غایت سے بنی جس کی تعمیر ۱۲۴۲ھ م ۱۸۲۷ء میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ مقامی مسلمانوں کی آبادی میں نیز مدرسہ حسینیہ کے طلباء کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کے سبب مسجد حسینیہ جب شکوۂ تنگ دامنی کرنے لگی تو ۱۳۲۴ھ م ۱۹۰۶ء میں حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم ٹیکمال

نے اس مسجد کی توسیع فرمائی۔ زائد از ڈیڑھ سو برس قبل تعمیر کردہ اس مسجد کی چھت نہایت بوسیدہ ہوگئی تھی اس لیے چھت نہ صرف دوبارہ تعمیر کی گئی بلکہ ۱۹۸۴ء م ۱۴۰۴ھ میں آرسی سی چھت کی مزید توسیع کی گئی جس سے مسجد کی گنجائش دوگنی ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ مسجد کا صحن بھی ۲۵ فیصد کشادہ ہوگیا ہے ایک پانی کی ٹانکی بنائی گئی ہے جس میں نل کی ٹوٹیاں لگی ہیں۔ پیشاب خانہ اور بیت الخلاء کو از سرِ نو تعمیر کر کے ان کو آہنی دروازوں اور عصری ڈرینج کی سہولت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ باب الداخلہ پر شگاف زدہ کمان کی جگہ خوبصورت کھم بنائے گئے ہیں۔ مسجد میں برقی کی تنصیب از کار رفتہ ہوگئی تھی اس کو نئے سرے سے درست کر کے جدید وائرنگ اور فٹنگ کی گئی ہے۔ آہک پاشی و رنگوائی کے بعد اب یہ مسجد بقعۂ نور دکھائی دیتی ہے اور ضلع میدک کی خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک کہلائی جا سکتی ہے۔ اس مسجد سے متصل شمال مغرب کی جانب ایک کشادہ کمرہ معہ جملہ عصری ضروریات و ملحقہ حمام کی حالیہ تعمیر بھی ہوئی ہے جو اعراس کے موقع پر معزز مہمان علماء و مقررین کے قیام کے لیے نہایت موزوں اور سہولت بخش ثابت ہوگا۔

مسجد قادریہ سالاج پلی

مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا پھر سے احیاء دینی و فنی تعلیم و تربیت میں طلباء و طالبات کی کثیر تعداد میں شرکت اور دیگر انقلابی ترقیوں سے متاثر ہو کر اطراف و اکناف کے مواضعات اور دیہات کی آبادیوں میں بھی دینی جوش و خروش اور ایک نیا ولولہ پیدا ہوگیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درگاہ سوسائٹی کی ہی امداد اور حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہ کی شخصی دلچسپی سے ٹیکمال سے ۴ کیلومیٹر قریب ہی واقع آبادی "سالاج پلی" میں ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی۔ چند اصحابِ خیر کی جانب سے اس کام کا آغاز اور گاؤں کی پوری آبادی کا اس میں تعاون ایک ایسا بے مثال واقعہ ہے جو دیگر دیہات کے لیے قابلِ تقلید نظیر ہے۔

شہاب الدین صاحب نے مسجد سالاج پلی کی تحریک کی اور من اللہ صاحب نے

اپنی ذاتی زمین مسجد کے لیے فوراً بطور عطیہ پیش کردی۔ اور بہت جلد سوسائٹی کی جانب سے کاریگر معہ سمنٹ اور لوہا بطور امداد مہیا کر دئے گئے۔ دیکھتے دیکھتے مسجد کی تعمیر دتیاری میں وہیں کی آبادی کے مرد عورت اور بچوں نے رضا کارانہ طور پر بغیر اُجرت لیے اور بغیر باہر سے مزدور بلائے سارا کام مکمل کردیا اور ایک ماہ کی قلیل ترین مدت میں مسجد تیار ہوگئی تو ۱۹۷۸ء م ۱۳۹۸ھ میں اس کا شاندار افتتاح عمل میں آیا جس کے بعد پنج وقتہ نماز باجماعت کے علاوہ جمعہ کا اہتمام بھی پابندی سے ہونے لگا۔ اس مسجد کے مصارف کی پابجائی کے لیے ٹیکمال میں ایک ملگی وقف کردی گئی ہے جس کے کرایہ سے امام صاحب کی تنخواہ، چراغ وغیرہ کے اخراجات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ اس مسجد سے ملحقہ مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ بھی کھولدی گئی جس کے معلم کی تنخواہ درگاہ سوسائٹی کی جانب سے ادا کی جاتی ہے۔

حال ہی میں کثیر خرچہ سے ایک باؤلی بھی کھدوائی گئی ہے جس سے مصلیوں کے لیے پانی کی دشواری بھی دور ہوگئی۔ مسجد کی کمانوں میں آہنی جالیوں کی تنصیب سے خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ مسجد کے صحن اور مدرسہ کی عمارت کے لیے متصلہ مزید زمین خریدی گئی ہے۔

اس مسجد کے انتظامات کو خوش اسلوبی سے چلانے اور نگرانی رکھنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے جس کے صدر معین الدین صاحب، معتمد امام الدین صاحب اور منتظم من اللہ صاحب ہیں۔ مسجد کے لیے وقف کردہ ملگی کا کرایہ وصول کرنا اور جائز مصارف میں اس کو استعمال کرنا وغیرہ اس کمیٹی کے فرائض میں داخل ہے۔

واضح ہو کہ سالاج پلی میں یہ پہلی مسجد تعمیر ہوئی جس کے قبل دیہاتیوں کو روزانہ نماز باجماعت اور خصوصاً جمعہ کے لیے ٹیکمال آنا پڑتا تھا۔

سابقہ زمانہ میں اسلامی مشن کے مقاصد اس کی تعلیمات کو دور دور تک پہنچانا اور

غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دولت سے مالا مال کرنا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں جو بھی مسلمان ہیں وہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہیں جن میں مذہبی معلومات اور دینی شعور کا مکمل فقدان پایا جاتا ہے اپنے صحیح عقائد سے وہ واقف نہیں ہیں لہذا وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ جو بھی برائے نام مسلمان ہیں ان کو حقیقی معنیٰ میں مسلمان بنایا جائے اور مساجد کی تعمیر اور دینی مدارس کے افتتاح کے ذریعہ نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرتے ہوئے تعلیم بالغاں پر بھی پوری توجہ دی جائے۔ اور یہی درگاہ سوسائٹی کا بنیادی مقصد ہے۔

مقدس ٹیکمال کے اطراف واکناف تقریباً پندرہ ۱۵ کیلو میٹر کے احاطہ میں کئی ایسے دیہات واقع ہیں جہاں کی قابل لحاظ آبادی مسلمانوں کی ہے جس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن گزشتہ تقریباً ایک سو برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے ان دیہاتوں میں کوئی جدید مسجد تعمیر ہوئی نہ کوئی دینی مدرسہ کھولا گیا۔

مسجد سالاج پلی کی تعمیر کے فوراً بعد اطراف واکناف کے کئی مواضعات کی مسلم آبادی کی جانب سے درگاہ سوسائٹی کو درخواستیں وصول ہونے لگیں اور اصرار کے ساتھ مطالبات ہونے لگے کہ ان کے دیہات میں بھی ایک ایک مسجد تعمیر کرنے میں سوسائٹی مالی امداد کے ساتھ رہبری کرے۔

درگاہ سوسائٹی کا مالیہ جب مستحکم موقف میں آگیا تو مساجد کی تعمیر کی جانب توجہ دی گئی چنانچہ قریب کی آبادیوں میں حسب ذیل نئی مساجد تعمیر ہوگئیں۔

مسجد شاہدی ٹمپلور اس سلسلہ کی دوسری نئی مسجد ٹمپلور ہے۔ صادق علی صاحب کی تحریک پر سوسائٹی نے ٹیکمال سے چھ ۶ کیلو میٹر جنوب میں واقع دیہات ٹمپلور میں بھی پہلی مسجد تعمیر کرنے کے لیے دست تعاون دراز کیا اور نہایت سرگرمی کے ساتھ تعمیر میں دلچسپی لیتے ہوئے ۱۹۸۱ء م ۱۴۰۱ھ میں مسجد کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ صرف مزدوروں کا انتظام گاؤں والوں نے کیا باقی اخراجات درگاہ سوسائٹی نے برداشت کیے۔

چونکہ یہاں بھی کوئی دینی تعلیم کا انتظام نہیں تھا اس لیے مسجد تمپلور کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ کھول دی گئی ہے۔ اس مسجد و مدرسہ کو مستقبل میں جاری رکھنے کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی کی ضرورت ہے۔

مسجد معراج چلور

اسی سلسلہ کی تیسری نئی مسجد ٹیکمال سے دس کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع دیہات چلور میں تعمیر کی گئی جہاں کے مسلمانوں میں بڑا شوق و ولولہ موجود ہے درگاہ سوسائٹی نے حتی المقدور مالی اعانت کی ۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء میں مکمل ہو جانے کے بعد دیہات والوں نے یہاں بھی مدرسۂ حسینیہ کی ایک شاخ کا افتتاح کیا اور مسجد و مدرسہ کے لیے درکار عملہ کا تقرر بھی کیا۔ لیکن یہاں بھی مسجد و مدرسہ کے مصارف کی تکمیل کے لیے کوئی مستقل ذریعہ آمدنی فی الوقت موجود نہیں ہے صرف ماہانہ چندوں سے انتظامات چلائے جاتے ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر میں محمد حمید الدین صاحب نے بڑا سرگرم حصہ لیا ہے جو ہر طرح لائق تحسین ہے۔

مسجد حسینیہ رائے پہاڑ

چوتھی نئی مسجد رائے پہاڑ نامی دیہات میں تعمیر کی گئی ہے جو ٹیکمال سے قریب ۱۴ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اگرچہ کہ اس دیہات میں تعمیری ساز و سامان لیجانے کے لیے کوئی موزوں و ہموار راستہ نہیں ہے لیکن دیہاتیوں کی جد و جہد قابل تعریف ہے کہ اس نیک کام کے لیے انھوں نے طرح طرح کی تکلیف و مشقت برداشت کی اور ہر قسم کے ایثار و قربانی سے کام لیا۔ ۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء میں یہ مسجد الحمد للہ تیار ہوگئی جس میں درگاہ سوسائٹی نے بھی تعاون کیا۔ اور مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ کا رائے پہاڑ میں بھی قیام عمل میں آیا۔ مسجد رائے پہاڑ کی تعمیر و تکمیل میں سید حسین صاحب عرف نھنے پٹیل اور سید مولانا صاحب کی انتھک کوششوں کا بڑا دخل ہے جنھوں نے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لی ہر موقعہ پر پیش پیش رہے اور مسجد کا

کام مکمل ہونے کے بعد ہی دم لیا۔ لیکن مسجد ہذا کے لیے بھی ایک مستقل وسیلہ آمدنی درکار ہے۔

جامع مسجد ٹیکمال نیچے گلی
جامع مسجد ٹیکمال نیچے گلی توسیع طلب ہوگئی تھی کیونکہ موجودہ مسلم آبادی کے لیے مسجد کی گنجائش ناکافی ہورہی تھی۔ چنانچہ برادرم مولوی سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی سرکردگی میں اس مسجد کے تعمیری کام کی تکمیل کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ درگاہ سوسائٹی نے بھی اپنی خطیر رقمی امداد کے ذریعہ اس کار خیر میں بھرپور تعاون کیا ہے۔ تعمیر ابھی زیر تکمیل ہے جس کی کامیاب صورت گری کے لیے برادر موصوف کے ہی زیر نگرانی سید ابراہیم صاحب اور خواجہ میاں صاحب پیش امام کی جدوجہد اور مساعی جمیلہ پوری طرح جاری ہیں۔

مسجد جیلانی میدک
یہ مسجد ضلع میدک میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے ہمشیرزادے و خلیفہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ کے نام سے موسوم ہے۔ مسجد جیلانی میدک کے مصارف کی تکمیل کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی کی ضرورت محسوس کی گئی لہٰذا ٹیکمال میں ہی اس مقصد کے لیے ایک مکان تعمیر کیا گیا ہے جس کا کرایہ مسجد جیلانی کی ماہانہ مالی اعانت کیلئے میدک کو روانہ کیا جارہا ہے۔

حسینی مسجد ملک پیٹھ
حسینی مسجد ملک پیٹھ بلدہ حیدرآباد میں واقع ہے جس کے متصل قبرستان میں خانوادہ ٹیکمال کے کئی بزرگ مدفون ہیں جن میں درگاہ شریف ٹیکمال کے سجادہ چہارم حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ اور سجادہ پنجم حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ بھی شامل ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر درگاہ شریف ٹیکمال کے سجادۂ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ نے ۱۳۰۷ھ م ۱۸۹۰ء میں فرمائی جس میں صحن اور ایک بڑا حوض بھی تھا۔ لیکن مصلیوں کی تعداد میں اضافہ سے اس کی گنجائش ناکافی ہورہی تھی اس لیے اس مسجد کو عصری سہولتوں کے ساتھ توسیع دینے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ درگاہ سوسائٹی نے خانوادۂ ٹیکمال

سے منسوب اس قدیم مسجد کو جدید ہیئت دینے میں بھرپور رقمی اعانت کی ہے۔ توسیع مسجد کے کام کی نگرانی کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی اس کے صدر برادرم حضرت سید احمد قادری صاحب اور معتمد جناب ہدایت علی صاحب ہیں حسینی مسجد ملک پیٹھ کے متولی جناب ذوالقدر پادشاہ صاحب ہیں جن کی خصوصی توجہ اور کوششوں سے یہ مسجد ہمیشہ آباد رہی۔ مسجد کی حالیہ توسیع کے کام میں جناب سید نعمت اللہ صاحب قادری نے شخصی دلچسپی لی اور تعمیری کام کو ماہرین کے ذریعہ بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
دل اپنا مگر پاپی ہے رہا برسوں میں مسلماں ہو نہ سکا

خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو مساجد کی تعمیر میں دامے درمے اور دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور اللہ کے گھروں کو آباد کرکے اپنی دنیا کو بھی سنوارتے ہیں اور عقبیٰ کیلئے بھی ثواب بے حساب کماتے ہیں۔

کم نصیب ہیں وہ مسلمان جن کی آبادی میں مسجد ہونے کے باوجود اس کو نماز باجماعت کے ذریعہ آباد نہیں کرتے۔ ایسی مسجدیں ان مسلمانوں کے خلاف اللہ سے شکوہ شکایت کرتی ہیں۔

پہلے کی مساجد کی دیواریں مٹی کی اور چھت کھجور کے پتوں یا گھاس پھوس کی ہوتی تھیں لیکن اس میں نماز پڑھنے والوں کا ایمان راسخ ان کی دعائیں قبول ہوتیں ان کا عبادت میں خشوع و خضوع اس درجہ کا تھا کہ دوران نماز پاؤں میں چبھا ہوا تیر نکالا گیا تو حضرت علیؓ نے ذری جنبش نہ فرمائی

لیکن آج کی مساجد آرسی سی کی کئی منزلہ ایرکنڈیشنڈ یا برقی روشنی اور پنکھوں سے آراستہ اور جملہ آرام دہ سہولتوں سے مزین ہیں مگر مصلیوں میں نہ اگلا سا ذوقِ عبادت نہ پہلا سا خشوع وخضوع ہے پھر دعائیں قبول کیسی ہوں گی ــــ؟

صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق ؛ وہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے
(علامہ اقبال)

درگاہ شریف و خانوادۂ مقدس ٹیکمال

کے تاریخی واقعات

کا جائزہ ایک نظر میں

سنہ ۱۱۱۳ھ م سنہ ۱۷۰۲ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ (ولد حضرت سید جمال اللہ قادریؒ الہ آبادی) نے شمالی ہند سے دکن کا رُخ کیا اور جوگی پیٹھ میں سکونت پذیر ہوئے۔

سنہ ۱۱۲۷ھ م سنہ ۱۷۱۵ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کا جوگی پیٹھ میں وصال ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

سنہ ۱۱۵۸ھ م سنہ ۱۷۴۵ء حضرت سید شکر اللہ قادریؒ (ولد حضرت سید عبدالواحد قادریؒ) کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

سنہ ۱۲۱۴ھ م سنہ ۱۸۰۰ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ ثانیؒ (ولد حضرت سید شکر اللہ قادریؒ) کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

سنہ ۱۲۱۹ھ م سنہ ۱۸۰۵ء حضرت اقدس سید صاحب حسینی قادریؒ کی ٹیکمال میں ولادت باسعادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۳۳ھ م سنہ ۱۸۱۸ء حضرت اقدسؒ بغرض تعلیم حیدرآباد تشریف لے گئے۔

سنہ ۱۲۳۸ھ م سنہ ۱۸۲۳ء حضرت اقدسؒ کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

سنہ ۱۲۳۹ھ م سنہ ۱۸۲۴ء حضرت اقدسؒ ٹیکمال واپس تشریف لائے۔

سنہ ۱۲۴۱ھ م سنہ ۱۸۲۶ء حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ سے بیعت کر کے حضرت اقدسؒ نے سلوک، ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ کا آغاز فرمایا۔ (بتاریخ ۱۴ محرم سنہ ۱۲۴۱ھ)

۲۷ رمضان سنہ ۱۲۴۱ھ م سنہ ۱۸۲۶ء حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ نے حسب الحکم غوث اعظمؓ محبوب سبحانیؒ خرقہ خلافت قادریہ اور حسب ہدایت حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ خرقہ خلافت چشتیہ حضرت اقدسؒ کو مرحمت فرمایا۔

سنہ ۱۲۴۱ھ م سنہ ۱۸۲۶ء بعد عطائے خلافت حضرت اقدسؒ اپنے وطن ٹیکمال کو واپس تشریف لائے۔

سنہ ۱۲۴۲ھ م سنہ ۱۸۲۷ء حضرت اقدسؒ نے ٹیکمال میں مسجد، خانقاہ اور مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔

سنہ ۱۲۴۲ھ م سنہ ۱۸۲۷ء حضرت اقدسؒ نے اپنی مشہور فارسی تصنیف "فرہنگ حسینی" کی ترتیب کا کام شروع فرمایا۔

سنہ ۱۲۴۳ھ م سنہ ۱۸۲۹ء حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ پہلی مرتبہ ٹیکمال تشریف لائے اور پندرہ یوم قیام کے بعد بلدہ واپس ہوئے۔

سنہ ۱۲۴۵ھ م سنہ ۱۸۳۰ء پیر و مرشدؒ دوبارہ ٹیکمال تشریف لائے اور چار یوم ٹیکمال میں، تین دن میدک میں پھر بوقت واپسی دس دن ٹیکمال میں قیام فرمائے اور اسی اثناء میں حضرت اقدسؒ کو مسند سجادگی عطا فرمائی۔

سنہ ۱۲۴۵ھ م سنہ ۱۸۳۰ء تصنیف "فرہنگ حسینی" حضرت اقدسؒ کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی۔

سنہ ۱۲۴۸ھ م سنہ ۱۸۳۳ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ فرزند حضرت اقدسؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

سنہ ۱۲۴۸ھ م سنہ ۱۸۳۳ء مرشد کامل حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ بتقریب عقیقہ سید احمد پادشاہ قادریؒ ٹیکمال تشریف لاکر پندرہ یوم قیام فرمائے اور اسی دوران پیر و مرشدؒ نے اپنے مدفن کے لیے ٹیکمال میں جگہ کا انتخاب فرمایا۔

۲؍ شعبان ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۴ء حسب پیش گوئی پیر و مرشد کا وصال ٹیکمال میں ہوا۔

۱۲۵۹ھ م ۱۸۴۴ء حضرت اقدسؒ نے اپنے فرزند اکبر کو تاج خلافت و سجادگی سے نوازا۔

۲؍ محرم ۱۲۶۹ھ م ۱۸۵۳ء سجادۂ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی ولادت ہوئی۔

۱۲۷۰ھ م ۱۸۵۴ء پیر و مرشد کے مزار پر آپ کے وصال سے اکیس ۲۱ سال بعد حضرت اقدسؒ نے گنبد تعمیر فرمائی۔

۱۲۸۵ھ م ۱۸۶۹ء حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے نبیرہ حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کو خلعت خلافت بخشی۔

۱۲۹۸ھ م ۱۸۸۱ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اپنے فرزند حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کو اپنا جانشین فرمایا۔

۲۶؍ محرم ۱۲۹۷ھ م ۱۸۸۰ء حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

۱۳۱۹ھ م ۱۹۰۱ء حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ نے اپنے والد حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے زیرِ سرپرستی "فرہنگ حسینی" کو طبع کروایا۔

۱۳۲۴ھ م ۱۹۰۶ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے مسجد درگاہ شریف ٹیکمال کی توسیع فرمائی۔

۴؍ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۷ء سجادہ دوم حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی وفات ہوئی۔

۱۳۲۸ھ م ۱۹۱۰ء حضرت اقدسؒ کے فرزند دوم حضرت سید معروف قادریؒ کا وصال ہوا۔

۳؍ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ م ۱۹۱۴ء حضرت اقدسؒ کے فرزند سوم حضرت سید یٰسین پادشاہ قادری کا وصال ہوا۔

۱۳۳۷ھ م ۱۹۱۹ء سجادہ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کا حیدر آباد میں وصال ہوا اور سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۳۳۸ھ م سنہ ۱۹۲۰ء سجادہ چہارم حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ کا وصال ہوا اور سید احمد عبد القادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ہوئے۔

۹ رجب سنہ ۱۳۸۰ھ م سنہ ۱۹۶۱ء سجادہ ششم سید احمد نور اللہ قادری ثانی تولد ہوئے۔

۱۶ شعبان سنہ ۱۳۹۰ھ م سنہ ۱۹۷۰ء سجادہ پنجم حضرت سید عبد القادر حسینیؒ کا انتقال ہوگیا۔

۱۶ رمضان سنہ ۱۳۹۰ھ م سنہ ۱۹۷۰ء سجادہ ششم سید احمد نور اللہ صاحب قادریؒ ثانی کی رسم جانشینی انجام پائی۔

سنہ ۱۳۹۷ھ م سنہ ۱۹۷۷ء ٹیکمال درگاہ سوسائٹی کا قیام اور حیات نو اسکیم کے تعمیری کاموں کا آغاز ہوا۔

سنہ ۱۳۹۸ھ م سنہ ۱۹۷۸ء مسجد سالاج پلی تعمیر ہوئی اور اس کے ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی ایک شاخ بھی کھولی گئی۔

سنہ ۱۴۰۱ھ م سنہ ۱۹۸۱ء مسجد ٹپلور کی تعمیر ہوئی اور اس کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ قائم ہوئی ہے۔

سنہ ۱۴۰۲ھ م سنہ ۱۹۸۲ء مسجد چلور میں بھی ایک مسجد اور مدرسہ کا افتتاح ہوا۔

سنہ ۱۴۰۵ھ م سنہ ۱۹۸۵ء حسینی مسجد ملک پیٹھ کی تعمیر میں درگاہ سوسائٹی نے مالی اعانت دی۔

سنہ ۱۴۰۵ھ م سنہ ۱۹۸۵ء مسجد درگاہ شریف ٹیکمال کی تجدید و توسیع ہوئی جس سے اس کا نقشہ ہی بدل گیا!

"خبر حدیثوں میں جس کی آئی وہی زمانہ اب آگیا ہے"

رسول اللہؐ نے فرمایا میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کے بادشاہ و حاکم ظالم اور لالچی، علماء و درویش ریاکار، تاجر سود خوار ہوں گے اور عورتیں بناؤ سنگھار میں مصروف رہنے والی ہوں گی!

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

بارہواں باب

عظمتِ اولیاء کرام

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا رکھا ہے اہل دل کے سینوں میں

آج کل دین میں جو بڑے بڑے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ اولیاء اللہ کو بالکل عاجز و ناکارہ اور بے اختیار بتایا جا رہا ہے اور ان کے روحانی تصرفات اور زندہ کرامات کا صریح انکار کیا جا رہا ہے حالاں کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ بہت بڑی شان اور عظمت کے مالک ہیں۔

اولیاء کس کو کہتے ہیں؟

اولیاء جمع ہے "ولی" کی اور ولی کے لغوی معنیٰ ہیں، قریب، دوست کارساز اور مددگار۔ کیوں کہ ولی مشتق ہے "ولاء" سے جو قرب اور نصرت کے معنی میں ہے لہٰذا اولیاء اللہ سے مراد اللہ کے دوست اور وہ مقبول بندے جنھیں قرب الٰہی نصیب ہو جو اللہ کے دین کے مددگار ہوں اور جن کے ہر کام کو اللہ کی نصرت و حمایت حاصل رہے۔

دنیا کو اولیاء اللہ کی حاجت ہے

جس طرح دنیا کو بارش اور آفتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے اسی طرح علماء و اولیاء کی بھی دنیا کو سخت حاجت ہے جن کو مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں حضور نے بارشِ نبوت کے تالاب فرمایا ہے انبیائے کرام کی تشریف آوری کا مقصد خلق کی ظاہری و باطنی اصلاح ہے۔ سلسلۂ نبوت ختم ہو جانے کے بعد یہ مشن اور یہ کام دو گروہوں کو سپرد ہوا۔ ظاہری اصلاح کے لیے علمائے دین کو ذمہ دار بنایا گیا تو باطنی صفائی اولیاء اللہ کے سپرد کی گئی۔ چوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لیے ضروری ہے کہ نبوت کے سارے کام انجام پاتے رہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ دونوں گروہ دنیا میں موجود رہیں۔

ایمان عالم دین سے ملتا ہے مگر ایمان کی حفاظت اولیاء کرام کے کرم سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہمارے ایمان و اعمال کے لیے گویا ایک پرندہ کے دو بازو یا ایک گاڑی کے دو پہیئے جیسے ہیں جن کے وسیلے کے بغیر بارگاہ رب العالمین میں ہم

پہنچ نہیں سکتے۔

اولیاء اللہ بے خوف بھی ہیں اور بے غم بھی | سورۂ یونس کی مشہور آیت ۶۲ ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ انھیں کوئی غم ہو گا۔

زمانہ مستقبل میں ہونے والی کوئی ایسی بات جس سے انسان کے قلب پر دہشت اور گھبراہٹ طاری ہو تو اس کو عربی میں خوف اور اردو میں ڈر کہتے ہیں۔ اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کے نقصان سے انسان کے دل پر کوفت اور رنج کی کیفیت کو عربی میں حزن اور اردو میں غم کہتے ہیں لہٰذا اس آیت شریفہ سے یہ واضح ہے کہ ان اولیاء اللہ کو نہ آئندہ زمانے کی کسی بات کا ڈر ہے اور نہ گذشتہ زمانے کا کوئی غم ہے کیوں کہ جب اولیاء اللہ کو خدا مل گیا تو وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرتی ہے اس طرح وہ بے خوف بھی ہو گئے اور بے غم بھی۔

اولیاء اللہ کی دنیا و آخرت میں شان و رفعت | سورۂ یونس کی مذکورہ بالا آیت کے آگے باری تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی مزید عظمت و رفعت یوں بیان فرمائی ہے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں دنیوی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی آیتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات بینات کے مطابق ایمان و تقویٰ کا تاج ان اولیاء کرام کے سروں پر ہے اور دنیا و آخرت کے بارے میں خوشخبریوں کا مژدۂ جانفزا خدا کی طرف سے ان کو اس طرح دیا گیا ہے کہ دنیا میں انھیں صاحب کرامت بنایا گیا ہے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے

رضوان و غفران کی نعمت کے ساتھ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور یہ سب نعمتیں ایسی دائمی اور جاودانی ہیں کہ بقول اللہ کے اس میں ذری بھی تبدیلی ہو گی نہ کوئی فرق آئے گا۔ اور یہی اولیاء اللہ کی دونوں جہان میں کامیابی اور فائز المرامی کا اعلان اور ان کی عظمت و محبوبیت کا نشان ہے۔

اولیاء کو دیکھو تو خدا یاد آتا ہے اولیاء کرام کے صاف ستھرے اور آئینہ کی طرح مصفّٰی قلوب درحقیقت انوارِ حقانی کے مرکز اور تجلیاتِ ربانی کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں جلوہ گر نورِ حق کی بدولت ان کے پاک چہرے بھی اس قدر نورانی اور بابرکت ہوتے ہیں کہ اہل نظر کا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان کے روئے منور کو دیکھتے ہی رہیں اور یہی بات ہے جو مشکوۃ کی ایک حدیث شریف میں حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہے اِذَا رُؤُا ذُکِرَ اللّٰہ ۔ یعنی جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجاتا ہے۔ گویا اللہ کے مقبول بندوں کی ملاقات اور زیارت کرنے سے اللہ کی یاد آجاتی ہے اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہی ہم نشینی با خدا ٭ او نشیند در حضورِ اولیاء

(یعنی جو بھی خدا کی ہم نشینی اختیار کرنا چاہتا ہو تو اسے اولیاء کرام کی بارگاہ میں بیٹھنا چاہئیے)

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ٭ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیوں کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں تھوڑا سا وقت گزارنا بھی درحقیقت ایک سو سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جس میں ریاء و نمائش نہ ہو۔

بعض اولیاء اللہ پر انبیاء و شہداء کو رشک ہوگا ابو داؤد کی ایک حدیث میں حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو انبیاء اور شہداء تو نہیں ہیں لیکن انبیاء اور شہداء ان کے مقام و مرتبہ پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

وہ کون ہوں گے؟ تو حضورؐ نے فرمایا یہ تو وہی لوگ ہوں گے جو قرابت داری یا دنیوی تعلقات کے بغیر اللہ کی رحمت سے لوگوں میں محبوب ہو گئے ہوں گے۔ پس خدا کی قسم ان کے چہرے منور ہوں گے اور انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا اس کے بعد حضورؐ نے سورۂ یونس کی یہی آیت اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ تلاوت فرمائی۔

اولیاء کرام قدرتِ الٰہی کے مظہر ہیں

بخاری شریف میں ہے "میں جب اپنے بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور بہ ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو ضرور بضرور میں اس کو پناہ دیتا ہوں"۔

خداوند قدوس تو ہر قسم کے اعضاء، ہاتھ پاؤں اور شکل و صورت سے بالکل پاک و منزہ ہے لہٰذا اس حدیث شریف کا یہی مطلب ہوا کہ اولیاء اللہ گویا اللہ کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں اور قدرت و طاقت الٰہی کے ان جلوؤں کی بدولت ان کے کان آنکھ ہاتھ اور پاؤں سے ایسے کام سرزد ہونے لگتے ہیں کہ ان کی قدرت کو دیکھ کر خدا کی قدرت و طاقت یاد آجاتی ہے۔ بندہ جب محبوبیت کی اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ناصر، معین اور مددگار بن جاتا ہے اور وہ بندہ اللہ کا ولی کہلاتا ہے۔

اولیاء اللہ کے تصرفات و اختیارات

آگ میں جب یہ قدرت ہے کہ وہ چند منٹوں میں لوہے کو اپنا رنگ اور اپنی گرمی کی کیفیت عطا کر سکتی ہے یا پھر پھولوں میں جب یہ طاقت ہے کہ چند دن ان پھولوں میں بسائی ہوئی تل کے تیل میں تک اپنی خوشبو اور مہک پیدا کر دیتے ہیں تو کیا ان سب کے خالق

قادر مطلق ہیں معاذ اللہ اتنی قدرت و طاقت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو اپنی قدرت و طاقت کا جلوہ بخش دے اور اپنے جلال کی تجلیات ان میں پیدا فرما دے۔

لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو اولیاء اللہ کے تصرفات اور کرامات کا قائل نہیں جو اللہ کے محبوب بندوں کی خداداد قدرت کو تسلیم نہ کرے تو دراصل وہ اللہ کی قدرت و طاقت کا ہی منکر ہے۔

قادر مطلق نے اپنی عنایت اور سرفرازی سے اپنے اولیاء کو وہ قدرت بخشی ہے کہ ان کی حکومت مٹی پر ہے۔ ان کا تصرف پانی پر ہے ان کا اختیار ہوا پر بھی ہے اور ان کی حکمرانی آگ پر بھی ہے۔ اور جب یہ چاروں عناصر "آب و نار و باد و خاک" یعنی پانی، آگ، ہوا اور مٹی ان اولیاء عظام کے زیر تصرف و اختیار کر دیئے گئے ہوں تو پھر ان عناصر اربعہ سے ترتیب شدہ ساری کائنات چاہے جمادات ہو کہ نباتات، حشرات ہو کہ حیوانات ہر ایک پر ان کی سلطنت و حکمرانی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ ✽ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

یعنی اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ فضا میں چھوڑے ہوئے تیر کو پھر واپس لوٹا سکتے ہیں۔ (مثنوی مولانا رومؒ)

قرآن میں حضرت سلیمانؑ کے ایک ولی کا تصرف

قرآن ہی کے سورۂ نمل میں حضرت سلیمانؑ کے ایک ہم نشیں اور آپ کی اُمت کے ایک ولی کا اختیار و تصرف تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت آصف برخیا نامی ولی نے بلقیس کے وزنی تخت کو جو (۸۰) گز لمبا (۴۰) گز چوڑا اور (۳۰) گز اونچا تھا اور جو کئی دیواروں کے اندر محفوظ دور اتنے فاصلے پر تھا کہ اس تک پہنچنے کے لیے دو ماہ کی مسافت درکار تھی آنکھ جھپکنے سے قبل حضرت سلیمانؑ کے سامنے لاکر رکھ دیا جس پر خوش ہو کر حضرت سلیمانؑ نے بطور شکر خداوندی عرض کیا "هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ"

یعنی یہ میرے پروردگار کا فضل ہے جس نے میری امت میں ایسے با اختیار ولی و عالم پیدا فرمائے۔

جب حضرت سلیمانؑ کے ایک امتی ولی کا یہ تصرف و اختیار ہے تو حضرت سلیمانؑ کی امت سے درجہ و شان میں اعلیٰ و افضل اُمتِ محمدیؐ کے اولیاء اللہ کتنی عظیم شان اور کتنے بڑے اختیار و تصرف کے مالک نہ ہوں گے۔

اولیاء کا مٹی پر تصرّف

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ ایسا شدید زلزلہ آیا کہ زمین زور سے حرکت کرنے لگی۔ امیر المومنین نے پہلے خدا کی حمد و ثنا فرمائی پھر بھی زلزلہ کم نہ ہوا تو آپ کو جلال آگیا اور آپ نے اپنا دُرّہ زمین پر مار کر فرمایا

"اے زمین ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے۔"

یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہوگیا اور زمین ساکن ہوگئی۔

اولیاء کا آگ پر تصرف

مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانیؒ کی مشہور کرامت ہے کہ جب اسود بن قیس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابو مسلمؒ کو اپنے نبوت کے دعویٰ کو تسلیم کرانے کی جملہ کوششوں میں ناکام ہوکر تھک گیا تو اس ظالم نے نہایت زبردست آگ سلگائی اور جب شعلے کافی بلند ہوگئے تو اس میں حضرت ابو مسلمؒ کو پھینک دیا۔ اللہ کے اس بے خوف ولی کا یہ عالم تھا کہ آگ کے شعلوں میں کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے ٹہلتے رہے یہاں تک کہ آگ بجھ کر راکھ کا ڈھیر ہوگئی مگر آپ کے جسم کو تو کیا بدن پر کے کپڑوں پر تک آگ کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو مسلمؒ سے ملاقات فرمائی تو فرطِ مسرت سے کہنے لگے الحمد للہ خداوند کریم نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کے ایک ایسے شخص کا دیدار کیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا مگر زندہ

سلامت رہا۔

اولیاء کا پانی پر تصرف

حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ اپنا مصلّٰی (جا نماز) دریا کے پانی پر بچھا دیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس موقعہ پر آپ نے اپنی ہم عصر ایک اللہ والی خاتون بی بی رابعہ بصریہؒ کو بھی دعوت دی کہ آؤ اس طرح پانی پر اپنا تصرف ہو تو دکھاؤ۔

اولیاء کا ہوا پر تصرف

بی بی رابعہ بصریہؒ بھی بڑی عابدہ اور ولیہ تھیں اپنی جانماز کو ہوا میں پھینکدیا اور فضا میں معلق نماز پڑھنے لگیں اور پھر حسن بصریؒ کو للکارا کہ "اے حسن آؤ اس طرح تصرف ہوا میں دکھاؤ۔ پانی پر تو پھر بھی چند لوگ ہماری نماز و عبادت کو دیکھ لیں گے لیکن یہاں ہوا میں عبادت ایسی بے ریا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہی کے سوا کسی اور کی نظر ہم پر نہ پڑ سکے گی"۔

عناصر اربعہ پر اولیاء اللہ کے تصرفات کی یہ چند مثالیں بطور نمونہ یہاں بیان کی گئی ہیں ورنہ سینکڑوں ایسی کرامات اور محیر العقل واقعات ہیں جو پیش کی جا سکتے ہیں۔

کراماتِ اولیاء حق ہیں

اولیاء اللہ جب تک اس دنیا میں تشریف رکھتے ہیں تو ان کے رشد و ہدایت کا فیض بلا امتیاز ساری انسانیت کے لیے عام ہوتا ہے۔ خدائے برتر کی عبادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کے لیے یہ برگزیدہ حضرات اپنے خداداد اختیارات کا پورا پورا استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے خرق عادات اور کرامات کے ذریعہ مظلوموں کی دستگیری، دکھ بھروں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ روئے زمین پر خدا کے فضل و احسان اور اس کے عون و مدد کے مظہر ہوتے ہیں۔

خدا کی جانب سے ان کو عطا کردہ تصرفات و کرامات حق اور سچ ہیں۔ چنانچہ مُردہ کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے کر بینا اور صحت یاب کر دینا، اور مشرق

سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا وغیرہ تمام خوارق عادات اولیأ اللہ سے ممکن ہیں۔ لیکن ہر ولی کے لیے کرامت کا ہونا بھی کوئی لازمی نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامات کا منکر نہایت گمراہ اور بڑا بداعتقاد ہے۔

معجزہ، ارہاص، کرامت، استدراج مخلوق کو گمراہی سے بچانے اور مصیبت میں دستگیری کرنے کے لیے جو بھی واقعہ خلاف عقل و فطرت اور خرق عادت انبیاء کرام سے نبی ہونے کے بعد صادر ہو وہ "معجزہ" کہلاتا ہے اور کوئی عجیب بات نبی بننے سے قبل ظاہر ہو تو اس کو "ارہاص" کہتے ہیں اب حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا ہی نہیں ہے لہٰذا اب مزید کسی نئے معجزہ کے ظہور کا سوال ہی نہیں ہے۔

البتہ آپ کی امت میں قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے ان اولیاء اللہ سے جو خرق عادات اور خلاف عقل و فطرت واقعات صادر ہوں اس کو "کرامت" کہتے ہیں۔

دنیا میں اصل اور نقل ہر جگہ اور ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ صرف اہل نظر حضرات ہی اصل اور نقل یا حق و باطل میں تمیز و امتیاز کر سکتے ہیں۔ نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت بلاشبہ حق اور قادر مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت کا نتیجہ ہے جس کے پیچھے ہمیشہ نصرت و حمایت الٰہی کارفرما رہتی ہے۔

لیکن بعض کفار و مشرکین بھی چند محیر العقول شعبدے اور حبس دم کے ذریعہ تماشے کرکے یا سنیاسی جوگی کئی کرتب کرکے دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں دجال تو مُردوں کو جلائے گا، بارش برسا کر غضب ہی کرے گا، ان عجائبات کو "استدراج" کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید و حمایت ہرگز حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک عام انسان کو حاصل مادی طاقت کی ریاضت و مشق کے ذریعہ کمال اور نظر بندی و مسمیریزم کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدا کے مقبول و محبوب انبیاء و اولیاء کے معجزات اور کرامات سے استدراج کو کوئی مماثلت ہرگز نہیں۔

نگاہ ولایت کی وسعت پروردگارِ عالم کی عطا کردہ طاقت سے اولیاء کرام سب کچھ دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ ولایت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں اللہ کے برگزیدہ بندے چوں کہ نبی کریمؐ کی کامل اتباع و پیروی کے ذریعہ اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو فاسد اعتقادات اور مذموم اخلاق سے صاف رکھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے قلب و ذہن کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رہتے ہیں اس لیے ان کی روحانی قوت اور علم و معرفت بھی قوی ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایسے صالحین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔

صاحبِ "مرقات" تو فرماتے ہیں کہ بدنی کثافتوں سے نجات پانے کے بعد صالحین ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی جماعت) سے اپنا رشتہ قائم کر لیتے ہیں اور انھیں کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رہتا اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

امام زرقانیؒ لکھتے ہیں "غیب کی باتوں سے صالحین کی واقفیت کا سبب یہ ہے کہ مومن نور خداوندی سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے فرمایا کہ صالحین کی نظروں میں زمین سفرہ (یعنی دسترخوان) کی طرح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی شکل ہے اور کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

حضرت غوث پاکؓ فرماتے ہیں ؎

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً　　کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں پر نگاہ ڈالی تو ایسے نظر آئے جیسے کہ ہتھیلی میں رائی کا دانہ۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

لوح محفوظ است پیش اولیائ ❊ ہر چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی اولیاء ما کان و ما یکون اور تمام لوحِ محفوظ پر اللہ کی طرف سے مطلع ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے درجات

حضور نبی کریمؐ کی امت کے ولی دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک تو تشریعی ولی جو سنت رسولؐ کی کامل پیروی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اور دوسرے تکوینی ولی جن کو عالم تمام کے سیاہ و سفید کے اختیارات عطا کئے جاتے ہیں وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

تکوینی اولیاء کے درجے بے انتہا ہیں جن میں بعض کے لیے ان کا ایمان و پرہیزگاری ذریعہ ولایت ثابت ہوتا ہے تو بعض کے لیے خدا کا عطا کردہ عرفان، قرب خاص اور فنا وغیرہ۔ لیکن ولایت ایک ایسا قرب خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم اور عطا پر موقوف ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ولایت فطری، جو پیدائش سے حاصل ہو یعنی مادر زاد ولی جیسے حضور غوث پاکؓ جنہوں نے رمضان میں والدہ کا دودھ نہ پیا اور آپ کا دودھ پینا نہ پینا چاند ہونے نہ ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ (۲) ولایت وھبی یہ جو کسی اللہ والے کی نظر کرم سے حاصل ہو جیسا کہ حضور غوث پاکؓ کی ایک نگاہ عنایت سے چور ولی کامل بن گیا۔ (۳) ولایت کسبی یہ فضل رب کے بغیر اعمال شاقہ یا محنت و مشق سے ولایت کا درجہ آدمی خود حاصل نہیں کر سکتا البتہ اعمال حسنہ اور عبادات اِس عطیۂ الٰہی کے لیے ذریعہ ثابت ہو تو اس کو ولایت کسبی کہتے ہیں۔

باطنی نظامِ الٰہی

(۱) شیخ محمد عبد الباقیؒ نے اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے حضور اکرمؐ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو (۳۰۰) ایسے اولیاء ہیں کہ ان کے دل حضرت آدمؑ کے دل پر ہیں۔ چالیسؓ ایسے اولیاء کہ ان کے دل حضرت موسیٰؑ کے دل پر ہیں۔ سات (۷)،

اولیاء کے دل حضرت ابراہیمؑ کے دل پر، پانچ (۵) اولیاء کے دل حضرت جبرئیلؑ کے دل پر، تین ۳ اولیاء کے دل حضرت میکائیلؑ کے دل پر اور ایک ولی کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل پر ہے۔ جب ان میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور ان تین میں سے کوئی فوت ہو تو پانچ میں سے کوئی، اور اگر ان پانچ میں سے کوئی فوت ہو تو سات میں سے کوئی اور اگر ان سات میں سے کوئی فوت ہو تو چالیس میں سے کوئی اور ان چالیس میں سے کوئی فوت ہو تو تین سو میں سے کوئی قائم مقام بنایا جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو عام بندوں میں جو سب سے زیادہ مستحق ہوتا ہے اس کو قائم مقام بنایا جاتا ہے انھیں کے وسیلے سے حیات، موت، بارش کا برسنا، نباتات کا اگنا، اور بلاؤں کا دفع ہونا وغیرہ سب کچھ واقعات ہوا کرتے ہیں اس حدیث کی رو سے گویا جملہ ۳۵٦ اولیاء پر مشتمل یہ ایک قدرتی باطنی نظام ہے جس کے ذریعہ قادر مطلق اپنے کارخانۂ قدرت کے چلانے پر اپنی جانب سے ان برگزیدہ اولیائ کو مقرر اور مامور فرما کر انھیں اختیارات و تصرفات تفویض فرماتا ہے۔ ان اولیائے تکوینی کے سوا باقی دیگر اولیائ شمار سے باہر ہیں۔

(۲) روض الریاحین میں حضرت خضرؑ سے روایت ہے کہ تین سو (۳۰۰) ایسے خاص اولیاء اللہ ہیں کہ جن میں سے ستر (۷۰) نجباء، چالیس ابدال، دس نقباء، سات عرفاء، تین ۳ مختار اور ایک غوث ہوتا ہے (۳) ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس ہیں اور امناء سات، خلفاء تین ۳ اور قطب عالم ایک ہے جس کو تینوں خلفاء کے سوا کوئی نہیں پہچانتا (۴) حضرت شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا کہ قطب سے مرکز عالم قائم ہے اس کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک داہنا وزیر جو جمالی اور اہل بقا سے ہے عالم ارواح کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرا بایاں وزیر جلالی اور اہل فنا سے ہے جو عالم اجسام کی حفاظت کرتا ہے ان کے تحت چار اوتاد ہیں جو مشرق مغرب شمال اور جنوب کے محافظ ہیں اور سات (۷) ابدال ایسے ہیں جو سبع اقلیم یعنی سات ولایتوں کے محافظ ہیں۔ (۵) فتح المبین میں ہے کہ اول قطب حضرت امام حسنؓ، درمیان کے قطب حضرت غوث اعظمؓ اور آخر کے قطب حضرت امام مہدیؓ ہیں۔ (٦) حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیرؓ کا ارشاد

ہے کہ میرے پاس ولایت، قطبیت، غوثیت، ابدالیت، اوتادیت، نقبائیت، نجبائیت علیحدہ علیحدہ ایسی ہی رکھی ہوئی ہے جس طرح تمہارے گھروں میں کپڑوں کے جوڑے کھونٹیوں پر ٹنگے رہتے ہیں۔ جس وقت جو چاہتا ہوں وہ جوڑا پہن لیتا ہوں کبھی ولی ہو جاتا ہوں کبھی قطب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہوں کبھی ابدال کی شان دکھاتا ہوں کبھی اوتاد کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہوں اور کبھی نقیب کی تجلّی میں رونما ہوتا ہوں کبھی نجبائیت کی جھلک بتاتا ہوں میں تمہاری عقلوں سے دور ہوں مجھ کو تم کسی پر قیاس نہ کرو اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

مجذوب اولیاء

مجذوب اسم مفعول ہے۔ جو "جذب" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "کھینچنا" جب کسی کو مجذوب کہا جاتا ہے تو لازماً کسی قوی و غالب ہستی کو پہلے جاذب مان لیا جاتا ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اور قوت جذب کا مالک قادر مطلق کی ذات پاک ہے جو بلاشبہ جاذب حقیقی ہے۔ حق تعالیٰ جل جلالہ جس بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی کو اصطلاح میں "مجذوب" کہتے ہیں۔ مجذوب دراصل اللہ تعالیٰ کے ہی وہ مقبول اور خاص بندے ہوتے ہیں جو نشۂ عشق حقیقی میں عقل و دانش کھو بیٹھتے ہیں اور ہر وقت حسن الٰہی کے جلوؤں میں اتنے گم رہتے ہیں کہ انھیں اپنے سر پیر کا کچھ ہوش ہی نہیں ہوتا اپنی سُدھ بُدھ کھو بیٹھتے ہیں، ان کی ظاہری حالت دگرگوں ہوتی ہے کپڑے پھٹے پُرانے ہوتے ہیں سر کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔ چشم ظاہر بیں انھیں فاترالعقل اور مجنون سمجھتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مردانِ کامل ہوتے ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے بال بکھرے ہوتے ہیں وہ دروازوں سے دھکے جاتے ہیں مگر ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر قسم کر دیں تو اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح ان کی زبان سے نکل جاتا ہے۔ محدثین کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں ایک تو

یہ کہ وہ کہدیں کہ "خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہو جائے گا" یا یوں کہیں "یا اللہ تجھے تیری ذات کی قسم یہ کام اس طرح کر دے" تو دونوں صورتوں میں وہ کام ان کے کہنے کے موافق ہو جائیگا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ان مجذوب حضرات کے اقوال و افعال پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے کیوں کہ وہ دائرہ عقل سے بالا ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم قندوزیؒ نامی مجذوب بزرگ تھے جنھوں نے کھل کا ایک ٹکڑا چبا کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو کھلایا جس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب کی کایا پلٹ گئی تمام حجابات اُٹھ گئے دنیا کی محبت جاتی رہی دل انوار الٰہی کا مرکز بن گیا۔ اسی لیے میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس گرد آلود حالت میں کوئی نظر آجائے تو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے نہ جانے اس لباس میں کون خاصان خدا میں سے ہے جس کے مرتبہ سے ہم واقف نہ ہوں۔ اسی لیے علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ✤ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے مت دیکھو۔ تو کیا جانے کہ اسی گرد میں ایک سوار بھی ہو۔

تمام اولیاء اللہ کا سرچشمۂ فیضان رحمت اللعالمینؐ ہیں

اولیاء اللہ یوں تو سب کے سب مقبول بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں مگر ان کے نام اور کام اور سلسلے مختلف اور جُدا گانہ ہیں جس طرح تمام دریا ایک ہی سمندر سے جاری ہوتے ہیں سب کا مبدا و منتہٰی سمندر ہی ہے مگر کسی ایک راستہ سے گزرنے والا دریا گنگا کہلایا تو دوسرے راستہ سے گزرنے والا دریا جمنا یا پھر پنجاب کے راستے دریا گزرا تو جہلم یا چناب نام ہو گیا۔ اسی طرح ولایت کے تمام دریا اور نہریں حضرت رحمت اللعالمینؐ کے سمندر رحمت سے جاری ہویں اور پھر حضور کی طرف ہی جا ملتی ہیں۔ مگر جو نہر حضور

غوث پاکؓ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی تو اسے قادری کہا گیا! جو خواجہ اجمیریؒ کے سینۂ پر انوار سے گزرا تو اسے چشتی پکارا گیا جو خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ یا خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کے سینۂ معرفت سے نہر جاری ہوئی تو اسے نقشبندی یا سہروردی سلسلہ کا نام دیا گیا۔ مبدا اور منتہیٰ سب کا ایک ہی ہے مگر راستوں کے فرق ہیں یعنی راستے الگ الگ ہیں مگر منزلِ مقصود سب کی ایک ہی ہے۔

اولیاء سے بے ادبی کی سزا

اولیاء اللہ کی بے خوفی اور ان کو حاصل خداداد طاقت و اختیارات سے متعلق قرآن و حدیث کے اس قدر روشن دلائل اور واضح اعلان کے باوجود اولیاء کرام کی کرامات اور ان کے تصرفات کا کوئی منکر ہو اور ان محبوبان خدا کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت و شان کا قائل اور معترف نہ ہو تو یہ اس کی عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے جیسا کہ حضرت سعدی شیرازیؒ نغمہ طرازی فرماتے ہیں ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ❀ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

یعنی دن کے وقت اگر چمگادڑ کی آنکھ سورج کی روشنی کو نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے کیوں کہ آفتاب تو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عالم تمام میں ضیاء پاشی کرتا ہے البتہ یہ چمگادڑ کی آنکھ کا فتور ہے کہ وہ سورج کی روشنی کا جلوہ دیکھنے سے محروم ہے۔ قرآنی آیات کے مطابق اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنا اور ان کی عظمت و محبت اپنے دل میں رکھنا دراصل ایمان کی سچی علامت ہے اور ان اللہ والوں سے بغض و عناد رکھنا سراسر گمراہی و نقصان اور عتابِ الٰہی کا سامان ہے۔

حدیث قدسی میں ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (مشکوۃ)
یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔

گویا کسی ولی اللہ کی شان میں کوئی گستاخی یا ان سے کوئی دشمنی دراصل اللہ سے دشمنی کے

مترادف ہے۔ دوسرے معنی میں اولیاء کرام کی طرف دست گستاخی بڑھانا یا ان کی بے ادبی میں لب کشائی کی جرأت کرنا خدا تعالیٰ کے غضب عتاب کو دعوت دینا ہے اور بھلا کس کی شامت آئی ہے کہ اللہ سے جنگ کرنے کی ہمت کرے۔

ایک بار محفل میں ایک بے ادب شخص نے حضرت غوث اعظمؓ کی جانب گستاخانہ انداز میں اپنا پاؤں دراز کر دیا اور دل میں کہنے لگا، وہ بھی میری طرح ہی ایک انسان تو ہیں مگر اس بے ادبی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب اس شخص نے اپنا پاؤں قریب کھینچنا چاہا تو اس کا پاؤں ہرگز قریب نہ آسکا بلکہ مرتے دم تک اس کا پاؤں اُسی طرح اکڑا ہوا دراز ہی رہا اور وہ عیب دور نہ ہو سکا۔

بعد وصال اہل اللہ کی زندگی کا قرآنی ثبوت

قرآنِ کریم میں تو صاف ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (سورہ بقر آیت ۱۵۴) (ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے)

جب قرآن ان اللہ والوں کو زندہ کہہ رہا ہے تو کون ہے جو انھیں مُردہ کہہ کر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس آیت کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ آیت تو شہداء کے بارے میں ہے جو تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں۔ اس کا جواب تفسیر روح البیان میں یوں دیا گیا ہے کہ اس آیت میں کہیں تلوار کا ذکر ہی نہیں ہے البتہ راہ خُدا میں قتل کئے جانے کا ذکر ہے تو خدا کی راہ میں یہ قتل لوہے کی تلوار سے بھی ہو سکتا ہے اور عشق الٰہی کی تلوار سے بھی قتل ہونا اس میں داخل ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ کوئی ڈوب کر مرے، جل کر مرے یا طاعون میں مرے، عورت زچگی کی حالت میں مرے، طالب علم مسافر وغیرہ راستہ میں مریں تو یہ سب شہید کی تعریف میں ہیں حالاں کہ یہ سب لوہے کی تلوار سے قتل ہی نہیں ہوئے۔

قبر میں برزخی زندگی

جس طرح دنیا میں زندہ انسانوں سے بعض کے گھر اچھے اور بعض کے گھر بُرے ہوتے ہیں اسی طرح ہر مُردہ کی قبر بھی ایک طرح کی نہیں ہوتی ایک ولی یا مومن نیکوکار کی قبر اچھی اور نورانی ہوتی ہے تو ایک کافر اور فاسق بدکار کی قبر بُری اور تاریک ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کو حضور اکرمؐ نے یوں فرمایا کہ "کسی کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کسی کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ اللہ اکبر تو جنت کا باغ اور جہنم کا گڑھا یہ دونوں کس طرح یکساں اور برابر ہو سکتے ہیں؟

حدیث شریف میں ہے مُردہ کو دفن کر کے جب لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں تو ہر قبر میں منکر و نکیر دو فرشتے آکر رب، دین اور نبی کے بارے میں تین سوال کرتے ہیں اور حضورؐ کی شبیہ مبارک دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مُردہ نیکوکار ہے تو ان تینوں کے جوابات اس طرح صحیح دے گا کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور یہ شکل مبارک اللہ کے رسول حضرت محمدؐ کی ہے۔ تو فوراً اللہ کی طرف سے فرشتہ اعلان کرتا ہے "میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا اے فرشتو تم اس کی قبر میں اس کے لیے جنتی بستر بچھا دو اس کو جنتی لباس پہناؤ اور اس کی قبر میں جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ اس کی قبر میں بہشت کی ہوا کے جھونکے اور جنتی خوشبو کی مہک آنے لگتی ہے اس کی قبر اتنی وسیع کر دی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک لمبی اور چوڑی ہو جاتی ہے۔

اگر مُردہ کافر منافق یا بدکار ہو تو فرشتوں کے ہر سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے ہائے ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ اللہ کی جانب سے فرشتہ اعلان کرتا ہے اے فرشتو! یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کی قبر میں جہنمی بچھونا بچھا دو اس کی قبر میں جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو چنانچہ جہنم کی گرمی اور لو آنے لگتی ہے اس کی قبر اس قدر تنگ و تاریک کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں دب کر دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں

طرف ہو جاتی ہیں۔

بعد وصال اولیاء کی زندگی کے واقعات

آئے دن سینکڑوں ایسے واقعات کا عینی شاہدہ کیا گیا ہے جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر غافلوں کو اس حقیقت سے خبردار کرتے ہیں کہ اللہ والے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جایا کرتے ہیں۔ اپنے وصال کے بعد بھی ان خاصانِ خدا کا مسکرانا، ہنسنا، قبر میں نماز اور کلام وغیرہ بے شمار ان کی ایسی کرامات ہیں جو ان کی نورانی برزخی زندگی کا بیّن ثبوت ہیں اور یہ بانگ دہل یہ اعلان کرتی ہیں ؎

کمالاتِ ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

ذیل میں نمونہ کے طور پر ہم ایسے ہی چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف میں ہے ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں مدینہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تھے جن کے حکم پر تعمیر کے دوران روضۂ نبویؐ میں ایک پاؤں نظر آیا لوگ حضور اکرمؐ کا پائے مبارک سمجھ کر گھبرائے لیکن حضرت عروہ بن زبیرؓ نے شناخت کر کے تصدیق کی کہ یہ حضرت عمرؓ کا پائے مبارک ہے جن کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی اور ۶۴ برس بعد ۸۷ھ میں حضرت عمرؓ کا جسم مبارک بالکل صحیح وسلامت رہا۔

۲۔ کتاب شرح الصدور میں نقل ہے کہ حضرت ربیع بن حراش اور ان کے بھائی حضرت ربعی دونوں مشہور محدث اور تابعی تھے۔ دونوں بھائیوں نے قسم کھائی تھی کہ خدا کی قسم ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں جس کے بعد سے یہ دونوں بھائی عمر بھر کبھی نہیں ہنسے۔ ان کے انتقال کے بعد ان دونوں کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ ان کو غسل دیتے رہے برابر یہ دونوں مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔

۳۔ شرح الصدور میں یہ بھی واقعہ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن معدان محدث

بڑے عبادت گزار تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ روزانہ تسبیح کے دانوں پر گن کر چالیس ہزار مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھا کرتے تھے۔ انکی وفات کے بعد جب انکو غسل کے تخت پر لٹایا گیا تو انکی وہ انگلی برابر حرکت کرتی رہی جس سے وہ تسبیح کے دانوں کو پھیرا کرتے تھے (۴) اسی کتاب میں لکھا ہے حضرت ثابت بن اسلم بُنانی ایسے عالم ربانی تھے کہ پچاس برس تک انکی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی تھی اور ہر روز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو قبر میں ضرور نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرما۔ آپکی یہ دعا مقبول ہوگئی چنانچہ مشہور محدث حضرت جُبیر قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ میں نے اور حُمید محدث نے جب ثابت بن اسلم کو قبر میں اتارا اور انکی لحد پر کچی اینٹیں جمانے لگے تو ناگہاں ایک اینٹ ٹوٹ کر گر پڑی اور قبر کھل گئی ہم دونوں نے دیکھا کہ ثابت بن اسلم قبر کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔

۵۔ مصنف دلائل الخیرات حضرت محمد بن سلیمان جزولیؒ نماز فجر کے سجدے میں زہر کے اثر سے بتاریخ ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ م ۱۴۶۶ء شہید ہوگئے اور شہر "سوس" کی مسجد میں آپ کی تدفین ہوئی۔ کوئی چھ لاکھ بارہ ہزار سے زیادہ آپ کے مریدین تھے تدفین کے ستر پر ساتھ (۷۷) برس بعد آپ کو قبر سے نکال کر مراکش میں دفن کے لیے لائے تو آپ کا کفن بالکل صحیح و سالم اور بدن زندوں کی طرح نرم اور تر و تازہ تھا۔ لوگوں نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھ کر دبایا تو زندوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سُرخی رخسار پر نمودار ہوگئی۔ قبر کھلتے ہی مشک و عنبر کی خوشبو مہک اٹھی۔ ایسے واقعات تو آج کل بھی عام مشاہدہ میں آتے ہیں کہ تعمیر یا کھدوائی کے دوران کسی اہل اللہ کی قدیم قبر نکل آئی تو صاحب قبر کا بدن تو بدن ان کے کفن کو تک زمین نے میلا اور گرد آلود نہ کیا ہو اور نعش معہ کفن پھول کی طرح تر و تازہ ہے

۶۔ سید العارفین حضرت اسد یافعیؒ نے اپنی کتاب "روض الریاحین" میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابو علی روزباریؒ کے پاس چند اللہ والے بطور مہمان ٹھہرے تو ان میں سے ایک صاحب طویل بیمار ہوگئے۔ حضرت ابو علیؒ نے قسم کھالی کہ ان کی عیادت میں ہی کروں گا۔ اور دن رات بیمار کی خدمت میں رہتے۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ چل بسے حضرت ابو علیؒ نے ہی غسل

بھی خود دیا کفن بھی خود پہنایا اور بعد نماز جنازہ قبر میں بھی خود ہی لٹایا۔ آخری بار جب ان کے چہرے سے کفن ہٹا کر دیکھا تو ان کی دونوں آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ابو علیؒ سے کہنے لگے "اے ابو علی قیامت کے روز میں تمہاری مدد کروں گا جس طرح تم نے یہاں میری مدد کی"۔

۷۔ ملفوظات میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیریؒ کے روضہ کے اندر آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اتفاقاً سورہ کہف اور سورہ مریم میں ایک لفظ تلاوت کرنا بھول گئے اسی وقت حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی لحد مبارک سے آواز آئی "تم ایک لفظ بھول گئے ہو، صحت کے ساتھ پڑھا کرو"۔

۸۔ پچھلے ابواب میں اس واقعہ کا ذکر آچکا ہے کہ ٹیکمال میں ۱۲۴۹ھ م ۱۸۳۴ء میں حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے وصال کے بعد غسل جنازہ کے وقت آپ کا بایاں پاؤں زانوں سے اونچا کھڑا ہوا پایا گیا۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے مرشد کے جنازے سے مخاطب ہو کر یوں التجا کی "اے میرے پیر اپنا پاؤں سیدھا فرمائیے" سینکڑوں حاضرین نے عینی مشاہدہ کیا کہ آپ کا پاؤں خود بخود دراز ہو کر سیدھے پاؤں کے برابر ہو گیا۔

۹۔ محرم ۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۱ء کا واقعہ ہے ہندوستان کے مقام بریلی کے مشہور بزرگ حضرت مصطفیٰ رضا خاں المعروف مفتی اعظمؒ کا جب وصال ہوا اور غسل دینے کے لیے تختہ پر لٹایا گیا تو حسب روایت ملبوسات اتار کر ایک چادر جسم پر ڈال دی گئی۔ اچانک ہوا چلی اور جسم پر پڑی ہوئی چادر ہوا کے جھونکے سے کھل گئی اور قریب تھا کہ ستر کھل کر برہنہ ہو جاتا لیکن مفتی اعظمؒ کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی اور ہاتھ بتدریج اٹھا جس کو وہاں موجود جملہ حاضرین نے بچشم خود دیکھا کہ اس کھسکنے اور ہٹ جانے والی چادر کو مفتی اعظمؒ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور پھر بتدریج ہاتھ نیچے آگیا اور جسم پر چادر تن گئی اور آپ نے غسل کے ختم تک اپنا ہاتھ نہ چھوڑا بلکہ ویسے ہی تھامے رہے کفن پہناتے وقت چادر ہاتھ سے چھوڑ دی۔

اِمداد

الغرض کاملین کی ارواح کو بارگاہ الٰہی میں اس قدر قرب و منزلت حاصل ہے کہ دنیوی زندگی کی طرح بلکہ اس سے بھی زائد کرامات و تصرفات بعد وصال ان کی ارواح کو منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں۔ لیکن متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔

جس طرح بزرگان دین کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ طالبان امداد کی حاجت روائی و مشکل کشائی فرماتا ہے اسی طرح وفات کے بعد ان بزرگوں کی امداد دعا کی وجہ سے اگر خدا تعالیٰ کسی کی امداد فرمائے تو کچھ بعید نہیں کیوں کہ اولیاء اللہ کی حیات و ممات ہر دو حالت میں ان کی دعا میں تاثیر ہے حقیقی قاضی الحاجات خدا تعالیٰ ہی ہے۔

اولیاء اللہ سے استمداد

استمداد کے معنی ہے مدد مانگنا۔ استمداد کا ہی مفہوم رکھنے والے متبادل الفاظ استعانت، استغاثہ اور توسل وغیرہ ہیں۔ آج کل یہ بد عقیدگی عام کر دی گئی ہے کہ اللہ کے سوا غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے غیر خدا سے استمداد کو شرک کہا جا رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ "استمداد سے مُراد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ داعی خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کو وسیلہ بناتا ہے یا پھر اس اللہ والے کو پکارتا ہے کہ "اے خدا کے خاص بندے اور ولی! میرے لیے شفاعت کیجئے کہ میری مُراد بر لائے اور میرا مطلوب عطا فرما دے۔ اگر لوگ اس کو شرک کہتے ہیں تو پھر زندگی میں بھی توسل اور طلب دعا کے روزمرہ کئی واقعات بھی شرک ہو جائیں گے"۔

شریعت میں اس عقیدہ کے ساتھ کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے اولیاء اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے کیوں کہ اولیاء کرام دراصل رب تعالیٰ ہی کی قدرت کے مظہر ہیں۔

کسی جاہل سے جاہل مسلمان کا بھی نعوذ باللہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کسی ولی کو خدا سمجھتا ہے ۔

خاصانِ خدا، خدا نباشد ؛ لیکن ز خدا جدا نباشد

یعنی خُدا کے خاص بندے خود خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا کی ذات سے وہ لوگ جُدا بھی

نہیں ہوتے ہیں۔

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں کئی قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اقوال فقہا و محدثین بلکہ خود منکرین و مخالفین کے اقوال تک موجود ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

استمداد کا قرآن سے ثبوت

قرآن پاک میں ایسی بے شمار آیات ہیں جس سے غیر اللہ سے مدد لینے کا واضح ثبوت ملتا ہے ایسی چند آیات کریمہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ وَادْعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۳)

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔

نوٹ: اس آیت میں کفار کو دعوت دی گئی کہ قرآن کی مثل ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لیے اپنے حمایتیوں کو بلالو یعنی غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

۲۔ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (سورۂ آل عمران آیت ۵۲)

کہا مسیحؑ نے کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

نوٹ: یہاں بھی حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے خطاب فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے یعنی حضرت مسیحؑ نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

۳۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورۂ مائدہ آیت ۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

نوٹ: یہاں بھی ایک دوسرے کی (یعنی غیر اللہ) کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورہ بقرآیت ۱۵۳) ترجمہ: مدد طلب کرو صبر اور نماز کیساتھ۔

نوٹ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز

وصبر دونوں غیر اللہ ہیں۔

۵۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکوٰۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ (سورۂ مائدہ آیت ۵۵) یعنی تمہارے مددگار اللہ اور رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے۔ اس کے رسول بھی مددگار ہیں اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار حقیقی ہے۔ اور دوسرے سب رب کی عطا سے مجازی مددگار ہیں۔

نوٹ: اس آیت میں بھی اللہ کے رسول اور دوسرے مسلمان غیر اللہ ہیں جن کی مددگاری کا ذکر ہے۔

استمداد کا احادیث سے ثبوت

۱۔ مشکوٰۃ شریف کے باب السجود و فضلہ میں حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمیؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہؓ سے فرمایا سَلْ یعنی کچھ مانگ لو۔ انھوں نے جواب دیا اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ۔ یعنی میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کچھ اور مانگنا ہے تو انھوں نے عرض کیا بس صرف اتنا ہی۔ تو سرکار نے فرمایا تم بھی اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہؓ نے حضور سے جنت مانگی تو نہ سرکار نے فرمایا کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر مجھ سے جنت کیوں مانگی اور نہ ہی حضرت ربیعہؓ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خدا کو چھوڑ کر غیر خدا سے کیوں مانگوں؟ بلکہ حضور نے فرمایا جنت تو منظور ہے اس کے سوا اور کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو یہ خود غیر خدا سے مانگنے کا ثبوت ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بھی خود فرماتے ہیں اَعِنِّیْ یعنی اے ربیعہ تم بھی اس کام میں نوافل سے میری مدد کرو۔ یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہوئی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

کہ سرکار نے مَسَلْ، مانگو! فرماتے ہوئے کسی خاص شئے سے مقید نہیں فرمایا بلکہ سارا معاملہ حضور کے دست کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں ظاہر رہے کہ دوسروں کو دونوں جہاں وہی بخشے گا جب کہ خود ان کا مالک ہوگا لہٰذا سرکار کو رب تعالیٰ نے دو جہاں کا مالک بنایا ہے ؎

خالقِ کُل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا ⁂ دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

مالک دین بھی ہیں مالکِ دُنیا بھی ہیں ⁂ دو جہاں ملتے ہیں ایک آپ کے مل جانے سے

گویا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فیصلہ فرما دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو۔ اولاد مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو وغیرہ وغیرہ۔ کسی صوفی مزاج شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

محمد از تو می خواہم خُدا را ⁂ خُدایا از تو عشق مصطفےٰ را

یعنی یارسول اللہ! میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں تجھ سے رسول اللہ کی محبت مانگتا ہوں۔

۲۔ حصن حصین میں ہے جب مدد لینا چاہو تو تین بار کہو یَا عِبَادِیَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْنِیْ یعنی یوں پکارے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو"۔ حضرت ملا علی قادریؒ اس کی شرح میں حرز الثمین میں فرماتے ہیں جنگل میں جب کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دے کہ اے اللہ کے بندو اسے روک دو۔ یہاں اللہ کے بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب۔ یعنی ابدال مُراد ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب غیر اللہ ہیں۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں روایت ہے کہ ملک شام میں چالیس (۴۰) ابدال رہتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے اور یہ چالیس کی تعداد پوری رہتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں ان کے طفیل

میں بارش ہوتی ہے ان کے طفیل دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور انھیں کے طفیل اہل شام سے عذاب ٹلتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان اللہ والوں کے طفیل بارش ہوتی ہے فتح و نصرت بھی ملتی ہے اور عذاب بھی ٹلتا ہے۔ اور یہ سب غیر خدا ہیں۔

استمداد کے بارے میں مفسرین کے اقوال

۱۔ تفسیر کبیر، روح البیان اور خازن میں آیت فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ (سورہ یوسف آیت ۴۲) ترجمہ: "یوسفؑ کئی برس جیل میں رہے" کے تحت لکھا ہے۔ اَلْاِسْتِعَانَةُ بِالنَّاسِ فِي دَفْعِ الضَّرَرِ وَالظُّلْمِ جَائِزَةٌ یعنی مصیبت اور ظلم دور کرنے کے لیے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔

۲۔ تفسیر کبیر میں آیت شریف وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے یہاں بھی غیر خدا سے امداد طلب کرنے کا حکم ہے۔

استمداد کے بارے میں فقہاء کے اقوال

۱۔ فقہ کی مشہور کتاب در مختار جلد سوم باب اللقطہ کے آخر میں گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے لیے ایک عمل منقول ہے کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز اس کو واپس دلا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوانؒ کو ثواب پہنچائے اور یوں دعا کرے۔

"اے میرے آقا! اے احمد ابن علوانؒ اگر آپ نے میری فلاں چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا۔" پس خدا تعالیٰ اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے

واپس دلا دے گا۔ یہاں بھی واضح ثبوت ہے کہ اس دعا میں غیر خدا حضرت سید احمد بن علوان رح
کو مدد کے لیے پکارا بھی اور ان سے گم شدہ چیز طلب بھی کی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں
کے فقیہ اعظم صاحب در مختار نے بتلائی۔

۲۔ شامی شریف کے مقدمہ میں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر
برکت حاصل کرنے جاتا ہوں۔ جب کبھی مجھے کوئی حاجت ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز
پڑھتا ہوں اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں
تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

مُردوں سے استمداد عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ زندوں سے تو مدد لینا جائز ہے
لیکن مرنے کے بعد مُردوں سے استمداد جائز نہیں ہے۔ پچھلے
صفحات میں ہم نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ خاصان خدا مُردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں۔
ذیل میں صالحین سلف کے اقوال اور واقعات سے یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ زندگی
کے بعد یعنی بعد وصال استمداد ممکن ہے۔

۱۔ اشعۃ اللمعات میں نقل ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ "جس سے زندگی میں مدد مانگی
جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد
زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مُردہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔" چنانچہ حضرت سید احمد زروقؒ
نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو خود دیکھا ہے کہ اپنی قبروں میں ایسا تصرف کرتے ہیں جیسے وہ
اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ جن کے اسماء گرامی شیخ معروف کرخیؒ
حضرت غوث اعظمؒ، شیخ عقیل لبیحیؒ، اور شیخ ابن قیسؒ ہیں۔ اس سے صرف چار بزرگوں کا
حصر مراد نہیں بلکہ جو کچھ انہوں نے دیکھا بیان کیا۔

۲۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظمؒ کی قبر قبولیت دعا کے لیے تریاق ہے
۳۔ نزہۃ الخاطر میں حضرت غوث اعظمؒ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "جو کوئی

رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہو گا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہو گی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔

حضرت ملا علی قاریؒ جن کو منکرین استمداد بھی مانتے ہیں، فرماتے ہیں اس کا بار ہا تجربہ کیا گیا صحیح ثابت ہوا۔

۴۔ حضور غوث پاکؓ نے خود فرمایا (بہجۃ الاسرار عربی)

لَوِانْكَشَفَتْ عَوْرَةُ مُرِيْدِيْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُهَا ترجمہ: اگر میرے کسی مُرید کا ستر مشرق میں برھنہ ہو جائے تو اگرچہ میں مغرب میں بھی ہوں گا تو اسے ڈھانک دوں گا۔

ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب نزہۃ الخاطر میں حضرت غوث اعظمؓ کا یہ قول نقل فرمایا مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰهِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ یعنی جو کوئی رنج وغم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج وغم دور ہو گا جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہو گی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔

۵۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج پچاس نمازوں کے بجائے پانچ نمازیں کرا دیں۔ رب تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں مقرر فرمائیں پھر اپنے دونوں محبوبوں یعنی ایک کلیمؑ اور دوسرے حبیبؐ کی دُعا سے پچاس کو کم کر کے پانچ فرما دیا۔ لہٰذا وفات کے بعد استمداد کے منکرین کو چاہیئے کہ پچاس نمازیں ہی پڑھیں کیوں کہ غیر اللہ کی مدد شامل ہونے سے وہ پانچ ہو گئیں۔

۶۔ مشارق الانوار میں ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ شریعت محمدی صلعم کا علم سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی مجلس میں آیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابو حنیفہؒ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ علم فقہ ان ہی سے مکمل کر سکوں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر آکر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سنا کرتے تھے۔

ان دلائل سے بیّن ثبوت مل گیا کہ اولیاء اللہ سے نہ صرف ظاہری زندگی کے دوران بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی برابر فیض حاصل ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد ظاہری زندگی سے زیادہ امداد فرماتے ہیں اس لیے کہ اب وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کی طرف کامل متوجہ ہو جاتے ہیں۔

منکرینِ استمداد کے پیشواؤں کا عمل

لطف کی بات یہ ہے کہ استمداد کے مخالفین اور منکرین کے پیشواؤں اور علماء نے خود استمداد کیا ہے جس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱۔ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنے قصائد قاسمی میں فرماتے ہیں

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ٭ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامیِ کار

اس شعر میں حضور نبی کریمؐ سے مدد مانگی گئی ہے۔

۲۔ اور ان کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں ٭ تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہؐ

۳۔ مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب امداد الفتاوی میں لکھتے ہیں "جو استعانت و استمداد باعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت

ہو جائے تو جائز ہے خواہ جس سے مدد مانگی گئی وہ زندہ ہو کہ مردہ ہو۔

۴۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شمیم الطیب کے عنوان سے اردو اشعار لکھے ہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے دریغ علانیہ امداد مانگی گئی ہے ان سے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

دستگیری کیجئے میری نبیؐ	کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ	فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف	اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

عرس کیا ہے عُرس "بضم وضمتین" کے لغوی معنی شادی یا طعام عروسی (شادی کا کھانا) ہے جیسا کہ غیاث اللغات، نصیر اللغات اور منتخب اللغات میں درج ہے۔ اسی مناسبت سے دولھا یا دولہن کو "عروس" کہتے ہیں۔

لیکن مجازاً یا اصطلاحاً "عرس" ان مراسم اور مجلس طعام کا نام ہے جو ہر سال وفات کے دن بزرگان دین کے فاتحہ کے سلسلہ میں منعقد ہوتی ہیں۔

اللہ والوں کے یوم وصال کو "عرس" کہنے کی وجہ تسمیہ نیز شادی یا خوشی سے نسبت وتعلق ہونے کی وضاحت ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے جس میں روایت کی گئی ہے کہ منکر ونکیر دونوں فرشتے جب کسی نیکوکار بندے کی تدفین کے بعد اس کی قبر میں اپنے سوالات کے صحیح جوابات سن کر مطمئن اور خوش ہو جاتے ہیں تو آخر میں فرشتے اس مردے سے یوں کہتے ہیں۔

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ

یعنی "اے مردے اب تو اس طرح میٹھی نیند سو جا جس طرح دولہن سوتی ہے کہ دلہن کو صرف وہی جگا سکتا ہے جو اس کے گھر والوں میں سب سے بڑھ کر اس کا محبوب ہے"۔ یعنی اب تو اس وقت تک اپنی قبر میں میٹھی نیند سو جا جب تک اللہ تعالیٰ تجھے نہ جگائے۔

دوسرے الفاظ میں عاشقان حق کے حق میں غمکدۂ دنیا سے کوچ کرنا گویا شادی و عروسی کے برابر ہوتا ہے اور حدیث بالا کی روشنی میں مزار کے منجھ خانے میں عروسی جان خواب نوشیں اور آسودہ ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کی جانب حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اشارہ کرتے ہیں ؎

اگر نیک روزے بود خاتمت ۔۔۔ عروسی بود نوبت ماتمت

یعنی اگر خاتمہ نیک ہو تو موت سے ماتم جا کر خوشی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

چوں کہ مقبولان حق اور محبوبانِ خدا کا خدا سے وصال ان کے لیے عین فرحت و سرور کا باعث ہے اس لیے بزرگانِ دین کے "یوم وصال" کو اس حدیث شریف کی نسبت سے "عروس" کہنے لگے جو کثرت استعمال سے "عرس" بن گیا۔

عرس کے مقاصد اور تعین تاریخ کے فوائد

اللہ والوں کے مراسم عرس سے صرف یہی منشاء ہوتا ہے کہ سال میں ایک بار تمام معتقدین و متوسلین ایک جگہ جمع ہو کر خدا اور رسول کے ذکر اور توبہ و استغفار سے اپنے دلوں کو پاک و صاف کریں۔ کلام اللہ پڑھ کر صاحب مزار کی روح کو ہدیۂ ایصال ثواب کریں۔ وہاں موجود دیگر قبور کی زیارت کریں۔ صاحبِ عرس کی تعلیمات کو عام کریں۔ وعظ کی مجالس اور ذکر و فکر کے حلقے مقرر کریں جن میں اولیاء اللہ کی عظمت کا تذکرہ بیان ہو۔ ایصال ثواب کی خاطر شیرینی اور طعام وغیرہ سے فقراء، مساکین، غرباء مستحقین اور زائرین کی تواضع کریں۔ اور ساتھ ساتھ منکرات و محرمات اور ممنوعات سے احتراز اور پرہیز کریں۔

ایصال ثواب وغیرہ کی تکمیل تو کسی بھی دن ہو سکتی ہے لیکن ہر سال شہداء احد کے مزاروں پر حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری اور زیارت قبور کے پیش نظر سالانہ عرس کے موقعہ پر سب کا اجتماع بھی یقیناً اتباع سنت کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ عرس کی تاریخ کے تعین سے یہ بھی سہولت ہے کہ لوگ اس تاریخ جمع ہو کر اجتماعی طور پر قرآن خوانی کے لیے

درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں اس طرح بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں نیز اس بزرگ وصاحب مزار کے معتقدین متوسلین اور مریدین کو اس خاص مقررہ تاریخ پر آئے ہوئے دیگر اپنے برادران طریقت اور پیر بھائیوں سے بلا تکلف شخصی طور پر آپس میں ملاقات کرنے کا موقع میسر آتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ جو اصحاب کسی پیر کے طالب اور کسی مرشد کے متلاشی ہوں تو عرس کے موقعہ پر شرکت فرمانے والے مختلف مقامات کے پیران طریقت و بزرگانِ دین سے انھیں نیاز حاصل ہوتا ہے علماء وصوفیا کا مجمع ہوتا ہے ان میں سے جس کی جانب عقیدت سے دل آگے بڑھے ان سے بیعت کر لی جا سکتی ہے۔ چنانچہ حج وزیارت مدینہ منورہ کے لیے بھی جو تواریخ مقررہ ہوتی ہیں اس میں بھی یہ سب فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

زیارت قبور اور عرس کا شرعی ثبوت

زیارت قبور اور عرس سنت نبوی سے اور حدیث شریف و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں۔ (۱) صحیح حدیث کی کتاب "ابوداؤد" میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل احد پر شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے ہر سال تشریف لے جاتے اور فرماتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ" (۲) مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور کی ایک حدیث شریف میں حضورؐ کا ارشاد ہے "پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے میں نے منع کیا تھا لیکن اب ضرور زیارت کیا کرو اجازت دیتا ہوں کیوں کہ قبروں کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور عبرت ہوتی ہے۔

نوٹ: اس سے تو بلا قید و تعین زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے یعنی زیارت قبور روز کرو، مہینہ میں کرو یا سال میں کرو۔ اکیلے جاؤ یا مجمع کے ساتھ جا کر زیارت قبور کرو یہ سب جائز ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔ (۳) صحیح بخاری شریف میں ہے سرکار دو عالم صلعم نے قبرستان

میں اصحاب کرام کے سامنے وعظ فرمایا (۴) کنز العمال میں ہے حضرت سیدنا عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں چار ہزار صحابی ملک یمن میں اس لیے گئے تھے کہ وہاں ایک بزرگ کے مقام کی زیارت کریں جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے موجود تھا۔ (۵) جب کوئی صحابی انصار میں سے انتقال فرماتے تو انصار ان کی قبر پر آیا کرتے اور ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پڑھتے (۶) بی بی عائشہؓ اور بی بی فاتون جنتؓ شہدائے احدؓ کی نیز روضۂ نبویؐ کی اور دیگر قبور کی زیارت فرمایا کرتی تھیں۔ (۷) فقہ کی کتاب شامی جلد اول باب زیارت قبور میں ہے ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ (۸) تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور میں ہے کہ حضورؐ ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لیجاتے ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء راشدین بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے (ابن منذر اور رد محتار سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے)۔

(۹) تقسیم طعام و تبرک کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فتاویٰ عزیزیہ میں فرماتے ہیں کہ "بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں تو یہ بات اگر حضور اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہیں تھی بھی تو ایسا کرنے میں حرج نہیں بلکہ زندوں سے مُردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور صالحین کی قبروں سے برکت اور ایصال ثواب، تلاوت قرآن، تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھی طرح ثابت ہے۔ عرس کا دن اس لیے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کریں تو اچھا ہے۔"

(۱۰) پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ (جو مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے پیر و مرشد بھی ہیں) اپنی کتاب "فیصلۂ ہفت مسئلہ" میں عرس کے جواز پر زور دیتے ہوئے خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں: "فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی

ہوتی ہے اور کبھی کبھی وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ماحضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔"

(۱۱) چند سال قبل تک سرکار دو عالم صلعم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء مدینہ منورہ حضرت سیدنا حمزہؓ (حضور کے چچا) کا بڑے تزک و احتشام کے ساتھ عرس کیا کرتے تھے جن کا مزار اقدس اُحد کے پہاڑ پر ہے اور جن کے مزار پر لکڑی کا خوبصورت قبہ بنا ہوا تھا لیکن موجودہ سعودی حکومت وہابی عقائد باطلہ رکھتی ہے اس لیے اس حکومت نے حضرت سیدنا حمزہؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قبہ جات و مزارات وغیرہ جملہ آثار کو شہید کر کے بالکل مٹا دیا اور سالانہ عرس بھی موقوف ہو گیا۔

متذکرہ بالا معتبر کتابوں کے باوثوق حوالوں سے ثابت ہو چکا کہ جو امور کسی عرس میں انجام دیئے جاتے ہیں وہ سب شرعی طور پر جائز بلکہ باعث برکت و موجب ثواب ہیں۔

عرس سے متعلق فقہی مسائل

۱۔ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا خیرات کی اور اس کا ثواب اپنے غیر کے لیے پہنچایا خواہ وہ غیر مُردہ ہو یا زندہ قرابت دار ہو یا بیگانہ شرعاً جائز ہے اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے (ردالمحتار۔ شامی)

۲۔ جو کوئی آدمی مُردے کے لیے یا اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو مُردہ کو اس سے نفع پہنچتا ہے (شرح عقائد نسفیہ)

۳۔ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا ہر حال میں نفع دیتا ہے (فتاوی قاضی خاں)

۴۔ مزاروں پر پھول اور سبزہ چڑھانا اچھا ہے بلکہ رفع عذاب کا باعث ہے اس کے سبز رہنے اور تسبیح پڑھنے سے میت کی الفت ہے۔ اس کی قیمت خیرات کر دینا بہتر ہے۔ (رد محتار۔ فتاوی عالمگیریہ)

۵۔ سورہ دہر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا

وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا یعنی اس کی محبت میں مسکین، محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔
رد محتار میں ہے کہ نذر و منت کے بغیر ایصال ثواب کے لیے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا جس
کو عام طور پر بزرگان دین کی نیاز شریف کہتے ہیں شرعاً جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ یہ ہدیۂ
و تحفہ کی تعریف میں ہے۔

عرس کے منہیات و ممنوعات

قبرستان اور درگاہوں میں ناچ رنگ، گانا بجانا، کھیل تماشہ، شعبدہ بازی کرنا، قبروں کی بے حرمتی کرنا، قبروں پر اور درمیان میں بیٹھ کر کھانا کھانا نیز عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا یہ سب باتیں مراسم عرس میں نہیں ہیں بلکہ ممنوع ناجائز اور حرام ہیں۔
قبرستان میں آگ لیجانے کی ممانعت ہے (شامی) کیوں کہ نور سے نسبت رکھنے والی ان پاک ہستیوں کو نار (آگ) سے بھلا کیا نسبت؟
اس لحاظ سے مزارات پر اگر بتیاں جلا کر لگانا اور مزار سے متصل عود دان میں آگ رکھنا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ البتہ قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے وقت قرآن کی عظمت و بزرگی کے لیے عود و لوبان اور اگربتی جلانا ہو تو فاصلہ پر رہے تاکہ اس کی خوشبو پہنچے مگر آگ مزار کے قریب نہ رہے۔
در مختار اور شامی میں ہے کہ نوبت نوازی، نقارہ اور دف وغیرہ اگر تفاخر اور بڑا پن ظاہر کرنے کے لیے ہو تو جائز نہیں ہاں البتہ کسی بات کا اعلان کرنے یا عوام کو آگاہ اور متنبہ کرنے کے لیے نقارہ، نوبت یا دف وغیرہ بجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ

عام طور پر اکثر لوگ زیارت قبور کے صحیح طریقہ اور آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کی معلومات کے لیے ذیل میں والد ماجد و مرشدی حضرت محدث دکن رحؒ کی کتاب "آداب زیارت قبور" کا مختصر اقتباس نقل کیا جاتا ہے تاکہ زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ معلوم ہوجائے۔

قبور کی زیارت مسنون و مستحب ہے۔ جب زیارت قبر کا ارادہ ہو تو گھر میں دو رکعتیں مستحب پڑھیں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کے لیے نور عطا فرمائے گا اور نماز پڑھنے والے کے لیے بھی زیادہ ثواب دے گا۔

قبر کے پاس جانے سے قبل احتراماً پاؤں سے جوتے نکال دیں اور جس طرح زندگی میں صاحب قبر کے نزدیک یا دور رہنا ہوتا تھا اسی قدر زیارت کے وقت بھی لحاظ رکھیں۔ زیارت کے لیے پائیں سے جائیں سرہانے سے نہ جائیں۔ اہل قبر کے سینے کے مقابل اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلہ کی طرف پشت اور قبر کی طرف اپنا چہرہ ہو۔ پھر اس طرح سلام کہیں، "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ"

جو شخص کسی قبر پر اس طرح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس قبر والے سے چالیس سال کا عذاب تنگی اور تاریکی دور فرما دے گا۔ (فتاوٰی عالمگیریہ)

اس کے بعد سورۂ فاتحہ، ابتداء سورۂ بقرہ مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول، سورۂ یٰسین سورۂ تبارک الملک، سورہ تکاثر سے جو چاہے اور سورۂ اخلاص بارہ یا کم از کم تین بار پڑھ کر اہل قبور اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچائیں۔

قبور کی زیارت کے لیے افضل ایام چار ہیں دوشنبہ اور پنجشنبہ (اول آخر دن) جمعہ (بعد نماز جمعہ) اور شنبہ اسی طرح متبرک راتوں میں خصوصاً شب برات میں زیارت قبور افضل ہے۔ اس کے علاوہ متبرک زمانوں جیسے عشرۂ ذی الحجہ، عیدین اور عاشورہ میں بھی زیارت قبور افضل ہے۔

عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی خاتون جنت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا نے

زیارت قبور فرمائی اور دوسری صحابیات کا بھی اس پر عمل رہا۔ لہذا عورتوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ممنوعات و منہیات کا خاص خیال و لحاظ رکھا جائے
نوٹ:۔ قبرستان میں عورتوں کا سینٹ یا بو دار عطر لگا کر آنا، زیورات پہن کر زینت بتلانا خصوصاً باریک نیم عریاں لباس پہن کر غیر محرموں کے سامنے بے پردہ مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا ممنوع اور حرام ہے جس سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے علماء کرام کی ایک جماعت آج کل کے پُر فتن دور میں احتیاط کو ترجیح دیتے ہوئے عورتوں کو زیارت قبور کے لیے قبرستان جانے کی اجازت نہیں دیتے تاکہ نیکی برباد اور گُناہ لازم نہ ہو جائے۔

قبروں پر پھول، چادر گل اور صندل

صحیح حدیث میں روایت ہے رسول اللہؐ کا ایسی دو قبروں پر سے گزر ہوا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق دونوں قبر والے عذاب میں مُبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے کھجور کی ایک تر و تازہ شاخ کو چیر کر ہر ایک قبر پر ایک ایک ڈالی لگاتے ہوئے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں ڈالیاں خشک نہ ہوں اور خدا کی تسبیح کرتے رہیں اس وقت تک ان ہر دو کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ شرح بخاری و شرح مشکوۃ میں اسی حدیث سے علماء کرام نے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول، سبزہ، سبز ڈالی، شاخِ تر اور خوشبو ڈالنا یا لگانا ہر طرح جائز اور موجب تخفیف عذاب میت قرار دیا ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے

فتاویٰ عالمگیری میں ہے وضع الورد والریاحین علی القبور حسن: یعنی پھول سبزہ اور خوشبو کی چیزوں کا قبروں پر رکھنا اچھا ہے چنانچہ صندل بھی خوشبودار ہونے کے سبب اسی حکم میں داخل ہے اور بزرگان دین کے مزارات پر عرس کے موقعہ پر صندل مالی میں بھی اسی حکم کی اتباع ہے۔

البتہ بعض اصحاب پھول کو تاگے میں پرو کر ہار یا چادر گل بنا کر مزارات پر

جو پیش کرتے ہیں اس کا عام مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہوا چلنے سے کھلے پھول پراگندہ اور منتشر ہو کر ادھر ادھر نہ اڑ جائیں۔ اگر چادر کی شکل میں ہونگے مزار پر ہی رہیں گے اور متفرق ہونے نہ پائینگے۔

قبروں کو بوسہ دینا

عام طور پر مستدل مالی کے وقت قبروں پر تعظیماً و تبرکاً ہاتھ رکھنے پر یا بزرگان دین کے مزارات پر تعظیماً و احتراماً بوسہ دینے پر سخت اعتراضات کئے جاتے ہیں بلکہ بدعت و شرک تک قرار دیا جاتا ہے اور فتاویٰ عالمگیری کا یہ حوالہ دیا جاتا ہے۔

ولا یمسح القبر ولا یقبلہ فان ذٰلک من عادۃ النصاریٰ۔

یعنی قبر کو ہاتھ سے چھوئے نہ بوسہ دے کہ یہ نصرانیوں کی عادت سے ہے۔ یہ حکم عام قبور کے لیے ہے۔ لیکن خاص قبور کا حکم بھی خاص ہے۔ چنانچہ اسی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں اسی عبارت سے کچھ بعد لکھا ہے۔

ولا باس بتقبیل قبر والدیہ یعنی والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جب جسمانی والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے تو روحانی والدین یعنی اساتذہ، پیران کبار، مرشدان نامدار، بزرگان دین، اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہ السلام کی قبور شریفہ کو بوسہ دینا بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیوں کہ جسم ادنیٰ ہے اور روح اعلیٰ ہے اسی طرح جسمانی والدین کا مرتبہ کم ہے اور روحانی والدین کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے

حدیث شریف ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ظاہر ہے کہ عمل کا نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مسلمان اولیاء و بزرگان دین اور صالحین کو ہرگز ہرگز خدا نہیں سمجھتا بلکہ ان کے خدا کے بندے ہونے پر عقیدہ رکھتا ہے پھر اسی نیت سے ان برگزیدہ بندوں کی تعظیم اور احترام میں کوئی عمل بدعت، شرک یا پوجا ہرگز نہیں کہلا سکتا۔

اس سلسلہ میں روایات ذیل سے مزید روشنی ملتی ہے۔

حضرت امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن حجر نے تحفہ میں روایت

کی ہے ایک روز مروان نے صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کو دیکھا جو اپنی پیشانی

کو قبر شریف پر رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے یوں اعتراض کیا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ قبر پر

تو کیا کر رہا ہے۔ حضرت ابو ایوب رضؓ نے جواب دیا۔

جئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم آت الحجرۃ یعنی اے مروان! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور کسی خالی حجر یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں اس حدیث سے قبر پر بوسہ اور مزار پر جبیں سائی ثابت ہوئی۔

ابن عساکر نے سند جید کے ساتھ ابو درداء سے فتح بیت المقدس کے بعد حضرت بلال رضؓ کی مدینہ میں واپسی کا واقعہ لکھا ہے جس کا ذکر شفاء الاسقام میں حضرت سبکی رحؒ نے اور ابن حجر وغیرہ نے بھی کیا ہے کہ حضرت بلال رضؓ نے خواب میں حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ "اے بلال! یہ کیا جفا و بیوفائی ہے کیا ہماری زیارت کا تجھ کو ابھی وقت نہیں آیا؟" حضرت بلال رضؓ غمزدہ و خوف زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور بے چین و بے تاب اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ حاضر ہوئے اور روضۂ نبوی میں پہنچتے ہی قبر نبوی پر اپنا منہ ملنے اور رونے لگے۔ اس وقت کئی صحابہ کرام موجود تھے لیکن حضرت بلال رضؓ کے اس عمل پر کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صاحب "تحقیق الحق المبین" نے لکھا ہے کہ ان سب کاموں سے مقصود احترام و تعظیم ہے اور آخر میں لکھا ہے "یجوز تقبیل القبر ومسہ علیہ عمل العلماء الصالحین" یعنی قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے مس کرنا جائز ہے اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے۔ چنانچہ امام شافعی رحؒ قبروں کو بوسہ دینے کو مطلقاً مباح و جائز کہتے ہیں جبکہ تبرک کی نیت و ارادہ سے ہو۔

لہذا صندل مالی میں دو فائدے ہیں ایک تو خوشبو کا قبر پر لگانا دوسرے بزرگوں کی قبور کو تبرک کی خاطر ہاتھ سے مل کر بوسہ دینا۔ ع

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

کتنی عمدہ بات ہے کہ ایک عمل میں دو فائدے ہیں۔

قبر پر غلاف ڈالنا

مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت میں حضرت ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ نے بی بی عائشہؓ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا اے اماں! میرے لیے رسول اللہؐ اور آپ کے دو رفیق حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی قبروں پر سے پردہ و غلاف اٹھا دیجئے۔ تو حضرت عائشہؓ نے میرے لیے ان قبروں سے غلاف اٹھا دیا تو وہ قبور شریفہ نہ بالکل بلند تھے نہ زمین و میدان سے بالکل چپیدہ و پست تھے اس کی شرح میں صاحب "مرقات" ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں "اکشفی لی" کی شرح "اظہری وادفعی استارہ" ہے اور استار جمع ستر کی ہے بمعنی پردہ وغلاف۔ لہٰذا اس حدیث شریف سے قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا ثابت ہوا۔

علامہ شامیؒ نے رد مختار میں لکھا ہے کہ" ناواقف یا غافل زائرین کو اہل قبور اولیاء کا خوف و ادب دلانے کے لیے قبروں پر کپڑے و غلاف کا رکھنا جائز ہے تاکہ اہل قبور کی عظمت اور تعظیم عام نظروں میں ثابت ہو اور اولیاء کی حقارت نہ ہونے پائے۔

قبر پر قبہ و گنبد بنانا

سلف صالحین نے مشائخ و علماء مشہور کی قبروں پر قبہ و گنبد بنانے کو مباح و جائز کہا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس قبہ و گنبد میں بیٹھ کر آرام سے قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ کریں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بخاری کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے حضرت حسن مثنیٰؓ کا وصال ہوا تو ان کی بیوی نے ایک سال تک حضرت حسن مثنیٰؓ کی قبر پر قبہ قائم کیا تھا۔ صاحب مرقات لکھتے ہیں کہ ایک سال تک اس قبہ کو قائم کرنے کا ظاہری سبب یہی ہے کہ ذکر و قرات قران و دعائے مغفرت و رحمت کے لیے احباب و اصحاب جمع ہوں تو زائرین سردی گرمی و بارش سے محفوظ رہیں اور اس کے سایہ میں ان کو آرام ملے کسی طرح تکلیف نہ ہو۔ لیکن اگر ایسا فائدہ مقصود نہیں تو خواہ مخواہ بے فائدہ قبر پر قبہ وغیرہ تعمیر کرنا عبث اور فضول

خرچی ہے جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

بزرگوں کی قبروں پر قبہ و گنبد کی تعمیر کا دنیوی فائدہ بھی ہے کہ غیر مسلم اقوام پر اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے جس سے ان کے دلوں پر ہیبت اور رعب طاری ہوتا ہے۔

سماع ملّت اسلامیہ میں "سماع" کے مسئلہ پر مکمل اتفاق نہیں رہا ہے ایک طبقہ تو ہر قسم کے سماع کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا طبقہ کچھ شرائط سے "سماع" کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ اس کو تبلیغ اسلام کا ایک مفید اور موثر ذریعہ سمجھتا ہے۔ پیران چشت کے اشغال میں سماع کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کو روحانی غذا اور عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں عام طور پر لوگ "سماع" کو تفریح طبع کا ایک ذریعہ سمجھنے لگے ہیں اور قوالی کے نام سے منعقد کردہ ان محفلوں کو بزرگان چشت کی مجالس سماع سے نسبت دینا بالکل غلط ہے۔

سلسلۂ چشتیہ کے پیران کبار مجالس سماع منعقد فرماتے اور خود سماع سُنتے تھے لیکن انھوں نے اپنے مُریدوں اور عقیدت مندوں پر سماع سننا لازم قرار نہیں دیا تھا صرف جو اہل ہوتے ان ہی کو سماع سننے کی اجازت دی جاتی تھی! بلکہ مجالس سماع کے انعقاد پر ایسی کڑی شرائط و قیود عائد کی گئی تھیں اور سماع سُننے کے ایسے آداب مقرر کئے گئے تھے کہ ایک عام آدمی کے لیے سماع کا سننا ایک امر محال تھا۔ مثلاً فوائد الفوائد میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیٰؒ سے منقول ہے کہ سماع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط لازمی ہیں۔

۱۔ محفل سماع میں عورتیں نہ ہوں۔

۲۔ مُسمِع یعنی کلام سنانے والا نابالغ لڑکا نہ ہو۔

۳۔ مزامیر یعنی شرعی طور پر ممنوع باجے وغیرہ کا محفل سماع میں استعمال نہ ہو۔

۴۔ جو بھی سنا جائے صرف للّٰہ یعنی خدا کے لیے سُنا جائے۔

۵. سُنایا جانے والا کلام فحش اور فضول باتوں سے پاک ہو۔

اسی طرح حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ نے اپنی تصنیف "عشرات کاملہ" میں سماع کے آداب ذیل مقرر فرمائے ہیں۔

۱۔ محفل سماع میں جو لوگ شریک ہوں خواہ سننے والا یا سنانے والا باوضو ہوں اور جب تک مجلس میں رہیں باوضو رہیں۔

۲۔ محفل سماع شارع عام پر نہ ہو۔

۳۔ مجلس سماع کا انعقاد ایسے وقت میں ہونا چاہیئے کہ وہ نماز کا وقت ہو نہ کھانے کا اور نہ کوئی امر مانع و مخل ہو۔

۴۔ سماع کے منکر کو محفل سماع میں شریک نہ ہونا چاہیئے۔

۵۔ مجلس سماع کے آغاز سے پہلے ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھیں اور حضور نبی کریمؐ پر بکثرت درود پڑھیں۔

۶۔ مجلس میں دو زانوں (نماز کے قعدہ کی طرح) بیٹھیں عام طریقہ کی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یا لیٹنا جائز نہیں۔

۷۔ سماع کے وقت بات چیت اور ہنسی مذاق سے احتراز لازم ہے اسی طرح کھانسنے کھنکارنے جمائیاں لینے اِدھر اُدھر دیکھنے سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

۸۔ سنانے والا شخص طمع اور حرص کرنے والا نہ ہو۔ جو کچھ دیا جائے اسے احسان سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

۹۔ سماع کے وقت سر جھکائے رہے اور جو بھی کلام سنایا جائے اسے سن کر قلب کی طرف متوجہ رہیں۔

۱۰۔ جب دل کو سماع کی دل چسپی باقی نہ رہے تو محفل سماع سے باہر آجائے ایسی حالت میں سننا محض حرام و نا جائز ہے۔

۱۱۔ جب مجلس برخواست ہو تو پھر سب حاضرین سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ کر بکثرت درود شریف پڑھیں۔

جو شخص ان آداب کو ترک کرے گا اس کو سماع سے نفع کے بجائے نقصان ہوگا۔

آج کل ایسی قوالی پارٹیاں بھی منعقد کی جاتی ہیں جن میں گھنگرو، جھن جھن وغیرہ حرام چیزوں کا علانیہ استعمال ہوتا ہے بلکہ سنانے والے اور سننے والوں میں کئی غیر مسلم شامل ہوتے ہیں۔ غضب یہ کہ مرد اور عورت دونوں بل کر گاتے ہیں پھر برسر عام مسکرات (نشہ آور اشیاء) کے استعمال کے ساتھ بے ادبانہ انداز میں عشقیہ کلام سناتے ہوئے مرد اور عورت قوالوں کے درمیان باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ سب سماع کی محفلیں ہرگز نہیں کہلائی جاسکتیں بلکہ دنیا بھر کے ممنوعات و محرمات سے بھری ایسی گانا پارٹی ہے جس میں ہر قسم کی لعنت اور بے ہودگی کے سوا کچھ نہیں ان لغو محفلوں کا منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا حرام ہے۔ بعض وقت تو سماع کے نام پر ایسی ہی قوالی پارٹیوں کا اہتمام ایسے بزرگان دین کی درگاہوں اور آستانوں پر کیا جاتا ہے جنھوں نے زندگی بھر سماع سے احتراز فرمایا اور جن کے مسلک میں سماع سننا جائز نہیں تھا ایسے اولیاء اللہ کے آستانوں پر یوں محفل سماع کا منعقد کرنا دراصل ان بزرگوں کی روح کو اذیت پہنچانے کے برابر ہے اور اگر ممنوعات کے ساتھ قوالی پارٹی کا اہتمام ہو تو پھر دوہرا عذاب بلکہ ان بزرگوں کے غضب و عتاب مول لینے کا مستوجب ہے ایسے لوگ ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے محروم ہو کر فائدہ کے بجائے نقصان اٹھاتے ہیں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں خود اپنے ہاتھوں برباد کر لیتے ہیں۔

مناجات بہ بارگاہ قاضی الحاجات

(مصنفۂ حضرت غوث زماں سید صاحب حسینی قبلہ قادری چشتی قدس سرہٗ)

اللہ والوں کے منہ سے نکلے دعائیہ کلمات میں خدا کی عطا کردہ مقبولیت اور بڑی تاثیر ہوتی ہے اس لیے یہاں حضرت اقدسؒ کی نظم کردہ دو مناجاتیں درج کی جاتی ہیں جس میں سے پہلی مناجات آپ نے اپنے محل مبارک حضرت پیرانی صاحبہ کی جانب سے دکھنی زبان میں تحریر فرمائی ہے جو دوران حج وصال فرما کر مکۂ معظمہ کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ یہ مناجات خاندان کے اکثر زنانہ افراد میں اب تک مقبول ہے اور آج بھی نماز کے بعد بطور دُعا پابندی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ دوسری مناجات میں تصوف و معرفت کے رموز و نکات پر روشنی ملتی ہے جو سالکان طریقت کے لیے ایک نعمت ہے۔

اے خالق ارض و سما

اے خالق ارض و سما — وے رازق جن و بشر
قادر توئی سب ناتواں — اے بادشاہ بحر و بر

○

سب کا ہے تو حاجت روا — تجھ سا نہیں ہے دوسرا
سب انبیاء اور اولیاء — محتاج تیرے سر بسر

○

میرے گناہاں دیکھ کر لرزے زمین و آسماں
لیکن پشیماں ہو کے میں ٹھوکی ہوں اب توبہ کا در ○
اپنے کرم اور فضل سے کر معاف میرے سب گناہ
توبہ پہ رکھ ثابت مجھے تا ساعتِ آخر عمر ○
یا رب تو ایسا کر مجھے جو عشق میں تیرے رہوں
دنیا کی الفت اور ہوس کر تو مرے دل سے بدر ○
پھر نفس کے وسواس سے دل کو بچا ذاکر تو رکھ
تیری سوائے یاد کے خطرہ نہ ہو کوئی دگر ○
صبر و قناعت کر عطا بٹھلا مجھے گوشہ کے بیچ
رکھ یاد میں تیری سدا دارین سے کر بے خبر ○
دے شوق تیری دید کا دائم مراقب ہو رہوں
دیکھوں لقا تیری بہ دل خود کو فنا کر سر بسر ○
نزعِ رواں آسان کر اور پھر جواب اندر قبر
عرفات اور میزان پر پُل سے میں گزروں بے خطر ○
یارب مرے ماں باپ کو کر مغفرت جنّت عطا
حضرت نبیؐ کے آسرے ان کو مجھے رکھ ہم دگر ○
یا رب بحق مصطفےٰ اور آل و اصحاب نبیؐ
یہ جو دعا مانگی ہوں میں آمین کر آمین کر ○

سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

عشق کے دام میں مجھکو پھنسا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے
قادرِ مطلق جلوہ دکھا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

دولت و حشمت شوکت و منصب　　مجھکو نہیں کچھ ان سے محبت
غیر کی خواہش دل سے مٹا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

سخت عدو ہیں نفس و شیطاں　　حرص و ہوس اور شہوت حیواں
ان کو وجود سے میرے اڑا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

بھائی، برادر، زوجہ و فرزند　　سب ہیں مگر اے خالق اکبر
کُل سے جدا کر خود سے ملا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

عشق نے تیرے کر دیا مضطر　　رحم سے اپنے قادرِ مطلق
اپنی محبت اور بڑھا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

حالِ برہمن کس سے کہوں میں　　بحر میں رہ کر تشنہ رہوں میں
پردہ دوئی کا دل سے ہٹا دے　　سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

اول و آخر ظاہر و باطن — کون ہے یارب حاضر و ناظر
اس کی سمجھ کچھ مجھ کو سمجھا دے — سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

اِنِّیْ اَنَا الْحَق کہتے ہیں عاشق — قول میں اپنے مست ہیں صادق
بات یہ کیا ہے مجھکو بتا دے — سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

مرضِ خودی ہے شرک سے بڑھکر — شرک خفی ہے کفر سے بدتر
اس میں شفا ہو ایسی دوا دے — سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

دم و قدم میں خوب تماشہ — ہوتے ہیں عالم اس میں ہویدا
میری ہی مجھکو رمز سمجھا دے — سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

قطرۂ مئے ہے بحر سے بڑھ کر — جس سے ہوں بے خود ہوش سے باہر
ایسی پلا دے خوب چھکا دے — سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے

○

روپیہ

- سونے کا پلنگ خرید سکتا ہے نیند نہیں ○ غذا خرید سکتا ہے اشتہا نہیں
- کتابیں خرید سکتا ہے، ذہن و دماغ نہیں ○ مکان خرید سکتا ہے، گھر نہیں
- دوائیں خرید سکتا ہے صحت نہیں ○ خوبصورت چیزیں خرید سکتا ہے خوبصورتی نہیں
- تفریح کا سامان خرید سکتا ہے خوشی نہیں ○ منصب خرید سکتا ہے، بخشش نہیں

صلوٰۃ وسلام

بحضور سیدنا خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

{عرض کردہ: قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قادری عفی عنہ}

یا نبی سلام علیک ۔ یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک ۔ صلوات اللہ علیک

خلق اور خالق کے پیارے ۔ بے سہاروں کے سہارے
اُمتی ہم سب تمہارے ۔ دستگیری کو پکارے

یا نبی سلام علیک ÷ یا رسول سلام علیک ÷ یا حبیب سلام علیک ÷ صلوات اللہ علیک

آپ ہی عالی نسب ہیں ۔ آپ ہی والا حسب ہیں
ہاشمی اُمّی لقب ہیں ۔ آپ ہی محبوبِ رب ہیں

یا نبی سلام علیک ÷ یا رسول سلام علیک ÷ یا حبیب سلام علیک ÷ صلوات اللہ علیک

آپ کی عظمت کا پایا ۔ کوئی پائے گا نہ پایا
حق نے جب نوری بنایا ۔ جسم کا ہو کیسے سایا

یا نبی سلام علیک ÷ یا رسول سلام علیک ÷ یا حبیب سلام علیک ÷ صلوات اللہ علیک

تم شفیع عاصیاں ہو ۔ مونسِ بے چارگاں ہو
دستگیر بے کساں ہو ۔ چارۂ دردِ نہاں ہو

یا نبی سلام علیک ÷ یا رسول سلام علیک ÷ یا حبیب سلام علیک ÷ صلوات اللہ علیک

آپ ختم المرسلین ہیں　　حامل شرعِ متین ہیں
سبز گنبد کے مکیں ہیں　　رحمۃٌ للعالمین ہیں

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

چاند بھی شیدا تمہارا　　پا کے انگلی کا اشارا
کر دیا دل پارہ پارا　　ہو گیا وارا نیارا

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

آئے وہ دن وہ مہینہ　　جب ہمارا بھی سفینہ
چل پڑے سوئے مدینہ　　یا مُرَادَ العاشقین

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

کھلتے ہی گیسوئے اطہر　　ہے فضا ساری معطر
ہیں گلاب و مشک و عنبر　　صدقے اور قربان تم پر

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

نزع ہو جس وقت طاری　　آپ کی آئے سواری
دیکھتے ہی شکل پیاری　　دور ہو تکلیف ساری

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

پوری یا رب یہ دعا ہو　　سامنے گنبد ہرا ہو
با ادب یہ سر جھکا ہو　　اور زباں سے یوں ادا ہو

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

صوفیٔ اعظم عاصی و بد　　کیا کرے مدحِ محمد
ہے کوئی توصیف کی حد　　حامد و محمود و احمد

یا نبی سلام علیک ؛ یا رسول سلام علیک ؛ یا حبیب سلام علیک ؛ صلوٰۃُ اللہ علیک

سلام صوفیانی

پیش بارگاہ قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ

(مصنفہ جگر گوشۂ غوث اعظم حضرت سید الصوفیہ مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری محدث دکن نور اللہ مرقدہٗ)

مظہر کبریا سلامٌ علیک ۔ نائبِ مصطفےٰ سلامٌ علیک

غوثِ ہر دوسرا سلامٌ علیک ۔ پیرِ راہِ ہدیٰ سلامٌ علیک

ابنِ مشکل کشا سلامٌ علیک ۔ فلذۂ فاطمہ سلامٌ علیک

تیرے نانا حسین ابن علی رضؓ ۔ جد حسن مجتبیٰ سلامٌ علیک

غوث اعظم ہو آپ شیخ الکل ۔ اے شہِ اولیا سلامٌ علیک

تیرے قدموں کو اپنے کندھوں پر ۔ اولیاء نے لیا سلامٌ علیک

بھاگے شیطان سارے لیتے ہی ۔ اسمِ اعظم ترا سلامٌ علیک

ہمرہی کا طفیل چوروں سے ۔ قافلہ بچ گیا سلامٌ علیک

چور تھا ہو گیا خدا کا ولی ۔ تھی نظر تیری کیا سلامٌ علیک

خوفِ محشر نہیں ذرا اس کو ۔ جو ترا بن گیا سلامٌ علیک

آپ کا چھوڑ در کہاں جاؤں ۔ کون ہے آپ سا سلامٌ علیک

قبر سے جب اٹھوں گا محشر میں ۔ یہ پڑھوں گا سدا سلامٌ علیک

صوفیِ اعظمؒ کے اب تصدق سے ۔ ہم کو اپنا بنا سلامٌ علیک

ہم کو بغداد میں بلا لیجئے ۔ ہے یہی مدعا سلامٌ علیک

آل و اولاد میری شاد رہے ۔ ہے مری التجا سلامٌ علیک

مفتی صوفی صفی کا کوئی نہیں

تم سوا تم سوا سلامٌ علیک

"اے شاہد اللہ پیر من"

سلام بہ درگاہ حضرت پیر شاہ معروف شاہد اللہ قادری و چشتی رحمۃ اللہ علیہ
(از مولوی کلیم اللہ صاحب قادری مرحوم نبیرۂ حضرت شاہ غلام جیلانی مشائخ میدک)

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام اے شاہد اللہ پیرِ من
جلوۂ خیر الانام اے شاہد اللہ پیر من

بارگاہت مظہرِ شانِ ربوبیت سدا
فیض تو جاری مدام اے شاہد اللہ پیر من

بردرت آوردہ ام شوق جبیں سائی من
کن پذیرا از غلام اے شاہد اللہ پیر من

کن سرافراز کرم ایں بندۂ ناچیز را
ہست فیضانِ تو عام اے شاہد اللہ پیر من

کن عطا اے ساقی ما کوثۂ بطحیٰ مدام
بادۂ رنگین فام اے شاہد اللہ پیر من

من نمی دانم چرا اظہار احوالے کنم
تو ہمی دانی تمام اے شاہد اللہ پیر من

شاد فرما ہر زماں قلبِ کلیم اللہ را
اے شہِ عالی مقام اے شاہد اللہ پیر من

٥

یَا شَاہِدَ اللّٰہ اَلسَّلَام

خراجِ عقیدت از قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قادری (مولف)

شاہ معروف السلام یا شاہد اللہ اسلام
مرشد عالی مقام یا شاہد اللہ السلام

سالکوں کے رہنما ہو عارفوں کے پیشوا
اے اماموں کے امام یا شاہد اللہ السلام

دست بستہ سرنگوں یوں عرض ہم کرتے ہیں سب
با ادب با احترام یا شاہد اللہ السلام

اشتیاق دید ہیں سب عاشقوں کا آپ کے
آج ہے کیا ازدحام یا شاہد اللہ السلام

رحمت حق بانٹنے کو ہے فرشتوں کا نزول
آپ کے ہاں صبح و شام یا شاہد اللہ السلام

پاتے ہیں دل کی مرادیں اپنے بھی اور غیر بھی
آپ کا فیضان عام یا شاہد اللہ السلام

سرفرازی و عطا تو خاصہ ہے آپ کا
مانگنا ہے میرا کام یا شاہد اللہ السلام

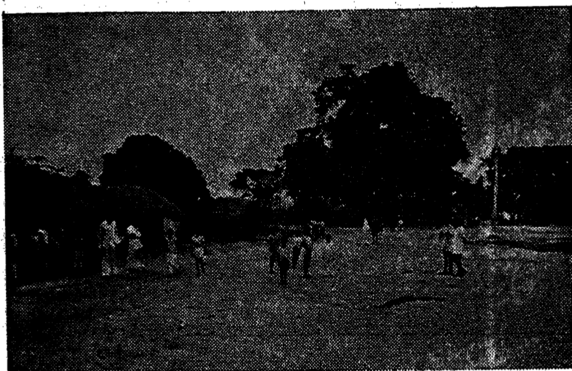
مست وحدت بن گیا وہ میکدے سے آپ کے
پی لیا جو ایک جام یا شاہد اللہ السلام

کتنے اب تک بن گئے اور بن رہے ہیں آج بھی
آپ کا لے لے کے نام یا شاہد اللہ السلام

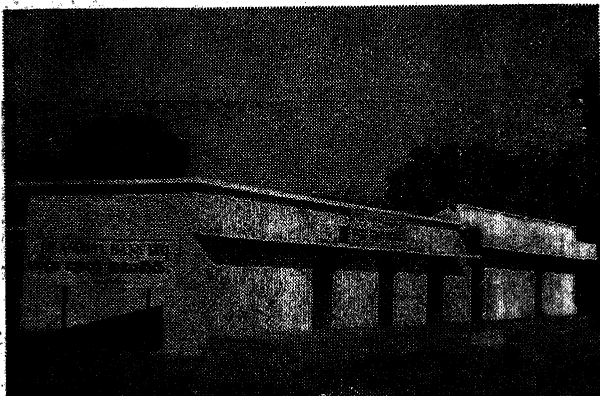
ہم بھلے ہیں یا برے جیسے بھی کچھ ہیں، ہیں مگر
آپ ہی کے ہیں غلام یا شاہد اللہ السلام

اعظمِ عاصی پہ بھی ہو جائے یک نظر کرم
بہر پیرانِ کرام یا شاہد اللہ السلام

"حیات نو ٹیکمال" تصاویر میں

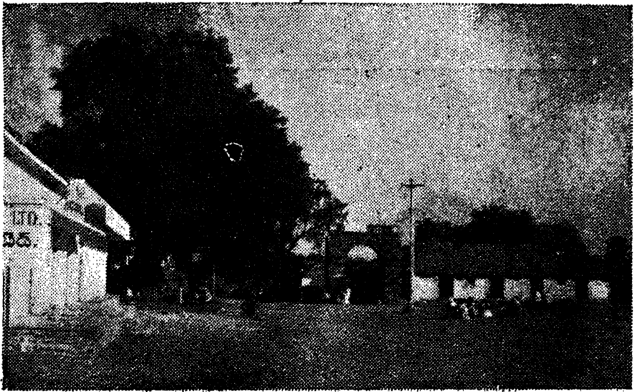


تصویر ۱۔ سنہ ۱۹۷۶ء میں لی گئی یہ تصویر قصبہ ٹیکمال کے باب الداخلہ کے پاس قدیم بس اسٹانڈ کے قریب ان جھونپڑیوں کا منظر پیش کرتی ہے جہاں ہوٹلیں تھیں۔ اب اس کی جگہ بنک کی نئی عمارت (تصویر ۴) نے لے لی ہے اور ہوٹلوں کو دیہات کی کمان سے متصل نو تعمیر کردہ ملگیات (تصویر ۱۲) میں منتقل کر دیا گیا ہے۔

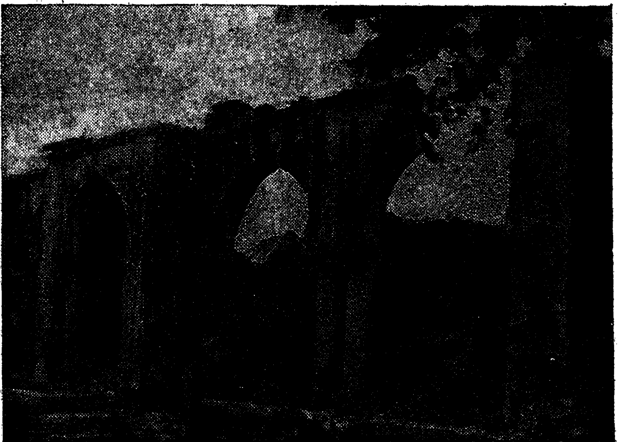


تصویر ۲: کسی تعلیمی یا فلاحی ادارہ کا قیام تو قدرے آسان ہے لیکن بقا و استحکام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس ادارہ کی برقراری کیلئے درکار اخراجات کی یکجائی کی خاطر مستقل وسائل آمدنی موجود نہ ہوں۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت سنہ ۱۹۷۶ء میں آر سی سی کا یہ مکان تعمیر کر کے پہلے سیدھی جانب کے حصہ کو ہوٹل کیلئے کرایہ پر دیا گیا جس کی آمدنی سے مدرسہ حیدریہ کا سنہ ۱۹۷۷ء میں ہی احیاء عمل میں لایا گیا۔ سنہ ۱۹۷۸ء میں بائیں جانب آر سی سی کے دوسرے حصہ کی توسیع عمل میں آئی جس میں حضرت سید احمد قادری حسینی صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ سے بتاریخ ۱۶ر ڈسمبر سنہ ۱۹۷۸ء آندھرا بنک کی شاخ کا افتتاح ہوا جس کے کرایہ سے نہ صرف درگاہ سوسائٹی کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا بلکہ ٹیکمال کے عوام الناس کی معاشی حالت یکدم بدل گئی اور خوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ آر سی سی کی یہ جدید عمارت بعد میں مکمل طور پر بنک کیلئے دیدی گئی۔

———



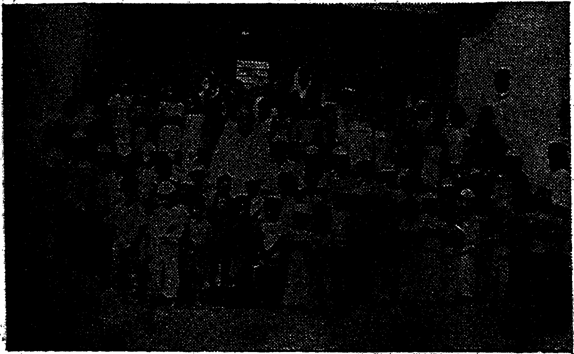
تصویر نمبر ۳ سنہ ۱۹۷۹ء میں کمان بسے متصل جنوبی جانب جدید بس اسٹانڈ کے پاس جدید تعمیر کردہ
مزید چار ملگیات کو پیش کرتی ہے جن کی چھت فی الوقت گھاس کی ہے۔ انشاء اللہ آئیندہ ٹین کی چھت کی
اسکیم ہے ان ملگیات میں ہوٹل وغیرہ منتقل کردیئے گئے ہیں جن میں سے ایک ملگی کا کرایہ مسجد قادریہ
سالارجنگ کیلئے وقف کردیا گیا ہے



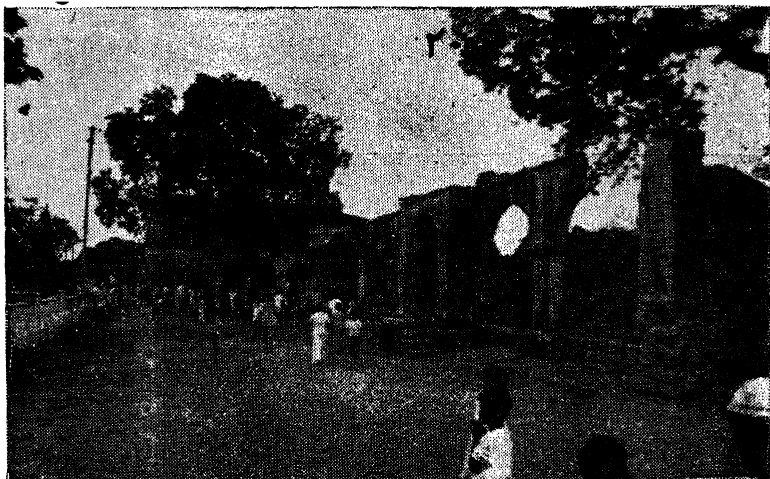
تصویر نمبر ۴: سنہ ۱۹۷۶ء میں لی گئی یہ تصویر احاطۂ درگاہ شریف میں واقع
سابقہ مدرسہ حسینیہ کی ہے جو زمانہ کے نشیب و فراز سے ایک کھنڈر
کی شکل اختیار کر گئی تھی



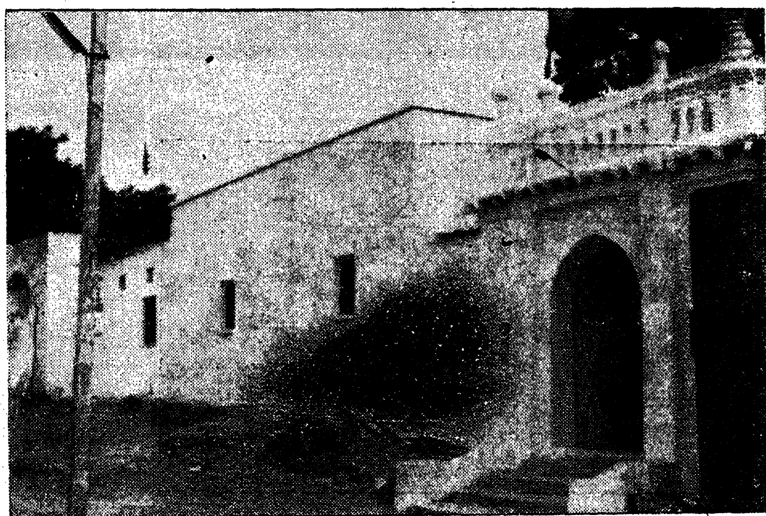
تصویر ۵ ۔ پچھلی تصویر ۴ میں دکھائے گئے کھنڈر کو نئی شکل و ہیئت
دیتے ہوئے مدرسہ حسینیہ کیلئے ۱۹۷۷ء میں یہ جدید عمارت بنائی گئی ۔



تصویر ۶ ۔ ۱۹۷۷ء میں ہی مدرسہ حسینیہ نیپال کا شاندار پیمانہ پر اجلاس
اور جدید افتتاح عمل میں آیا ۔ اسی موقعہ پر لی گئی یہ تصویر ہے ۔ ——



تصویر ۷: سنہ ۱۹۷۷ء میں احاطہ درگاہ شریف کا ایک عام منظر جو "حیات نو اسکیم" سے قبل ایک کھنڈر کی شکل اختیار کر گیا تھا۔



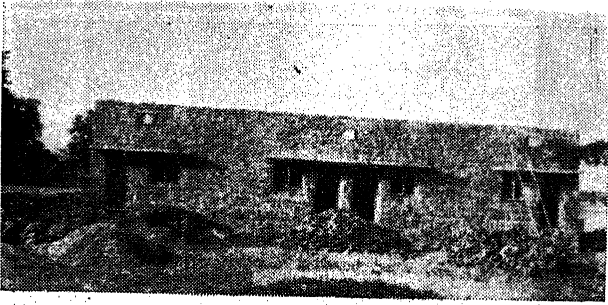
تصویر ۸: اوپر دکھائی گئی تصویر ۷ کے کھنڈر کی جگہ یہ جدید عمارت تعمیر کی گئی ہے



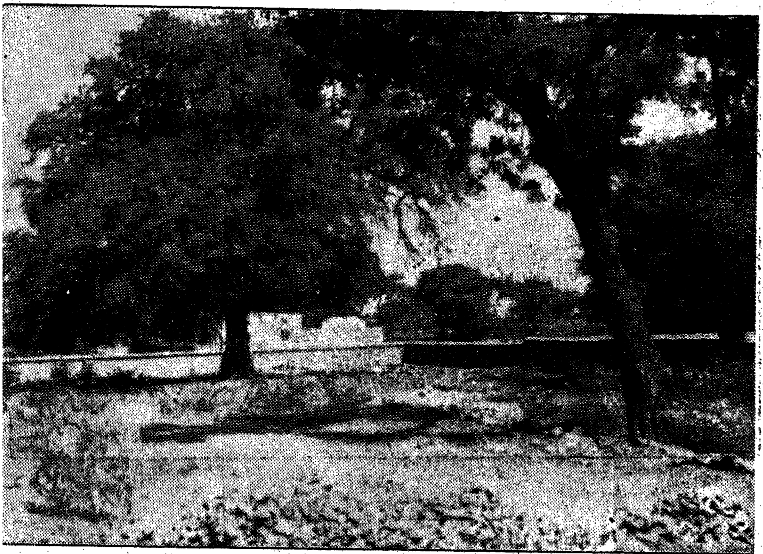
تصویر ۹ سنہ ۱۹۷۶ء میں لی گئی یہ تصویر اس مقدس مکان کا زمین دوز منظر پیش کرتی ہے
جو حضرت سید صاحب حسینیؒ کی سکونت اور آپ کے وظائف و عبادات کیلئے مختص تھا
لیکن منہدم ہو جانے کے سبب مویشیوں کی چراگاہ اور جانوروں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔



تصویر نمبر ۱۰ اوپر دی ہوئی تصویر میں دکھائے زمین دوز مکان کی جگہ سنہ ۱۹۷۸ء میں ایک آر سی سی کی
خوبصورت عمارت بنائی گئی جس میں سامنے ایک وسیع ہال اور عقبی حصہ میں دو کشادہ کمرے معہ عصری بیت الخلاء
ہیں ہال اور کمرے برقی پنکھوں، ٹیوب لائٹ وغیرہ جملہ سہولتوں سے آراستہ ہیں۔ اسی عمارت میں
درگاہ شریف کا کتب خانہ اور دارالمطالعہ قائم کیا گیا ہے۔ اسٹیل کی قیمتی الماریوں میں حفاظت کے
ساتھ کتابوں کی ترتیب و تہذیب عمل میں لائی گئی ہے۔

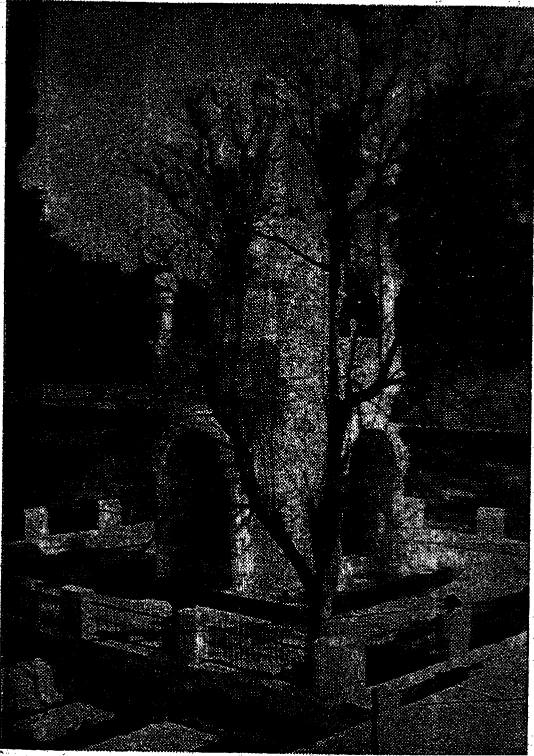


تصویر نمبر ۱۱ ۔ مستقل وسائل آمدنی میں مزید اضافہ کرنے کیلئے، شمالی جانب تیار کیے گئے چار مکانات دکھائے گئے ہیں جن میں سے تین مکانات کا کرایہ مدرسہ و مسجد درگاہ شریف ٹیکمال اور مدرسہ حبیبیہ کیلئے وقف کر دیا گیا اور ایک مکان کا کرایہ مسجد جیلانی گوڑہ میدک کیلئے وقف کر دیا گیا ہے ـــــــــ



تصویر نمبر ۱۲ ۔ موجودہ زمانہ میں حیدرآباد میں تنگ قبور کیلئے جگہ کی دستیابی ایک مشکل مسئلہ بن گئی ہے اس لئے احاطۂ درگاہ شریف ٹیکمال میں اہل خانوادہ کیلئے قبور کی گنجائش نکالی گئی ہے چنانچہ سنہ ۱۹۸۳ء میں احاطہ درگاہ شریف کی مغربی جانب قبرستان کیلئے کافی وسیع جگہ مختص کر دی گئی ہے جس کو اس تصویر میں ظاہر کیا گیا ہے ۔

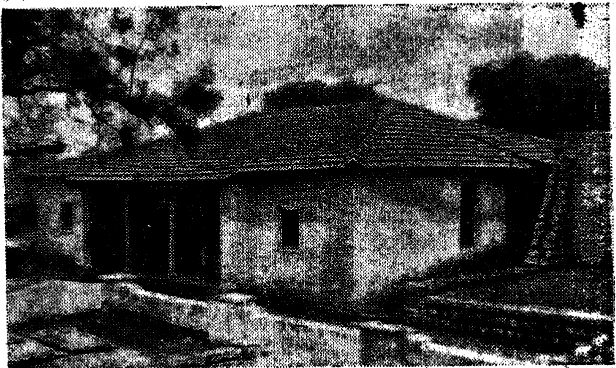
روضہ حضرت شاہد اللہ قادریؒ
کی موجودہ تصویر



تصویر ۱۳:۔ آج سے ایک سو پینتیس ۱۳۵ سال قبل تعمیر کردہ گنبد حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کا یہ نورانی منظر ہے جس کے قدیم دروازے بوسیدہ ہو رہے تھے اس لئے ۱۹۸۲ء میں ان کی جگہ مضبوط اعلیٰ قیمتی چوبی دروازے نصب کئے گئے ہیں جن پر خوبصورت پلاسٹر پینٹنگ کی گل کاری کی گئی ہے گنبد کے اندرونی حصہ اور دیواروں پر آئل پینٹ کیا گیا ہے برقی کی ازسرنو تنصیب عمل میں لائی گئی اور برقی قمقموں سے سجایا گیا ہے گنبد کے باہر چبوترہ کے اطراف خوشنما آہنی جالی لگا کر بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے جس کے بعد لی گئی یہ تازہ ترین تصویر ہے



تصویر نمبر ۱۴ :- اعراس کے موقعہ پر زائرین کی تعداد میں دن بدن اضافہ کے بعد درگاہ شریف میں وہ مقام ناکافی ہو رہا تھا جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے زائرین کے تناول طعام کے لئے مختص ہے اس لئے سنہ ۱۹۸۴ء میں اس مقام کی گنجائش میں اضافہ کی خاطر تصویر میں بتائے گئے غیر ضروری جھاڑوں کو صاف کر دیا گیا اور درمیان میں نصب سنگ سازکی قدیم بڑی کشتی کو بھی ایک گوشہ میں ہٹا دیا گیا ہے جس کے بعد وقت واحد میں قریب تین سو آدمیوں کے اطعام طعام کی سہولت پیدا ہو گئی ہے



تصویر نمبر ۱۵ : مشرق کی جانب واقع "گیارہ دری" سے موسومہ قدیم سکونتی مقامی مکان کو انگریزی کویلو اور فرش سیلو سے آراستہ کرنے اور دیواروں کی مرمت کرنے کے بعد لی گئی یہ تصویر ہے ۔

مساجد کی تعمیر و توسیع میں درگاہ سوسائٹی نے نمایاں حصہ لیا



تصویر ۱: مسجد قادریہ سالاج پلی جس [illegible] میں سب سے پہلے درگاہ سوسائٹی نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا جو ٹیکمال سے ہی قریب اس گاؤں کے مسلمانوں کی خواہش پر بنائی گئی۔ اس مسجد کے مصارف کیلئے درگاہ شریف ٹیکمال کی ایک ملگی (تصویر ۳) کا کرایہ وقف کر دیا گیا ہے اس مسجد کے ساتھ مدرسہ حسینہ ٹیکمال کی ایک شاخ بھی قائم ہے جس سے گاؤں میں ہی بچوں کو دینی تعلیم کی سہولت مل گئی ہے۔



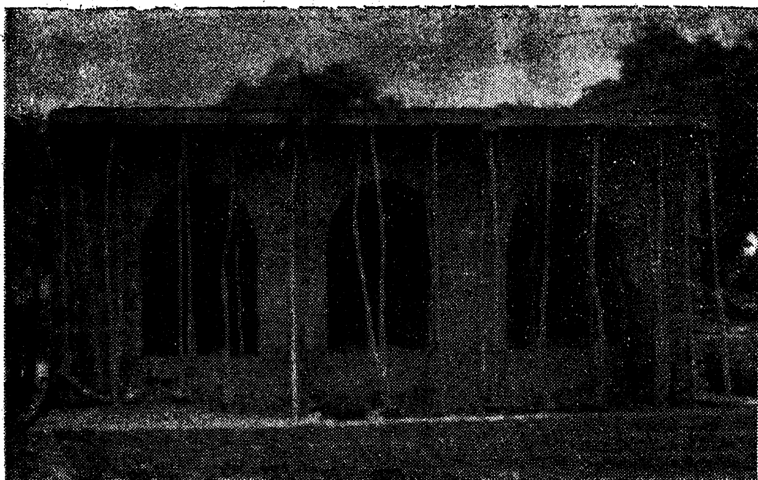
تصویر ۲: مسجد قادریہ سالاج پلی کے احاطہ میں کثیر صرفہ سے حال ہی میں ایک باؤلی بھی تیار کی ہے تاکہ مصلیوں کو پانی کی سہولت ہو۔ تصویر میں باؤلی کی کھدائی کا منظر پیش کیا گیا ہے



تصویر نمبر ۱۸: مسجد حسینیہ درگاہ شریف ٹیکمال: اس مسجد کو ۱۸۷۲ء میں حضرت سید رضا صاحب حسینی قادری نے تعمیر فرمائی۔ ۱۹۰۶ء میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید احمد بادشاہ قادری نے توسیع فرمائی لیکن "حیات نو" اسکیم کے تحت مختلف مراحل میں دوبارہ کافی توسیع و تزئین کے بعد ۱۹۸۱ء میں لی گئی۔ یہ تصویر ہے جب کہ مسجد کی گنجائش پہلے سے دوگنی ہو گئی ہے۔ مسجد کے متصل وسیع کمرہ بنایا گیا ہے جو مہمان علماء و مقررین کے قیام کیلئے مخصوص ہے۔ فی الوقت اس پر سیڑھیاں بھی رکھی گئی ہیں تاکہ آئندہ مزید توسیع کی جا سکے۔



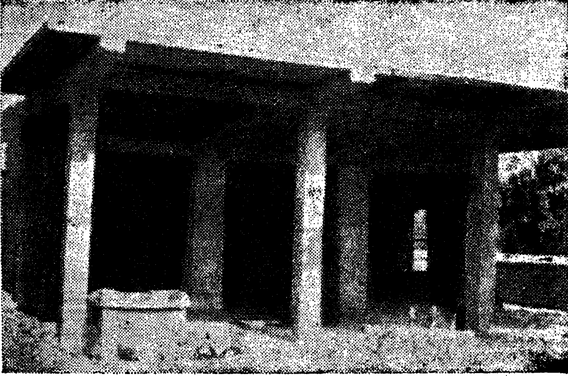
تصویر نمبر ۱۹ مسجد شاہدی تمپلور، ۱۹۸۱ء میں قریبی موضع تمپلور کے صادق علی صاحب ملک پر درگاہ سوسائٹی نے بھی اعانت کی اور یہ مسجد تعمیر کی گئی۔ اس سے قبل یہاں کوئی مسجد نہیں تھی اور جمعہ و عیدین کیلئے دیہات والوں کو گاؤں سے باہر فاصلہ پر واقع مساجد تک جانا پڑتا تھا۔
اس مسجد کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی ایک شاخ میں دینی تعلیم کا انتظام ہے



تصویر نمبر ۲۰ مسجد معراج چلور ۔ سنہ ۱۹۸۲ء میں تعمیر کی گئی جس میں محمد حمید الدین صاحب
کی شخصی توجہ و دلچسپی کو بڑا دخل رہا ہے۔ اس مسجد کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ
تیکمال کی ایک شاخ میں دینی تعلیم دیجاتی ہے ۔



تصویر ۲۱ ۔ مسجد حسینیہ راینہ بہار جو سنہ ۱۹۸۳ء میں سید حسین صاحب عرف ننھے پٹیل
اور سید مولانا صاحب کی بے حد کوششوں سے پایہ تکمیل کو پہنچی جہاں بھی مدرسہ حسینیہ
تیکمال کی ایک شاخ موجود ہے ۔



تصویر ۲۲۔ مسجد نیچے گلی ٹیکمال۔ یہ مسجد بہت قدیم ہے۔ بوسیدہ ہوجانے پر تقریباً ساٹھ سال قبل حضرت سید محمد بادشاہ قادریؒ (فرزند حضرت سید معروف مرشد بادشاہ قادریؒ) نے اس کو شہید کرکے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ لیکن چھت پھر بوسیدہ ہوگئی تو درگاہ سوسائٹی کی مالی اعانت سے سنہ ۱۹۸۴ء میں آر سی سی کی چھت تعمیر ہوئی جس کی کامیابی کا سہرا سید ابراہیم صاحب اور ان کے معاونین عبدالحمید خاں صاحب اور خواجہ میاں صاحب امام مسجد کے سر ہے۔ ہر مسجد انتظامی کمیٹی کے صدر سید ضیاء اللہ صاحب حسینی قادری ہیں جنکی نگرانی میں تعمیر اب تکمیل کے مرحلہ میں ہے۔

قطعۂ تاریخ تصنیف و طباعت "مقدس ٹیکمال"

از مؤلف

آیا جب تصنیف و طباعت کا خیال

تاریخ تصنیف و طباعت ہر مصرع میں بال

عیسوی ہجری کا یہ معجزہ "مقدس ٹیکمال"

پیکر اولیاء و اللہ کے فیضان کا جمال

ہمت بالخیر

ضابطۂ ریاضی

برائے استخراج سن ہجری در مطابق سنِ عیسوی

حضرت سید احمد قادری صاحب نے اپنی انگریزی کتاب "دی نیولیز آف لائف" میں علمِ ریاضی کا ایک ضابطہ درج فرمایا ہے جس کے ذریعہ مساوات کی مدد سے کسی بھی سنِ ہجری کے مطابق سنِ عیسوی یا اس کے برعکس کسی سنِ عیسوی کے مطابق سنِ ہجری حاصل کیا جا سکتا ہے جو استفادۂ عام اور شائقین کی دلچسپی کے لیے مع تمثیل درج ذیل ہے :

اگر عیسوی سن کے لیے "ع" اور ہجری سن کے لیے "ھ" فرض کر لیا جائے تو

۱ : ہجری سن کو اس کے مطابق عیسوی سن میں تبدیل کرنے کے لیے مساوات اس طرح ہوگی :

ع = ھ + ۶۲۳ - ھ (۰۶۰۳۰۸) [جہاں ۶۲۳ اور ۰۶۰۳۰۸ دونوں مستقل اعداد ہیں]

مثلاً موجودہ ہجری ۱۴۰۵ھ کو اس کے مطابق عیسوی سن میں تبدیل کرنا ہو تو

ع = ۱۴۰۵ + ۶۲۳ - (۱۴۰۵ × ۰۶۰۳۰۸)

= ۱۴۰۵ + ۶۲۳ - (۴۳) [کسر اعشاریہ قابلِ نظر انداز تھی، اس لیے ترک کر دی گئی]

= ۲۰۲۸ - ۴۳

= ۱۹۸۵ء

۲ : اسی طرح عیسوی سن کو اس کے مطابق ہجری سن میں تبدیل کرنے کے لیے مساوات اس طرح ہوگی :

ھ = ع - ۶۲۳ + (ع - ۶۲۳) (۰۶۰۳۱۷) [جہاں ۶۲۳ اور ۰۶۰۳۱۷ دونوں مستقل اعداد ہیں]

مثلاً موجودہ سنِ عیسوی ۱۹۸۵ء کو اس کے مطابق ہجری سن میں تبدیل کرنا ہو تو

ھ = ۱۹۸۵ - ۶۲۳ + (۱۹۸۵ - ۶۲۳) (۰۶۰۳۱۷)

= ۱۹۸۵ - ۶۲۳ + ۴۳ [کسر اعشاریہ قابل نظر انداز تھی اس لیے ترک کر دی گئی]

اس ضابطے کے ذریعہ مطابق ہجری یا عیسوی سن کے استخراج میں کبھی کبھی ایک سال کی کمی بیشی ہو جاتی ہے کیونکہ سن عیسوی میں ایک سال کے جملہ دنوں کی تعداد سن ہجری میں ایک سال کے جملہ دنوں سے ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے کسی ایک سن عیسوی کے دوران دو سن ہجری واقع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا بالکل صحیح تاریخ دن مہینہ اور سال کے استخراج کے لیے دوسری مساوات ہوگی، جس میں مستقل اعداد بھی مختلف ہوں گے۔